

قادیان کے رنگیلوں اور ربوہ کے راسپوٹینوں کی جنسی سیاہ کاریاں
پہلی بار ناقابلِ تردید عکسی و دستاویزی شواہد کے ساتھ

قادیانیت آس بازار میں



قادیانیت

اُس بازار میں

چیلنج

”قادیانیت‘ اُس بازار میں“

یہ کتاب اپنے اندر

قادیانی مذہب کے بانی

آنجمانی، مرزا غلام احمد قادیانی

اس کے بیٹوں، اس کے نام نہاد خلیفوں اور دیگر قادیانیوں کی

مستند تصانیف اور اخبارات و رسائل کی

قابل اعتراض، تنگی اور گندی عبارتوں کی عکسی نقول لیے ہوئے ہے

قادیانی جرائم کے یہ ثبوت

اتنے واضح ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں

ان عکسی دستاویزات کی صداقت کو چیلنج کرنا

کسی بھی قادیانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔

ہم اس کتاب میں درج

تمام حوالوں اور عکسی نقول

کی صداقت کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں

اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت

دنیا کے تمام قادیانیوں (بشمول لاہوری گروپ) کو

چیلنج کرتے ہیں کہ

اگر اس کتاب میں موجود کوئی بھی عکس غیر حقیقی ہو یا

ایک بھی حوالہ من گھڑت پایا جائے

تو ہم اس کے لیے ہر قسم کی سزا پانے کے لیے تیار ہیں!

بصورت دیگر انہیں ضد اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر آخرت کی فکر کرتے

ہوئے اسلام کی آغوش میں آ جانا چاہیے۔

ہے کسی قادیانی میں جرأت جو ہمارے اس چیلنج کو قبول کرے؟

(مصنف)

قلیابیت

اُس بازار میں

ترتیب و تحقیق:

محمد متین خالد

فاتح 8-A یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار
لاہور فون: 7352332-7232336
E-Mail: fateh_publishers@hotmail.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	قادیانیت، اس بازار میں
ترتیب و تحقیق	محمد متین خالد
ناشر	فاتح پبلشرز، لاہور
مطبع	رحمانیہ پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	محمد حفیظ
سن اشاعت	2002ء
قیمت	150/- روپے

ملنے کا پتہ

فاتح پبلشرز

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور فون: 7232336
ای میل: fateh_publishers@hotmail.com

علم و عرفان پبلشرز

7C- ماقہ سٹریٹ لوئر مال روڈ، لاہور فون 7352332

ایک سترار نے مرزا طاہر قادیانی کی جانب سے مباہلہ کا چیلنج قبول کر لیا

مباہلہ

قادیانیت کے خلاف عالمی شہرت یافتہ الہامی محسنوں کی ایک صدی قادیانی جواب دہ تھے ہیں
کہانت الیاس مستار اور احمد علی گیلانی مرثیہ عثمان کے درمیان ۵ مئی ۱۹۹۹ء کو پہلی مرتبہ جنگ ہوئی

انتساب!!!

معروف سکا، محقق، دانشور اور منکرین ختم نبوت کے خلاف ہمہ وقت جہاد کرنے والے تحفظ ختم نبوت کے جانباز جرنیل جناب الیاس ستار صاحب نے 1999ء میں قادیانی جماعت کے خلیفہ مرزا طاہر کے جاری کردہ مباہلہ کو قبول کرنے کا اعلان کیا تو قادیانیوں کے ہاں کھلبلی مچ گئی۔ پھر جناب الیاس ستار صاحب نے بڑی جانگسل محنت اور دیدہ ریزی کے بعد مرزا قادیانی کی کتابوں سے اس کی تضاد بیانیوں پر پوری دنیا کے قادیانیوں کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی مرضی کے ججوں پر مشتمل دنیا کی کسی بھی عدالت میں میرے سوالوں کا جواب دے دیں تو میں انہیں ایک کروڑ روپے نقد انعام دوں گا۔ ان کا چونکا دینے والا یہ چیلنج لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو کر انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل چکا ہے جس سے مسلمانوں کے ایمان کو ایک نئی حرارت اور ولولہ تازہ ملا جبکہ قادیانیوں کے ہاں نہ صرف سوگ کا عالم بلکہ انھیں اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔ اس تاریخی چیلنج کے نتیجے میں کئی قادیانی، قادیانیت پر تین حرف بھیج کر اسلام کی آغوش میں آ چکے ہیں۔ جناب الیاس ستار کا یہ چیلنج تاریخ میں ہمیشہ زندہ اور قادیانیوں کو سوا کرتا رہے گا۔ وہ دلائل و براہین سے مسلح بیک وقت قادیانیت، عیسائیت اور بہائیت کے خلاف مورچہ زن ہیں اور ان فتوؤں کو ہمیشہ پسپا کرتے بلکہ شکست سے دو چار کرتے رہتے ہیں۔ پوری ملت اسلامیہ کو ان پر فخر ہے۔ میں اس کتاب کا انتساب عہد ساز شخصیت جناب الیاس ستار صاحب کے نام کرتے ہوئے بے حد فخر و انبساط محسوس کر رہا ہوں۔

صدیوں میں کہیں پیدا ہوتا ہے حریف اس کا

علمی گفتگو

تاریخی چیلنج

کیا علی قادیانی جہاد میں حصہ لے سکتے ہیں

فہرست

2	چیلنج	✱
5	انتساب	✱
10	توجہ فرمائیں	✱
11	فہرست ٹائٹل کتب	✱
13	جنسی جمناسٹک کے قادیانی اداکاروں کے غلط کرتب	✱
25	پریش کی جگہ	□
25	قادیانی کوک شاستر	□
29	قادیانی خشوع و خضوع	□
30	قادیانی ترانہ	□
31	پیٹ سے چوہا؟	□
31	رحم پر مہر	□
32	عضو تناسل کاٹ دینا	□
32	بے غسل.....؟	□
32	جہاں سے لکھے تھے.....	□
33	عورت کی کارروائی	□
33	مرزا قادیانی کی اپنی جماعت کو نصیحت	□
34	چوہڑی زانیہ اور کچھروں کے خواب	□

- 35 ٹانگ واٹن □
- 35 جائے نفرت □
- 35 ”میں ایسے پردے کا قائل نہیں“ □
- 36 عشقیہ شاعری □
- 37 گول منہ لمبا منہ □
- 38 سنجی کی رقم □
- 38 ممنوعہ چیزیں ”بھنگ دھتورہ افیون“ سب جائز □
- 39 احتلام □
- 39 نماز میں نامناسب تکلیف □
- 40 بھانو □
- 41 ”نبی مصوم“ □
- 41 نضب بیگم □
- 41 لڑکی کیسی ہونی چاہیے □
- 42 تھیٹر □
- 43 ایہو کڑی لینی ایس □
- 43 پیغمبر ادویات □
- 44 نسخہ زد جام عشق □
- 44 بیوی کے ایام نے عزت رکھ لی □
- 47 یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ □
- 47 کبھی کبھی زنا □
- 47 تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق □
- 49 مبالغہ جائز ہے □
- 49 خلیفہ صاحب کی عیاری □
- 50 میاں زاہد سے میری بیویاں پردہ نہیں کرتیں □
- 51 بنام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان □
- 52 ایک احمدی خاتون کا بیان □

54	بے خوف مجاہد	□
60	مرزا محمود کی اپنی گواہی	□
66	ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کی شہادت	□
69	محاسب کا گھڑیاں	□
69	چوہدری صلاح الدین ناصر بنگالی کی گواہی	□
71	ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل سول سرجن کی شہادت	□
72	حق پسند اصحاب کی توجہ کے لیے	□
73	بدکردار مصلح موعود نہیں ہو سکتا	□
74	اٹکھار واقعہ کو بدزبانی نہیں کہا جاسکتا	□
75	انتباہ!	□
76	فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکوٹ لاہور	□
79	مرزا بیوں کی روحانی شکار گاہ	□
84	بے نقاب	□

اہم اور یادگار تحریریں

189	شفیق مرزا	Go To Page	شہر سدوم	✿
240	سیف الحق، جرنی	Go To Page	امراض مخصوصہ کا مذہب	✿
256	جی آرا عوان	Go To Page	اجتہاد کی جنت	✿
279	بشیر احمد مصری	Go To Page	قادیانیوں کی جنسی حیا سوزیاں	✿
291	علامہ سلطان	Go To Page	قادیانیوں کی عریاں تصویریں	✿



توجہ فرمائیں!

اس کتاب کے مختلف عنوانات ہیں۔

ہر عنوان ایک مختلف موضوع کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔

ان عنوانات کے تحت قادیانیوں کی متعلقہ عبارتوں کو نمبر شمار لگا کر ایک ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔

آخر میں اسی ترتیب کے ساتھ اصل قادیانی کتب کے عکسی فوٹو دے دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ”قادیانی کوک شاستر“ کے عنوان سے حوالہ نمبر 2 کا عکسی فوٹو کتاب کے آخر میں حوالہ نمبر 2 کے تحت دے دیا گیا ہے۔

اصل قادیانی کتابوں کے ٹائٹل کا فوٹو ہر حوالہ کے ساتھ بار بار دینے کی بجائے صرف ایک دفعہ دیا گیا ہے۔ اس کے لیے دیکھیں صفحہ نمبر 11

متنازع قادیانی تحریروں کو نمایاں کرنے کے لیے ان کے باہر موٹی آؤٹ لائن لگا دی گئی ہے۔

قادیانی کتب سے پورے صفحے کا عکسی فوٹو دینے سے قادیانیوں کا یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے کہ ان کی گندی ننگی اور متنازع عبارات سیاق و سباق سے ہٹ کر بیان کی جاتی ہیں۔

فہرست ٹائٹل کتب

صفحہ نمبر

85	Go To Page	(مرزا غلام احمد قادیانی)	چشمہ معرفت	□
87	Go To Page	(مرزا غلام احمد قادیانی)	آریہ دھرم	□
92	Go To Page	(مرزا غلام احمد قادیانی)	برہاچن احمدیہ حصہ پنجم	□
98	Go To Page	(مرزا غلام احمد قادیانی)	انجام آتھم	□
101	Go To Page	(مرزا غلام احمد قادیانی)	حقیقت الوحی	□
103	Go To Page		روزنامہ الفضل قادیان	□
105	Go To Page	(میر سراج الحق نعمانی قادیانی)	تذکرہ المہدی	□
			حیات احمد حضرت مسیح موعود کے	□
107	Go To Page	(یعقوب علی عرفانی قادیانی)	سوانح حیات (جلد دوم)	□
109	Go To Page	(مرزا غلام احمد قادیانی)	آئینہ کمالات اسلام	□
111	Go To Page	(مرزا بشیر احمد ایم اے)	سیرت المہدی	□
114	Go To Page	(نکیم محمد حسین قریشی قادیانی)	خطوط امام مہتمم غلام	□
116	Go To Page	(مرزا قادیانی)	درشین	□
135	Go To Page	(مفتی محمد صادق قادیانی)	ذکر حبیب	□
137	Go To Page	(مرزا قادیانی)	تذکرہ مجموعہ الہامات	□
142	Go To Page	(ملک صلاح الدین قادیانی)	اصحاب احمد (جلد سیزدہم)	□
148	Go To Page	(مفتی محمد الدین ملتان قادیانی)	تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق	□
179	Go To Page	(عبدالرزاق مہدی قادیانی)	مرزا نیوں کی روحانی شکار گاہ	□
185	Go To Page	(مرزا بشیر الدین محمود)	کلام محمود	□



جنسی جمنا سٹک کے قادیانی اداکاروں کے غلیظ کرتب

بعض باتیں ناقابل یقین ہوتی ہیں اور حیرت انگیز حد تک ناقابل تسلیم، ایسی ہوش ربا کہ ہر ذی شعور اُسے تسلیم کرنے میں تامل کا مظاہرہ کرے، عقل جواب دے جاتی اور آدمی حیرت کے سمندر میں ڈوب ڈوب جاتا ہے لیکن یہ ٹھوس حقیقت ہوتی ہیں اور ان کا ناقابل تردید وجود ہوتا ہے۔

قادیانی جماعت کا بانی آنجہانی مرزا قادیانی جس نے بیک وقت نعوذ باللہ نبی، رسول، مہدی اور مسیح موعود ہونے کے دعوے کئے۔ تم ظریفی تو یہ ہے کہ اس پوچ نگار اول جلول کو عقل کے اندھے قادیانی ”سلطان القلم“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس دریدہ دہن نے اللہ تعالیٰ پر ایسا بیہودہ اور من گھڑت الزام لگایا جسے پڑھ کر سر شرم سے جھک جاتا، روح میں نشتر چھبے اور دماغ مفلوج ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن قادیانی گروہ اس بیہودہ الزام کو نہ صرف دنیا کی ہرزبان میں شائع کرتا ہے بلکہ اس پر اتراتا نہیں تھکتا۔

تقو بر تو اے چرخ گرداں تقو !!!

مرزا قادیانی اپنی کتاب ”کشتی نوح“ میں لکھتا ہے۔

”مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں لٹخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔“ (کشتی نوح ص 47، مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 ص 50 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی کا ایک خاص مرید قاضی یار محمد اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا، سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے۔“ (اسلامی قربانی ٹریکٹ نمبر 34، از قاضی یار محمد قادیانی مرید مرزا قادیانی)

بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے ٹوٹے

بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے ایک انتہائی بارعب اور وجیہ نورانی شخصیت کے روپ میں مرزا

قادیانی کو درغلا پھسلا کر پٹایا۔ شہر سدوم لے جا کر اپنی رجولیت کی طاقت کا اظہار (یعنی عمل قوم لوط) فرمایا اور یوں جب مرزا کے مفعولی جذبات کی تسکین ہوگئی تو خاکش بدہن ”روغنی عادات“ کے حامل مرزا قادیانی نے اسے اللہ تعالیٰ سے منسوب کر دیا۔ جب سے یہ کائنات تخلیق ہوئی ہے پر لے درجے کے کسی دریدہ وہن نے بھی اللہ تعالیٰ پر ایسا گھٹیا اور بدترین کفر یہ الزام لگانے کی جرات تو درکنار، سوچا تک نہیں۔ یہ ذلت و رسوائی صرف مرزا قادیانی کو ہی نصیب ہوئی جس کا نقد انعام اسے دنیا میں بیت الخلاء میں موت کی صورت میں ملا۔ سامراج کی گندی موری کی اینٹ نے آخری سلسلے فضلے کے ڈھیر میں لیا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا
آنجمانی مرزا قادیانی وحشیانہ جنسی جبلت کا مالک تھا۔ جن دنوں مرزا قادیانی کا محمدی بیگم سے یکطرفہ عشق عروج پر تھا وہ اپنی گھریلو ملازمہ بھانوکے ذریعے محمدی بیگم کے گھر سے خصوصی طور پر حیض سے آلودہ اس کی شلوار منگواتا، اُسے سوگھتا اور سکون پاتا۔ اس نے اپنی عشقیہ اور ہوسناک شاعری میں کھلے عام ان باتوں کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اس کی کتابوں میں خرافات، ہذیان، مغلظات اور بکواسیات کے کیا کیا ”نادر شہ پارے“ پائے جاتے ہیں ان کی تفصیلات تو آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ظلم تو یہ ہے کہ جن کتابوں میں یہ خرافات درج کی گئی ہیں ان کے نام خالص اسلامی رکھے گئے ہیں تاکہ یہ سچا دین بدنام ہو۔ میرے خیال میں مرزا قادیانی کی کتب کے نام ڈسٹ بن، فلتھ ڈپو، آنت نگری، غلاظت کدہ اور خباثت پورہ ہونے چاہئیں۔

معروف دانشور مرزا محمد حسین پہلے نہ صرف قادیانی تھے، بلکہ قادیانی قیادت کے اتنے قریب کہ مرزا محمود کے خاندان کی تمام مستورات کے اتالیق تھے۔ درون خانہ قادیانی قیادت کی اخلاق باختگی کو دیکھا تو تڑپ گئے۔ مذہب کے نام پر اس حرام کاری و حرام خوری کو برداشت نہ کر سکے۔ غیرت و حمیت کے پیش نظر قادیانیت پر تین حرف بھیج کر مسلمان ہو گئے۔ اپنے مسلمان ہونے کی روداد میں لکھتے ہیں
”میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ قادیانیت، مذہب کے لبادہ میں اتنا خطرناک اور شرمناک مذہب ہوگا۔ یہ سوچتے سوچتے صرف ایک رات میں میرے سر کے تمام بال گر گئے اور میں مستقل گنجا ہو گیا۔“

موصوف خانہ ساز نبوت کے گھر کے بھیدی تھے۔ لہذا جو کچھ دیکھا، اسے اپنی معرکتہ العراء کتاب ”فتنہ انکار ختم نبوت“ میں لکھ دیا، اس کتاب میں ایک عینی شاہد نے جو کچھ دیکھا، تاریخ کے روبرو انتہائی خوفناک انکشافات کے روپ میں پیش کر دیا۔

عرصہ ہوا معروف عالم دین جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے مرزا محمد حسین کو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا۔ وہاں موجود کئی جید علماء کرام، صاحبان فہم و فراست اور دانشوروں نے جناب مرزا محمد حسین سے درخواست کی کہ چونکہ آپ ایک عرصہ قادیانیوں کے خاص حلقہ میں رہے ہیں، آپ کو وہاں وی آئی پی کی حیثیت

حاصل تھی اور آپ نے قادیانیت کو بہت قریب سے دیکھا ہے، لہذا آپ ہمیں اس فتنہ کے متعلق کچھ بتائیں۔ مرزا محمد حسین پہلے تو کچھ ہچکچائے، پھر ٹال مٹول سے کام لینے کی کوشش کی۔ آخر کار حاضرین محفل کے پرزور اصرار پر یوں گویا ہوئے کہ قادیانیت کے متعلق بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، میں اپنے مشاہدات کی روشنی میں جو کچھ عرض کروں گا، آپ اس پر ہرگز یقین نہیں کریں گے۔

وہ بات کہہ دوں کہ پتھروں کے جگر کو بھی آب آب کر دے

حاضرین محفل نے حیرت و استعجاب سے پوچھا، مرزا صاحب! ہم آپ کے کہنے پر کیوں یقین نہ کریں گے۔ آپ تو گھر کے بھیدی ہیں، ویسے بھی..... ”قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید“..... مرزا محمد حسین کہنے لگے کہ باتیں ہی ایسی ہیں۔ میں اپنے میں اتنی سکت اور حوصلہ نہیں پارہا کہ اپنے مشاہدے کو اظہار کی زبان دے سکوں۔ حاضرین کا تجسس مزید بڑھا اور انہوں نے پھر درخواست کی کہ کسی فتنے اور شر کے متعلق حقائق کو محض اس لیے چھپانا کہ وہ شرمناک یا خوفناک ہیں، یہ بھی کسمان حق کے زمرے میں آتا ہے۔ آپ ”گھر کے بھیدی“ کی حیثیت سے قادیان کی لٹکا کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں، اس کا بلا کم و کاست اظہار کر کے تاریخ کی امانت تاریخ کے سپرد کرنے کا فریضہ ادا کریں اور ہمیں اس ”سربستہ فتنہ“ کے خفی و جلی پہلوؤں سے ضرور آگاہ کریں۔ ماضی کی تلخ یادیں تازہ کرتے ہوئے مرزا محمد حسین کے چہرے پر عجیب گھبراہٹ اور اضطراب عیاں تھا۔ کہنے لگے کہ میں قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی حق کی حد تک پوجا کرتا تھا۔ جب اس کی سیاہ کاریوں کا پردہ چاک ہوا تو میرے اوساں و حواس جواب دے گئے۔ اور مجھے داخلی سطح پر اتنا گہرا صدمہ پہنچا کہ آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ اس صدمہ کی شدت سے ایک ہی رات میں میرے سر کے بال غائب ہو گئے، پھر یہ حالت جسم تک محدود نہ رہی بلکہ دل کے نشیمن سے طائر ایمان بھی پرواز کر گیا اور میں چند روز تک دہریت کے اثر دھا کا لقمہ بن کر رہ گیا۔ اس ناگہانی انکشاف سے یہ سب کچھ ہوتا بعید از قیاس نہ تھا۔ کہاں یہ کہ میں جہالت میں اس کو ”فضل عمر“ سمجھتا تھا اور کہاں یہ کہ اس کی سیاہ کاریوں کے بیاں کے لیے اب موزوں الفاظ نہیں مل رہے۔ یہ ”برہنہ سیاہ کاریاں“ اور ”عریاں کالی کر تو تیں“ اس حد تک رو نگٹے کھڑے کر دینے والی ہیں کہ شاید ہی کسی بڑے سے بڑے اہل زبان اور اہل قلم کو ان کے بیان کرنے کا یارا ہو۔ میرے لیے کیسے ممکن ہے کہ الفاظ میں ان معصیتوں کی تصویر کشی کر سکوں۔ اس کے بیان کے لیے تو بندے کے پاس منٹو کا قلم، جوش کی زباں، عصمت چغتائی کا مشاہدہ اور قراۃ العین حیدر کی جزئیات نگاری کی اہلیت کا ہونا اشد ضروری ہے، تب کہیں جا کر ان ”فواہشات“ کی ادنیٰ سی جھلک پیش کی جاسکتی ہے۔ یہ کہتے ہوئے مرزا محمد حسین بے اختیار رو پڑے اور کہنے لگے کہ میں پس پردہ کہانی پوری طرح شانہ سکوں گا کیونکہ جنسی سفاکی کے جو ہولناک مناظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، اگر ان کو بیان کروں تو وہ ایک عجوبہ روزگار انداز میں سامنے آئیں اور اگر ان کے صحیح بیان

پراصرار کیا جائے تو زبان کے سانچے ریزہ ریزہ ہو جائیں اور الفاظ و محاورات دم توڑ جائیں۔

کلیجہ تھام لو پہلے، سنو پھر داستاں میری

مرزا محمد حسین، بچکیوں اور سسکیوں میں کہنے لگے کہ وہ لرزہ خیز واقعہ جسے میں سنانا نہیں چاہتا تھا، وہ یہ ہے کہ میں نے بچشم خود بقیہ ہوش و حواس مرزا بشیر الدین محمود کو اپنی بیٹی ”امت الرشید“ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا، بچاری ابھی بلوغت کی عمر کو بھی نہیں پہنچی تھی۔ یہ بچی اپنے والد کی ہوسنا کی کا شکار ہو کر بے ہوش ہو گئی۔ بعد ازاں یہ دیکھ کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا کہ بچی کے سرینوں کے نیچے قرآن مجید رکھا ہوا تھا۔ (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) ایسے انسانیت سوز جنسی جرائم کے ارتکاب کے بعد قادیان کا راسپوٹین مرزا بشیر الدین محمود اپنی راسپوٹینی محفل میں بصد فخر و مباہات کہا کرتا تھا کہ ”آدم کی اولاد کی افزائش ہی ایسی طرح سے ہوئی ہے کہ کوئی مقدس سے مقدس رشتہ مجامعت میں حائل نہیں ہو سکتا“۔ (العیاذ باللہ) اور ”حضرت مسیح موعود“ بھی یہی کام کرتے تھے۔

ہنر آتا ہے اسے اپنے عیبوں کو چھپانے کا

وہ اپنے قد سے بھی لمبی قبائیں رکھتا ہے

ربوہ میں یہ بات ضرب الشل کی حیثیت اختیار کر گئی کہ جنسیات کے معاملے میں طوائفوں کی بجائے قادیانی جنسیات کی درس گاہ کے استاد مرزا بشیر الدین محمود کی رائے زیادہ وقیع ہوتی ہے کہ وہ اس میدان کے ”یکہ تازہ سہوار“ ہیں۔ مرزا محمود نے اپنے حیوانی بزرگوں کے دوش بدوش اس میدان میں خوب خوب نام کمایا ہے۔ اس کا کردار قادیانیوں کی نفسیات کے مطالعہ میں بے حد مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

۔ اور اک ٹو ہے کہ تیرا سایہ بھی نجس

قادیانی مذہب میں کسی غیر محرم کے ساتھ بد فعلی یا اس کی کوشش کرنے کی سزا ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) مرزا صاحب قادیان: مرزا بشیر الدین محمود قادیانی خلیفہ

(۲) عزیزہ بیگم: مرزا بشیر الدین محمود کی بیوی۔

(۳) ابوبکر صدیق: عزیزہ بیگم اور مسماۃ سلٹی کا والد۔

(۴) مسماۃ سلٹی: ابوبکر صدیق کی لڑکی، جس کا عدالتی بیان درج ذیل ہے۔

(۵) احسان علی: ایک قادیانی دوا فروش، قادیان میں۔

”میرے باپ کا نام ابوبکر صدیق ہے، وہ مرزا صاحب قادیان کا خسر ہے، میں بھی مرزا صاحب قادیان کے گھر میں تقریباً (۵) سال رہی ہوں، میں مستغیث احسان علی کو جانتی ہوں۔ چار سال ہوئے مرزا صاحب کے لڑکے کی دوائی لینے احسان علی کی دوکان پر گئی تھی، میں نسخہ لے کر اس کی دوکان پر گئی تھی، اول احسان علی نے میرے ساتھ ٹھول کر نا شروع کیا اور پھر مجھ سے کہا کہ میں مضربوں کے کمرہ میں جاؤں،

اس دوسرے کمرہ میں اس نے مجھے لٹایا اور میرے ساتھ بد فعلی کرنے کی کوشش کی، لوگ میرے رولا کرنے پر اکٹھے ہو گئے اور دروازہ کھلایا اور احسان علی کو لعنت اور ملامت کڑی تھی۔ احسان علی نے میرے ساتھ بد فعلی کرنی شروع کر دی تھی۔ میں نے گھر میں جا کر عزیزہ بیگم کے پاس شکایت کڑی تھی اور اس وقت مرزا صاحب وہاں موجود تھے، ان ایام میں عزیزہ بیگم کے پاس رہتی تھی، مرزا صاحب نے احسان علی کو بلایا اور لعنت ملامت کڑی اور احسان علی کو کہا کہ قادیان سے نکل جاؤ۔ احسان علی نے معافی مانگی اور مرزا صاحب نے حکم دیا کہ اگر احسان علی دس جوئے کھالیوے تب اس کو معاف کیا جاتا ہے، اور ٹھہر سکتا ہے، چنانچہ احسان علی نے اس کو قبول کیا، اور میں نے اس کو دس جوئے لگائے تھے، جو جوئیاں مرزا صاحب کے سامنے ماری تھیں..... جبکہ میں نے احسان علی کو جوئیاں ماریں تھیں تو تین چار آدمی اکٹھے ہو گئے تھے ان ایام میں 'میں بغیر پردہ کے باہر پھرا کرتی تھی..... اس کے بعد میں سودا لینے بازار نہیں گئی۔' (مسماۃ سلمیٰ کی حلفیہ شہادت جو اس نے بتاریخ ۱۰ جولائی ۱۹۳۵ء ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع امرتسر کی عدالت میں ادا کی۔)

(بمقدمہ ازالہ حیثیت حرنی زید دفعہ ۱۵۰۰ احسان علی بنام محمد اسلمیل، نمبری ۸۶/۲۱۷ جمعہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۵ء)

قادیانیت سے پوچھا کفر نے تو کون ہے؟

ہنس کے بولی آپ ہی کی دلربا سالی ہوں میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت کے دوسرا خلیفہ مرزا ناصر کی دوسری شادی کے سلسلہ میں بعض خاص باتوں کا ذکر بھی کرتے چلیں۔

معروف قادیانی پروفیسر نصیر احمد کی ایک چھوٹی بہن ڈاکٹر طاہرہ لجنہ (قادیانی عورتوں کی تنظیم) کی اہم عہدیدار تھی۔ پروفیسر صاحب اس کی شادی کے لیے کوشاں تھے۔ ڈاکٹر طاہرہ اپنے حسن و جمال کے حوالہ سے قادیانی حلقہ میں بے حد معروف تھی۔ علامہ سلطان اپنی تصنیف ”قادیانیوں کی عریاں تصویریں“ میں لکھتے ہیں کہ

”یہ دو شیزہ اپنے قاتلانہ خنروں کے ساتھ جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد کے بڑے صاحبزادے مرزا القمان احمد (جو قادیانی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد کے داماد ہیں) کو کئی بار ”درشن“ دے چکی تھی۔ اس کی چشم نیم باز اور شوخ تمہیجے اس متوقع خلیفہ کے کلیجہ پر چھری چلا جاتے۔ جب وہ خلیفہ کی رائل فیملی کے گھر آنکلی تو یوں محسوس ہوتا جیسے بارش کی رت میں کوئی مورنی ناچ رہی ہے۔“

مرزا القمان اور ڈاکٹر طاہرہ کا عشق پروان چڑھتا رہا۔ آخر مرزا القمان نے اپنی والدہ سے اپنے دل کی بات کہہ دی اور ڈاکٹر طاہرہ سے دوسری شادی کرنے کی اجازت چاہی۔ ماں نے اجازت دے دی لیکن اس بات کی بھنک مرزا طاہرہ احمد کے کانوں میں پڑی تو اس نے مرزا ناصر سے بات کی اور کہا کہ اگر

اس کی بیٹی کے مقابلہ میں کوئی دوسری سوکن لائی گئی تو وہ اس سلسلہ میں سخت قدم اٹھائیں گے۔ مرزا ناصر نے جماعت احمدیہ میں انتشار روکنے کی خاطر مرزا القمان کو دوسری شادی کرنے سے سختی سے منع کر دیا۔

ادھر نیرنگی دوراں دیکھئے کہ ڈاکٹر طاہرہ کے لیے جو رشتے آئے، ان کی لسٹ بنا کر انہوں نے اپنے پیرومرشد مرزا ناصر کے پاس دعا کے لئے بھیجی کہ اس ضمن میں وہ مناسب نام تجویز فرمادیں۔ مرزا ناصر نے لسٹ میں درج شدہ تمام ناموں پر خط تنبیخ کھینچ کر سب سے اوپر اپنا نام لکھ دیا اور لسٹ پروفیسر صاحب کے ہاتھ میں تھادی۔ انہی دنوں خلیفہ کے لیے بیوی کی اہمیت پر مرزا ناصر نے خطبہ بھی دینے شروع کر دیئے کہ ”میں نے استخارہ کر کے معلوم کیا ہے کہ یہ رشتہ ہمارے لیے انتہائی بابرکت اور سلسلہ احمدیہ کی ترقی کا باعث ہوگا۔“ نیز چند کاسہ لیس قسم کے مشہور قادیانی بزرگ استخارہ کرنے بیٹھ گئے۔ ان میں مولوی عبدالمالک، صوفی غلام محمد اور دوست محمد شاہ پیش پیش تھے اور قادیانی اخبار ”الفضل“ میں ان کی طرف سے بیانات آنے لگ گئے کہ استخارہ میں اس کے رشتہ کے بارے میں بشارت ہوئی ہے کہ یہ دونوں کے لیے بہت پائیدار، باعث برکت اور خوشگوار ازدواجی زندگی کا باعث ہوگا۔ ان بزرگوں اور سب چچوں لوٹوں کی مبارک سلامت کے شور میں ”بڈھا گھوڑا لال لگام“ کے مصداق یہ شادی ہوگئی اور مرزا ناصر احمد اپنی نئی نوبلی دہن کے ساتھ ہی مون منانے اسلام آباد چلے گئے۔ اس پر جماعت احمدیہ کے مخالف لاہوری گروپ نے طنزاً یہ کہنا شروع کر دیا کہ ”بچ بیٹے نے تیار کروائی تھی لیکن بیٹنگ باپ نے شروع کر دی۔“

۔ سب سے سبقت لے گئی بے حیائی آپ کی

تھوڑا عرصہ بعد جب مرزا ناصر کی وفات ہوئی تو نئی بیوی حمل سے تھی۔ خطرہ تھا کہ کہیں وراثت کے چکر میں طاہرہ کو ختم ہی نہ کروادیا جائے۔ اس خدشہ کی طرف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مکرم مولانا اللہ وسایا صاحب نے ربوہ کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر خطبہ جمعہ میں اظہار فرمایا اور پھر وہی ہوا، جس کا خدشہ تھا۔ مرزا طاہرہ احمد نے ایک سازش کے تحت ڈاکٹر طاہرہ کو ادویات کھلا کر اس کا حمل ضائع کروادیا، جس پر طاہرہ کو خطرناک حالت کے پیش نظر ۲۵ جون ۱۹۸۲ء کو اسلام آباد کے ہسپتال میں داخل کروایا گیا، جہاں طاہرہ کے جسم سے خون کے تھوڑے خارج ہوتے رہے۔ یہ سب کچھ مرزا طاہرہ نے اس لیے کیا کہ پیدا ہونے والا بچہ ”رائل قادیانی فیملی“ کا ممبر کہلوائے گا اور جماعت احمدیہ کی اربوں روپے کی اندرون اور بیرون ممالک جائیداد میں سے وراثت کا دعویٰ ہوگا۔ طاہرہ اس صدمہ سے کئی ماہ نڈھال رہی۔ قصر ربوہ کے شہزادوں نے حمل ضائع کروادیا اور اپنے تئیں اس طرح مستقبل کے ایک متوقع وارث سے محفوظ ہو گئے۔ طاہرہ کی زندگی بچ گئی مگر ان اندوہناک واقعات کے نتیجہ میں پروفیسر نصیر احمد پر دل کا شدید دورہ پڑا اور وہ جان سے گئے۔ قدرت کا انتقام دیکھئے کہ اب میڈم طاہرہ، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں نانکہ کی حیثیت سے جسم فروشی کا ڈھیلارہی ہے۔ فاعبترو یا اولی الابصار

بالکل یہی سلوک ڈاکٹر عبدالسلام کی سوتیلی، ہمشیرہ مسعودہ بیگم (جو ڈاکٹر عبدالسلام کے والد چوہدری محمد حسین کی پہلی بیوی سعیدہ بیگم کی اکلوتی بیٹی تھیں) کی زندگی میں ان کے ساتھ کیا گیا۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ کے نوجوانوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کی دوسری بیوی لوئس جانسن جولدین سے ڈاکٹر عبدالسلام کے تابوت کے ساتھ پاکستان آئی، سلام کی پہلی بیوی امۃ الحفیظہ اور بیٹیوں عزیزہ، آصفہ اور بشری کی اشتعال انگیزی پر بے حد بدتمیزی کی۔

شہر ارداد "ربوہ" جسے سدوم، عمورہ اور ادمہ کا جزواں بھائی بھی کہا جاتا ہے، آج کل اپنے کینوں کی جنسی بد اعمالیوں اور بد عنوانیوں کی وجہ سے "دیکھو مجھے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو" کی زندہ تفسیر بنا ہوا ہے۔..... سرفرائس موڈی نے اپنے "خود کاشتہ پودے" کو ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے کنارے پرانے آندہ فی مرلہ کے حساب سے 1033 ایکڑ، 7 کنال، 8 مرلے زمین 100 سالہ لیز پر عطا کی۔ پہاڑیوں کے درمیان دفاعی لحاظ سے محفوظ عجمی اسرائیل کفار کی امیدوں اور سازشوں کا گڑھ ہے۔

قادیانی اس شہر کی کرامت یہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں کبھی سیلاب نہیں آیا۔ مجاہد ختم نبوت آغا شورش کاشمیری نے اس پر دہلا پھینکا تھا کہ لاہور کی "ہیرا منڈی" کی بھی یہی کرامت ہے۔ وہاں بھی کبھی سیلاب نہیں آیا۔ جن لوگوں نے گھر کے بھیدی جناب شفیق مرزا کی کتاب "شہر سدوم" پڑھی ہو، وہ جانتے ہوں گے کہ انہوں نے لٹکا ڈھا کر کس خوبصورتی سے ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں علاقے اپنے مزاج، گفتار اور کردار کے اعتبار سے آپس میں کتنی مماثلت رکھتے ہیں۔ ربوہ، جہاں سے بدنام زمانہ جسٹس منیر ایسے عیاش اور بد قماش طبع قادیانی نواز صاحبان اقتدار کی راتوں کو رنگین و سنگین بنانے کے لیے "لجنہ" کی ایمان شکن حسینان (قادیانی حوروں) کی شکل میں "مال" سپلائی ہوتا تھا اور "سلسلہ احمدیہ کے سلوک کی یہ منزل" پوری آب و تاب کے ساتھ آج بھی جاری ہے۔

واعظ نے کرلی ساقی سے دوستی

یہ تو بڑی دلچسپ کہانی ہو گئی

ویڈیو فلموں کی سب سے بڑی مارکیٹ ہال روڈ لاہور پر واقع ہے۔ یہاں کے ڈیلروں کا کہنا ہے کہ انگریزی اور بھارتی فلموں کی سب سے زیادہ کھپت ربوہ میں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھارت میں "قلی" نامی فلم بنی جس میں معروف اداکار ایتا بھ بچن نے بطور ہیرو کام کیا اور شوٹنگ کے دوران ایک سین فلم بند کرواتے ہوئے ایتا بھ بچن بری طرح زخمی ہوئے اور ایک عرصہ تک ہسپتال رہے۔ پوری دنیا سے ان کے مداحوں نے انہیں عیادت کے خطوط لکھے۔ سب سے زیادہ خطوط انہیں ربوہ سے موصول ہوئے۔ خود میں نے ربوہ میں اقصیٰ چوک کے قریب ایک ویڈیو شاپ پر نہایت دلچسپ منظر دیکھا۔ دوکان کے اندر دیوار پر نیم برہنہ انڈین اداکاراؤں کے جھرمٹ میں مرزا قادیانی کی بڑی تصویر لگی ہوئی تھی۔ نیچے

لکھا تھا مسیح آخر الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی.....

لجنہ سے تعلق رکھنے والی یہاں کی کسی بھی خوب رو حسینہ کو جنہوں نے مخصوص نقاب اوڑھے ہوتے ہیں، بے نقاب کریں تو آپ کو اس کے چہرے پر دانتوں اور ناخنوں کے نشانات کثرت سے دکھائی دیں گے۔ یہ لڑکیاں جنہیں ربوہ میں ”میلو کیب“ کہا جاتا ہے، نگلی ہوس کا بدترین نمونہ ہیں۔ آپ انہیں قادیانی شہدادوں کی جنت کی ”حوریں“ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ لڑکیاں آپ کو اکثر سرگودھا روڈ پر بسوں اور گاڑیوں میں سادہ لوح مسلمان نوجوانوں کو اپنے مصنوعی حسن اور اخلاق سے شکار کرتی نظر آئیں گی۔ ان کے شکار کئے ہوئے کئی نوجوان نوکری اور رشتہ کے لالچ میں متاع ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ گزشتہ دنوں قادیانی جماعت کے موجودہ خلیفہ مرزا طاہر نے اپنے خطبہ جمعہ میں لجنہ سے تعلق رکھنے والی تمام لڑکیوں کو ہدایت کی کہ وہ شہر بھر میں ہیر و دن کے نشے میں دھت نوجوانوں کو خود ”فضل عمر ہسپتال“ پہنچائیں۔ جبکہ واقفان کا کہنا ہے کہ نوجوانوں میں نشے کی لعنت کے فروغ کا بڑا سبب بذات خود ”نشے کی یہ سانس لیتی پڑیاں“ ہیں۔

۔ میر کیا سادے ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب

اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

اگر آپ کو ربوہ جانے کا اتفاق ہو تو آپ کو ربوہ کی ہر دیوار پر مردانہ کمزوری کے علاج کے اشتہارات بکثرت ملیں گے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا شہر امراض مخصوصہ میں مبتلا ہے۔ دوا خانہ حکیم نظام جان تو اسی کام کے لیے مخصوص ہے۔ اس کے بعض نسخوں میں سینکھیا ہونے کی وجہ سے کئی قادیانی نوجوان سہاگ رات کو ہی مر گئے۔ 1992ء میں ایسے ہی ایک واقعہ میں رائل فیملی کے ایک نوجوان کی ہلاکت پر وہاں کافی ہنگامہ ہوا۔ ربوہ میں آپ کو کثرت سے یہ مناظر ملیں گے کہ دور سے آتی ہوئی خاتون کو دیکھ کر وہاں کے نوجوان ازار بند کھول کر دیوار کی آڑ میں اجابت کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ وہاں کا عام کلچر ہے۔

۔ وہ مر گیا جس شخص کا کردار مر گیا

اس شہر کی جنس زدہ فضا عربیانی و بے حیائی کی گرو سے اٹی پڑی ہے، جہاں بھی چار آدمی کھڑے ہیں، یقیناً وہ فوراً شوق اور ابلیسی لذت سے بھرپور سیکی گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔

یہ کتاب نہ صرف جنسی سرکس کے قادیانی قلابازوں کے نٹ کھٹ کرتوں پر مشتمل ہے بلکہ ان کی جھوٹی عبادتوں، عیار قابوؤں اور خود غرض دستار فضیلت پر زنائے دارطمانچہ اور عبرت نامہ بھی۔

قلدیانیست
 اُس بازار میں

بابوتاج محمد مرزا قادیانی کی ”خوش اخلاقی“ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

”مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف میں دو قسم کی بدزبانی پائی جاتی ہے۔

پہلی قسم انفرادی حیثیت رکھتی ہے اور دوسری اجتماعی۔ اگر ایک طرف مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں کہ ”گالیاں دینا سفلوں اور کینوں کا کام ہے“ (ست بچن ص 29) تو دوسری طرف تحریر کرتے ہیں کہ ”اگر تو نرمی کرے گا تو میں بھی نرمی کروں گا۔ اگر تو گالی دے گا تو میں بھی گالی دوں گا“ (حجۃ اللہ ص 93) اگر ایک پہلو یہ فقرہ نظر آئے کہ ”کسی کو گالی مت دو اگر چہ وہ گالی دیتا ہو“ (کشتی نوح ص 11) تو دوسرے پہلو یہ عبارت بھی ملے گی کہ ”کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی مخالف کی نسبت اس کی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی میں سبقت کی ہو۔“ (تمتہ ھیکتہ الوحی ص 21) اگر ایک طرف یہ لکھا ہوا دیکھو کہ ”ہر ایک سختی کو برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو“ تو دوسری جانب یہ تحریر بھی ملے گی کہ ”اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر لعنت تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی“ (اعجاز احمدی ص: 75)

مناظر اسلام مولانا حافظ نور محمد صاحب سہانپوری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مصلح اور رہبر قوم جس کا فرض منصبی قوموں و جماعتوں کی اصلاح و تعلیم ہو اس کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ تہذیب و اخلاق سے موصوف اور صبر و تحمل، حلم و عنو سے آراستہ ہو۔ وہ برگشتہ قوم کو اپنی شیریں بیانی کے ذریعہ راہ راست پر لائے اور ان کو رذائل و خباثت سے پاک کر کے محاسن و مکارم کا حامل بنادے۔ چنانچہ دیکھئے انبیاء علیہم السلام و دیگر مصلحین امت میں کسی قدر اخلاق حسنہ کی

فراوانی تھی۔ خصوصاً سردارانِ نبیاء حضرت رسول خدا ﷺ تو مکارمِ اخلاق کے ایک بے نظیر پیکر اور صبر و تحمل اور حلم و غنم کے ایک بے مثال مجسمہ بن کر رونق افروز عالم ہوئے تھے کہ دوستوں کے علاوہ ان جانی دشمنوں کے لیے بھی جن کا شب و روز آپ کو تکلیف پہنچانا شیوہ خاص تھا، سراپا رحمت تھے کہ زبان مبارک سے ان کے لیے بھی کوئی برا کلمہ نہیں نکالا۔ اس نرمی و شیریں بیانی سے گفتگو فرماتے تھے کہ دشمن سخت دل بھی پانی پانی ہو جاتا تھا اور دل دکھانے والے سخت الفاظ سے دشمن کو بھی یاد کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔

لیکن پنجاب کی نبوت خیز سرزمین ضلع گورداسپور کے ایک غیر معروف گاؤں قادیان میں غلام احمد نامی ایک شخص پیدا ہوا اور کچھ لکھ پڑھ کر سیا لکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپے ماہوار پر کلرک لگ گیا۔ اس کے بعد اس کا اپنے متعلق یہ یقین ہو گیا کہ میں ”مصلح اعظم“ ”مسح موعود“ اور ”نبی و رسول“ ہوں بلکہ کامل اتباع اور فانی الرسول کے باعث ”محمد ثانی“ ہوں۔ اس لیے لازم تھا کہ آپ بھی اعلیٰ اخلاق، بہترین تہذیب، حلم و غنم، شیریں کلامی، سنجیدگی و دیگر اخلاقی کمالات سے نہ صرف موصوف ہی ہوتے بلکہ اس میں وہ یکتائے روزگار بھی ہوتے۔ لیکن افسوس کہ مصلح اعظم بننے والے اور نبوت و رسالت کے دعوے کرنے والے مرزا کے ”ظرف“ میں اخلاقِ حسنہ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ بلکہ وہ سراسر اخلاقی کمزوریوں، نکتہ چینییوں، بدگوئیوں اور بدکلامیوں سے لبریز تھا۔ اور یہاں تک کہ آپ نے اس فن دشنام دہی میں ترقی کی تھی کہ اس کو دیکھ کر اور سن کر بد اخلاقی و بد تمیزی بھی شرم و ندامت سے سرگرم ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر مرزا قادیانی کو اس فن کا پیغمبر اعظم کہا جائے تو کچھ بے جا نہیں۔

نگاہِ عبرت سے دیکھئے کہ خداوند تعالیٰ کو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ اس کے مقدس حبیب ﷺ کی نبوت کا روپ بدلنے والے دنیا میں مہذب و خلیق بن کر زندگی بسر کریں۔

کہتے ہیں کہ جو کچھ برتن کے اندر ہوتا ہے وہ باہر نکلتا ہے۔ قادیانی جماعت کے بانی آنجنابی مرزا قادیانی جس طرح ظاہری طور پر بد صورت تھے، اسی طرح باطنی طور پر بھی بد سیرت تھے۔ قادیانی امت انہیں ”سلطانِ اقلیم“ کہتی ہے۔ اس پنجابی نبی کی تحریرات کو ملاحظہ کیا جائے تو جا بجا بد کلامی و بد گوئی کی نجاست و غلاطت بکھری ہوئی نظر آئے گی۔ ذیل میں غلاطت کے ڈھیر میں نمونہ کے طور پر ”سلطانِ اقلیم“ کی تحریروں کے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں ورنہ مرزا قادیانی کی ساری کتابیں ایسی ہی تحریروں سے بھری ہوئی ہیں۔ ان محض، مخرب اخلاق، حیا سوز

گندی اور بازاری تحریروں سے با آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کیا یہ کسی شریف انسان کی تحریریں ہو سکتی ہیں اور ہے کوئی قادیانی جو اپنے ”نبی“ کی ان تحریروں کو گلی، محلے یا گھر میں اپنے اہل خانہ کے سامنے بآواز بلند پڑھ سکے۔

صلائے عام ہے یا ران نکتہ داں کے لیے

پر میشر کی جگہ

VIEW
PROOF

(1)

”پر میشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں۔)“

(چشمہ معرفت ص 106 مندرجہ روحانی خزائن جلد 23 ص 114 از مرزا قادیانی)

پر میشر ہندوؤں کے خدا کو کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے ہندوؤں کے خدا کو اپنی ناف سے دس انگلی نیچے قرار دے کر انہیں بہت بڑی گالی دی۔ اس کے رد عمل میں ہندوؤں نے نہ صرف اپنے جلوسوں میں سر عام اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توہین کی بلکہ مسلمانوں کی دل آزاری پر مبنی ”ستیا رتھ پرکاش“ نامی کتاب بھی لکھی جس کے پہلے ایڈیشن میں صرف 13 ابواب تھے جبکہ مرزا قادیانی کی طرف سے ہندوؤں کی مذہبی شخصیات کو گالیاں دینے کے بعد چودھویں باب کا اضافہ کیا گیا جس میں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ناقابل بیان گالیاں دیں پھر ایک عرصہ بعد رسوائے زمانہ کتاب ”رنگیلا رسول“ بھی لکھی گئی جس سے برصغیر کے مسلمانوں میں کھرام برپا ہو گیا۔ اس کی تمام تر ذمہ داری مرزا قادیانی اور ان کی ذریت پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے ہندوؤں کو اشتعال دلایا۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جھوٹے خداؤں کو بھی گالی نہ دو مادایہ کہ وہ تمہارے سچے خدا کو گالی دیں۔

قادیانی کو کک شاستر

VIEW
PROOF

(2)

”ایک معزز آریہ کے گھر میں اولاد نہیں ہوتی، دوسری شادی کر نہیں سکتا کہ وید کی رو سے حرام ہے آخر ننگ کی ٹھہرتی ہے یا ر دوست مشورہ دیتے ہیں کہ لالہ صاحب ننگ کرائیئے اولاد بہت ہو جائے گی، ایک بول اٹھتا ہے کہ مہر سنگھ جو اسی محلہ میں رہتا ہے اس کام کے بہت لائق ہے، لالہ بہاری لال نے اس سے ننگ کرایا تھا، لڑکا پیدا ہو گیا۔ یہ لالہ لڑکا پیدا ہونے کا نام سن کر باغ باغ ہو گیا۔ بولا مہاراج آپ ہی نے سب کام کرنے ہیں، میں تو مہر سنگھ کا واقف بھی نہیں۔ مہاراج شریر انفس بولے کہ ہاں ہم سمجھا دیں گے رات کو آ جائے گا۔ مہر سنگھ کو خبر دی گئی، وہ محلہ میں

ایک مشہور قمار باز، اول نمبر کا بد معاش اور حرام کار تھا۔ سنتے ہی بہت خوش ہو گیا اور انہیں کاموں کو وہ چاہتا تھا پھر اس سے زیادہ اس کو کیا چاہیے تھا۔ ایک نوجوان عورت اور پھر خوبصورت، شام ہوتے ہی آ موجود ہوا۔ لالہ صاحب نے پہلے ہی دلالہ عورتوں کی طرح ایک کوٹھری میں نرم بستر بچھوا رکھا تھا اور کچھ دودھ اور حلوا بھی دو برتنوں میں سرہانے کی طاق میں رکھوا دیا تھا تاکہ اگر بیرج داتا کو ضعف ہو تو کھا پی لیں۔ پھر کیا تھا آتے ہی بیرج داتا نے لالہ دیوٹ کے نام و ناموس کا شیشہ توڑ دیا اور وہ بد بخت عورت تمام رات اس سے منہ کالا کرتی رہی اور اس پلید نے جو شہوت کا مارا تھا، نہایت قابل شرم اس عورت سے حرکتیں کیں اور لالہ باہر کے والان میں سوئے اور تمام رات اپنے کانوں سے بے حیائی کی باتیں سنتے رہے بلکہ تختوں کی دراڑوں سے مشاہدہ بھی کرتے رہے۔ صبح وہ خبیث اچھی طرح لالہ کی ناک کاٹ کر کوٹھری سے باہر نکلا، لالہ تو مختصر ہی تھے دیکھ کر اس کی طرف دوڑے اور بڑے اوب سے اس پلید بد معاش کو کہا، سردار صاحب رات کیا کیفیت گزری، اس نے مسکرا کر مبارک باد دی اور اشاروں میں جتا دیا کہ حمل ٹھہر گیا۔ لالہ دیوٹ سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے تو اسی دن سے آپ پر یقین ہو گیا تھا جبکہ میں نے بہاری لال کے گھر کی کیفیت سنی تھی اور پھر کہا وید حقیقت میں ودیا سے بھرا ہوا ہے، کیا عمدہ تدبیر لکھی ہے جو خطا نہ گئی۔ مہرنگھ نے کہا کہ ہاں لالہ صاحب سب سچ ہے کیا وید کی آگیا کبھی خطا بھی جاتی ہے میں تو انہی باتوں کے خیال سے وید کوست ودیاؤں کا پستک مانتا ہوں۔ اور دراصل مہرنگھ ایک شہوت پرست آدمی تھا۔ اس کو کسی وید شاستر اور شرقی شلوک کی پروا نہ تھی اور نہ ان پر کچھ اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے صرف لالہ دیوٹ کی حماقت کی باتیں سن کر اس کے خوش کرنے کے لیے ہاں میں ہاں ملا دی مگر اپنے دل میں بہت ہنسا کہ اس دیوٹ کی پتر لینے کے لیے کہاں تک نوبت پہنچ گئی پھر اس کے بعد مہرنگھ تو رخصت ہوا اور لالہ گھر کی طرف خوش خوش آیا اور اسے یقین تھا کہ اس کی استری رام دئی بہت ہی خوشی کی حالت میں ہوگی کیونکہ مراد پوری ہوئی۔ لیکن اس نے اپنے گمان کے برخلاف اپنی عورت کو روتے پایا اور اس کو دیکھ کر تو وہ بہت ہی روئی، یہاں تک کہ چٹخیں نکل نئیں۔ اونٹنگی آنی شروع ہوئی۔ لالہ نے حیران سا ہو کر اپنی عورت کو کہا کہ ”ہے بھگوان آج تو خوشی کا دن ہے کہ دل کی مرادیں پوری ہوئیں اور سچ ٹھہر گیا پھر تو روتی کیوں ہے؟ وہ بولی میں کیوں نہ روؤں؟“ تو نے سارے کنبے میں میری مٹی پلید کی اور اپنی ناک کاٹ ڈالی اور ساتھ ہی میری بھی۔ اس سے بہتر تھا کہ میں پہلے ہی مر جاتی۔ لالہ دیوٹ بولا کہ یہ سب کچھ ہوا مگر اب بچہ ہونے کی بھی کس قدر خوشی

ہوگی وہ خوشیاں بھی تو تو ہی کرے گی مگر رام دئی شاید کوئی نیک اصل کی تھی۔ اس نے ترت جواب دیا کہ حرام کے بچہ پر کوئی حرام کا ہی ہو تو خوشی منائے۔ لالہ تیز ہو کر بولا کہ ہے ہے کیا کہہ دیا۔ یہ تو وید آ گیا ہے۔ عورت کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی بولی میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیسا وید ہے جو بدکاری سکھاتا اور زنا کاری کی تعلیم دیتا ہے۔ یوں تو دنیا کے مذاہب ہزاروں باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں مگر یہ کبھی نہیں سنا کہ کسی مذہب نے وید کے سوا یہ تعلیم بھی دی ہو کہ اپنی پاک دامن عورتوں کو دوسروں سے ہم بستر کراؤ۔ آخر مذہب پاکیزگی سکھانے کے لیے ہوتا ہے نہ بدکاری اور حرام کاری میں ترقی دینے کے لیے۔ جب رام دئی سب باتیں کہہ چکی تو لالہ نے کہا کہ چپ رہو اب جو ہوا سو ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ شریک سنیں اور میرا ناک کاٹیں۔ رام دئی نے کہا کہ اے بے حیا کیا ابھی تک تیرا ناک تیرے منہ پر باقی ہے ساری رات میرے شریک نے جو تیرا ہمسایہ اور تیرا پکا دشمن ہے تیری سہروں کی بیابا ہوتا اور عزت کے خاندان والی سے تیرے ہی بستر پر چڑھ کر تیرے ہی گھر میں خرابی کی اور ہر ایک ناپاک حرکت کے وقت جتا بھی دیا کہ میں نے خوب بدلا لیا۔ سو کیا اس بے غیرتی کے بعد بھی ٹو جیتا ہے۔ کاش تو اس سے پہلے ہی مرا ہوتا۔ اب وہ شریک اور پھر دشمن باتیں بنانے اور ٹھٹھا کرنے سے کب باز رہے گا بلکہ وہ تو کہہ گیا ہے کہ میں اس فتح عظیم کو چھپا نہیں سکتا کہ جو آج وساداول کے مقابل پر مجھے حاصل ہوئی۔ میں ضرور رام دئی کا سارا نقشہ محلے کے لوگوں پر ظاہر کروں گا سو یاد رکھ کہ وہ ہر ایک مجلس میں تیرا ناک کاٹے گا اور ہر ایک لڑائی میں یہ قصہ تجھے جتائے گا اور اس سے کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعویٰ کر دے کہ رام دئی میری ہی عورت ہے کیونکہ وہ اشارہ سے یہ کہہ بھی گیا ہے کہ آئندہ بھی میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ لالہ دیوٹ نے کہا کہ نکاح کا دعویٰ ثابت ہونا تو مشکل ہے البتہ یار انا کا اظہار کرے تو کرے تا ہماری اور بھی رسوائی ہو بہتر تو یہ ہے کہ ہم دلش ہی چھوڑ دیں۔ بیٹا ہونے کا خیال تھا وہ تو ایشر نے دے ہی دیا۔ بیٹے کا نام سن کر عورت زہر خندہ ہنسی اور کہا کہ تجھے کس طرح اور کیوں کر یقین ہوا کہ ضرور بیٹا ہوگا؟ اول تو پیٹ ہونے میں ہی شک ہے اور پھر اگر وہ بھی تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ لڑکا ہی ہوگا؟ کیا بیٹا ہونا کسی کے اختیار میں رکھا ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ حمل ہی خطا جائے یا لڑکی پیدا ہو لالہ دیوٹ بولے کہ اگر حمل خطا گیا تو میں کھڑک سنگھ کو جو اسی محلے میں رہتا ہے نیوگ کے لیے بلاؤں گا، عورت نہایت غصہ سے بولی کہ اگر کھڑک سنگھ بھی کچھ نہ کر سکا تو پھر کیا کرے گا۔ لالہ بولا کہ تو جانتی ہے کہ زرائن سنگھ بھی ان دونوں سے کم نہیں اس کو بلاؤں گا۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو جمل سنگھ، لہنا سنگھ، بوڑھ سنگھ، جیون

سنگھ، صوباسنگھ، خزان سنگھ، ارجن سنگھ، رام سنگھ، کشن سنگھ، دیال سنگھ سب اس محلہ میں رہتے ہیں اور زور اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں، میرے کہنے پر سب حاضر ہو سکتے ہیں، عورت بولی کہ میں اس سے بہتر تجھے صلاح دیتی ہوں کہ مجھے بازار میں ہی بٹھادے، تب دس بیس کیا ہزاروں لاکھوں آسکتے ہیں، منہ کالا جو ہونا تھا، وہ تو ہو چکا مگر یاد رکھ کہ بیٹا ہونا پھر بھی اپنے بس میں نہیں اور اگر ہوا بھی تو تجھے اس سے کیا جس کا وہ نطفہ ہے آخر وہ اسی کا ہوگا اور اسی کی خوبولائے گا کیونکہ درحقیقت وہ اسی کا بیٹا ہے، اس کے بعد رام دئی نے کچھ سوچ کر پھر رونا شروع کیا اور دور دور تک آواز گئی اور آواز سن کر ایک پنڈت نہال چند نام دوڑا آیا اور آتے ہی کہا کہ لالہ سنگھ تو ہے، یہ کیسی رونے کی آواز آئی۔ لالہ ناک کٹا چاہتا تو نہیں تھا کہ نہال چند کے آگے قصہ بیان کرے مگر اس خوف سے کہ رام دئی اس وقت غصہ میں ہے، اگر میں بیان نہ کروں تو وہ ضرور بیان کر دے گی۔ کچھ کھینا سا ہو کر زبان دبا کر کہنے لگا کہ مہاراج آپ جانتے ہیں کہ وید میں وقت ضرورت نیوگ کے لیے آگیا ہے۔ سو میں نے بہت دنوں سوچ کر رات کو نیوگ کرایا تھا، مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے نیوگ کے لیے مہر سنگھ کو بلالیا، پیچھے معلوم ہوا کہ وہ میرے دشمن کرم سنگھ کا بیٹا اور نہایت شریر آدمی ہے، وہ مجھے اور میری امتری کو ضرور خراب کرے گا اور وہ وعدہ کر گیا ہے کہ میں یہ ساری کیفیت خوب شائع کروں گا۔ نہال چند بولا کہ درحقیقت بڑی غلطی ہوئی اور پھر بولا کہ وسادھل تیری سمجھ پر نہایت غی افسوس ہے۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ نیوگ کے لیے پہلا حق برہمنوں کا ہے اور غالباً یہ بھی تجھ پر پوشیدہ نہیں ہوگا کہ اس محلہ کی تمام کھترانی عورتیں مجھ سے ہی نیوگ کراتی ہیں اور میں دن رات اسی سیوا میں لگا ہوا ہوں پھر اگر تجھے نیوگ کی ضرورت تھی تو مجھے بلالیا ہوتا۔ سب کام سدھ ہو جاتا اور کوئی بات نہ نکلتی۔ اس محلہ میں اب تک تین ہزار کے قریب ہندو عورتوں نے نیوگ کرایا ہے مگر کیا کبھی تم نے اس کا ذکر بھی سنا، یہ پردہ کی باتیں ہیں، سب کچھ ہوتا ہے پھر ذکر نہیں کیا جاتا لیکن مہر سنگھ تو ایسا نہیں کرے گا۔ ذرہ دو چار گھنٹوں تک دیکھنا کہ سڑے شہر میں رام دئی کے نیوگ کا شور و غوغا ہوگا۔ لالہ دیوٹ بولا کہ درحقیقت مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ اب کیا کروں۔ اس وقت شریر پنڈت نے جو باعث نہ ہونے رسم پردہ کے رام دئی کو دیکھ چکا تھا کہ جوان اور خوش شکل ہے، نہایت بے حیائی کا جواب دیا کہ اگر اسی وقت رام دئی مجھ سے نیوگ کرے تو میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ مہر سنگھ کے فتنہ کو میں سنبھال لوں گا اور پہلا حمل ایک ٹھکی بات ہے۔ اب بہر حال یقینی ہو جائے گا تب وسادھل دیوٹ تو اس بات پر بھی راضی ہو گیا مگر رام دئی نے سن کر سخت گالیاں اس کو

نکالیں۔ تب وسوا دل نے پھڑت کو کہا کہ مہاراج اس کا بھی حال ہے ہرگز نیوگ کرنا نہیں چاہتی۔ پہلے بھی مشکل سے کرایا تھا جس کو یاد کر کے اب تک رو رہی ہے کہ میرا منہ کالا کیا۔ اسی سے تو اس نے چٹیں ماری تھی جن کو آپ سن کر دوڑے آئے تب وہ شہوت پرست پھڑت وسوا دل کی یہ بات سن کر رام دلی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا نہیں بھاگو ان نیوگ کو برا نہیں ماننا چاہیے۔ یہ وید آگیا ہے مسلمان بھی تو عورتوں کو طلاق دیتے ہیں اور وہ عورتیں کسی دوسرے سے نکاح کر لیتی ہیں سو جیسے طلاق جیسے نیوگ۔ بات ایک ہی ہے۔“

(آریہ دھرم ص 31 تا 34 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 ص 31 تا 34 از مرزا قادیانی)

(3) قادیانی خشوع و خضوع

VIEW
PROOF

”یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اور یاد الہی میں جو کبھی انسان کو حالت خشوع میسر آتی ہے اور وجد اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے یا لذت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس انسان کو رحیم خدا سے حقیقی تعلق ہے جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لیے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالت خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 192 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 192 از مرزا قادیانی)

VIEW
PROOF

(4)

”جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رٹھی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی وہی لذت نطفہ ڈالنے والے کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ۔ پس ایسا ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع و خضوع اور حالت ذوق و شوق رٹھی بازوؤں سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت ہوتا ہے بہر حال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی استعداد ہے۔ حالت خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی استعداد ہے مگر صرف حالت خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس روحانی صورت کے مقابل پر ہی مشابہہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر

کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر دلالت نہیں کرے گی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔ پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کے لیے کوئی لازمی علامت نہیں ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 193 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 193 از مرزا غلام احمد قادیانی)

VIEW
PROOF

(5)

”اور پھر ایک اور مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پکڑ کر رواں ہو جانا بعینہ روئے کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی رونا ہی ہوتا ہے۔ اور جیسے بے اختیار نطفہ اچھل کر صورت انزال اختیار کرتا ہے۔ یہی صورت کمال خشوع کے وقت رونے کی ہوتی ہے کہ رونا آنکھوں سے اچھلتا ہے اور جیسی انزال کی لذت کبھی حلال طور پر ہوتی ہے جبکہ اپنی بیوی سے انسان صحبت کرتا ہے اور کبھی حرام طور پر جبکہ انسان کسی حرام کار عورت سے صحبت کرتا ہے۔ یہی صورت خشوع اور سوز و گداز اور گریہ و زاری کی ہے یعنی کبھی خشوع اور سوز و گداز محض خدائے واحد لا شریک کے لیے ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی بدعت اور شرک کا رنگ نہیں ہوتا۔ پس وہ لذت سوز و گداز کی ایک لذت حلال ہوتی ہے مگر کبھی خشوع اور سوز و گداز اور اس کی لذت بدعات کی آمیزش سے یا مخلوق کی پرستش اور بتوں اور دیویوں کی پوجا میں بھی حاصل ہوتی ہے مگر وہ لذت حرام کاری کے جماع سے مشابہ ہوتی ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 196 مندرجہ روحانی خزائن جلد 21 ص 196 از مرزا غلام احمد قادیانی)

VIEW
PROOF

(6)

قادیانی ترانہ

”چپے چپے حرام کروانا
آریوں کا اصول بھاری ہے
زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں
جس کو دیکھو وہی شکاری ہے

غیر مردوں سے مانگنا نطفہ
 سخت خبث اور نابکاری ہے
 غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے
 وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
 نام اولاد کے حصول کا ہے
 ساری شہوت کی بے قراری ہے
 بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط
 یار کی اس کو آہ و زاری ہے
 دس سے کروا چکی زنا لیکن
 پاک دامن ابھی بچاری ہے
 گھر میں لاتے ہیں اس کے یاروں کو
 ایسی جو رو کی پاسداری ہے
 اس کے یاروں کو دیکھنے کے لیے
 ہر بازار ان کی باری ہے
 ہے قوی مرد کی تلاش انہیں
 خوب جو رو کی حق گذاری ہے“

(آریہ دھرم ص 76,75 مندرجہ روحانی خزائن جلد 10 ص 76,75 از مرزا غلام احمد قادیانی)

پیٹ سے چوہا؟

VIEW
PROOF

(7)

”اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہیے کہ اس کا وہ مبہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا
 اندر علی اندر پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہری کر کے نطفہ بن گیا..... اور اب تک اس کی
 عورت کے پیٹ میں سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔“

(انجام آتھم ص 317,311 مندرجہ روحانی خزائن جلد 11 ص 317,311 از مرزا قادیانی)

رحم پر مہر

VIEW
PROOF

(8)

”خدا تعالیٰ نے اس (عبدالحق غزنوی) کی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی۔“

(تمتہ حقیقت الوحی ص 444 مندرجہ روحانی خزائن جلد 22 ص 444 از مرزا قادیانی)

(9) عضو تناسل کاٹ دینا.....

VIEW
PROOF

”حضرت مسیح موعود کے قریباً ہم عمر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی تھے۔ ان کے والد کا جس وقت نکاح ہوا۔ اگر ان کو حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی حیثیت معلوم ہوتی اور وہ جانتے کہ میرا ہونے والا بیٹا محمد رسول اللہ ﷺ کے قتل اور بروز کے مقابلہ میں وہی کام کرے گا جو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں ابو جہل نے کیا تھا تو وہ اپنے آلہ تناسل کو کاٹ دیتا اور اپنی بیوی کے پاس نہ جاتا۔“

(مرزا بشیر الدین محمود کا خطبہ نکاح، روزنامہ الفضل قادیان مورخہ 2 نومبر 1922ء)

جلد 10 شمارہ 35

(10) بے غسل.....؟

VIEW
PROOF

”اس شخص نے کہا کہ کیا ہم یہودی ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو کہ تمہارے قول و فعل کس سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات پر وہ شخص سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ دیکھو جی مرزا رات کو لگائی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل لوٹا بھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا اور وہ الہام ہوا، میں مہدی ہوں، مسیح ہوں۔“

مجھ جیسا انسان غیرت مند کب روار کھسکتا تھا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی (فداہ جانی دروجی ونفسی وامی والہی) کی نسبت ایسا گندہ جملہ سن سکے۔ بس میں نے اس کے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ اس کی ٹوپی پگڑی سر پر سے اتر کر دور جا پڑی اور کہا او مردود و دشمن مقبول الہی، تو ایسا جملہ ناپاک ایسے صادق مصدوق ظاہر و مطہر انسان کی نسبت اور میرے آقا اور مرشد اور رہنما ہیں۔ خبردار جو آج سے میرے پاس آیا اور یا مجھ سے ملا۔“

(تذکرہ المہدی ص 157 از پیر سراج الحق نعمانی قادیانی)

(11) جہاں سے نکلے تھے.....

VIEW
PROOF

”جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے کہ جاہلوں کے رو برو تو بہت گزاف مارتے ہیں مگر جب کوئی دامن پکڑ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دے کر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔“

(حیات احمد، حضرت مسیح موعود کے سوانح حیات جلد دوم نمبر اول ص 25 از یعقوب علی عرفانی)

عورت کی کارروائی

VIEW
PROOF

(12)

”مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کے لیے مجبور ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بد شکل ہو جائے تو مرد کی قوت فاعلی جس پر سارا مدار عورت کی کارروائی کا ہے، بیکار اور معطل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بد شکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوت مردی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رو سے عورت اس سے طلاق لے سکتی ہے اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ عذر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے۔ کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ دار اور کاربر آ رہی ہو سکتی۔ اور اس سے مرد کا استحقاق دوسری بیوی کرنے کے لیے قائم رہتا ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام ص 282 مندرجہ روحانی خزائن جلد 5 ص 282 از مرزا قادیانی)

نوٹ: (لجنہ اماء اللہ سے تعلق رکھنے والی تمام قادیانی حواریں کارروائی کرواتے وقت مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا ہدایات پر عمل کریں، فائدہ ہوگا۔)

VIEW
PROOF

مرزا قادیانی کی اپنی جماعت کو نصیحت

(13)

”مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جماعت کے آدمیوں کو چاہیے کہ کم از کم تین دفعہ ہماری کتابوں کا مطالعہ کریں اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا۔ اس کے ایمان کے متعلق مجھے شبہ ہے۔“

(سیرت المہدی جلد دوم ص 78 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

منتہی قادیاں کی ”سیرت مقدسہ“ اور آپ کے ”اخلاق عالیہ“ کے تصور سے جہنم انسانیت عرق آلود اور چشم غیرت اشکبار ہے جس کی بدگوئی سے نہ کوئی چھوٹا بچا ہے نہ بڑا۔ غوث وقت قطب دوراں حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گوڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت اپنی کتاب ”مواہب الرحمن“ میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”غیبت و غیبت مایخرج من فیہ“ یہ شخص خود بھی پلیدی ہے اور جو کچھ اس کے منہ سے نکلتا ہے وہ بھی پلیدی حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرزا قادیانی کے جواب میں غلط محمدی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ کو کردی
جواب تلخ ی نہد لب لعل شکر خارا

بندہ خدا مجھے تو جو چاہو کہہ لو۔ لیکن میرے منہ سے تو اسم خدا بھی نکلتا ہے۔ اس کی نسبت ایسا لفظ استعمال کرنا اندیشہ ہے کہ قیامت میں اس کا مواخذہ نہ ہو۔

مولانا محمد کرم الدین جہلمی ”تازیانہ عبرت“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرزا جی کی بدزبانی سے کسی ملت اور کسی فرقہ کا کوئی تنفس نہ بچا ہوگا جو کہ ان کی گالیوں کا نشانہ نہ بنا ہو۔ بعض نے تو آپ کو ترکی بہ ترکی سنائیں۔ اور اکثر سنجیدہ مزاجوں نے سکوت کیا۔ جوں جوں دوسری طرف سے خاموشی ہوتی گئی، مرزا صاحب کا حوصلہ بلند ہوتا گیا۔ گالیوں میں مشاق ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ فن گالیوں کے آپ پر رے امام بن گئے اور گالیوں کی ایجاد میں آپ نے وہ مدِ طولیٰ حاصل فرمایا کہ اس علم کے آپ استاد و ادیب مانے جانے لگے اور دنیا قاتل ہو گئی کہ کوئی شخص امام الزماں کا مقابلہ اس فن میں کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔

رفتہ رفتہ یہ معاملہ حکام وقت کے سامنے پیش آیا۔ اور مختلف مواقع پر آپ کی وہ تصنیفات جو مغفلات کا ایک مجموعہ تھیں دفتر عدالت میں پیش ہوئیں۔ چنانچہ بعض بیدار مغز حکام نے مرزا قادیانی کو ڈانٹا کہ مرزا جی منہ سنبھالیے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کے اصول امن پسندی کو نظر انداز نہ فرمائیے۔ مرزا قادیانی عدالت کے تیور بدلے ہوئے دیکھ کر آئندہ کے لیے قسم کھانے لگے کہ معاف کیجئے آئندہ کے لیے ایسا نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور مسٹر ڈگلس صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے فیصلے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

VIEW
PROOF

(14) چوہڑی زانیہ اور کنجروں کے خواب

”بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدین اور چور اور راجو راور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو بھی کبھی کبھی خجی خواہیں آتی ہیں اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے (تجربہ کے لیے مرزا صاحب ان کے پاس جاتے تھے یا وہ ان کے پاس آتے تھے؟) کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کام تھا انہوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ عجیب نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجرجن کا دن رات زنا کاری کام تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خواہیں

انہوں نے بیان کیس اور وہ پوری ہو گئیں۔“

(ہیئتہ الوحی ص 3 مندرجہ روحانی خزائن جلد 2 ص 5 از مرزا غلام احمد قادیانی)

ٹانک وائٹن

VIEW
PROOF

(15)

”محی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ”ٹانک وائٹن“ کی پلومرکی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائٹن چاہئے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام۔“
مرزا غلام احمد عفی عنہ

(خطوط امام بنام غلام ص 5 از حکیم محمد حسین قریشی قادیانی)

(ٹانک وائٹن ایک ولایتی شراب ہے جو پاکستان بننے سے پہلے ای پلومرکی دکان سے دستیاب ہوتی تھی۔ یہ دکان لاہور ہائی کورٹ کے سامنے کارنر پر واقع ہے۔ اب یہاں نظر کے چشمے وغیرہ ملتے ہیں۔ پہلے اس میں شراب کے چشمے ملتے تھے۔ ناقل)

جائے نفرت

VIEW
PROOF

(16)

”کرم خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار“

(درمبین اردو ص 116 از مرزا غلام احمد قادیانی)

یعنی مرزا قادیانی کہتا ہے کہ میں کرم خاکی ہوں اور آدم زاد نہیں ہوں۔ بلکہ انسانوں کی عار اور جائے نفرت ہوں۔ قادیانیوں کا کہنا ہے کہ اس شعر میں مرزا قادیانی نے عاجزی و انکساری کا اظہار کیا ہے۔ یہ کیسی عاجزی ہے جس میں آدمی خود کو انسان کا بچہ ماننے سے انکار کر دے اور خود کو انسانوں کی نفرت والی جگہ (؟) کو سنی عینہ قادیانی خود ذکر ہیں۔

VIEW
PROOF

”میں ایسے پردے کا قائل نہیں“

(17)

”بیان کیا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی سفر میں تھے۔ شیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ

سٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹھٹھلنے لگ گئے یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور (اور مرزا قادیانی کی؟) اور جوشیلی تھی میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر غیر لوگ ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں الگ بٹھا دیا جائے۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا میں تو نہیں کہتا، آپ کہہ کر دیکھ لیں۔ ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور، لوگ بہت ہیں۔ بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے فرمایا جاؤ جی میں ایسے پردے کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! جواب لے آئے؟“

(سیرت المہدی جلد اول ص 63 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

عشقِ شاعری

VIEW
PROOF

(18)

”خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے غالباً نو جوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں، بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا میرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطہٴ عدم میں پڑے

سب کوئی خداوند بنا دے
 کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
 کرم فرما کے آ او میرے جانی
 بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
 کبھی لکھے گا آخر تک ہو کر
 دلا اک بار شور و غل مچا دے

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
 سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
 مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
 کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی مگر تم کو الفت
 تو یہ مجھ کو بھی جتکایا تو ہوتا
 مری دسوزیوں سے بے خبر ہو
 مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
 دل اپنا اس کو دلوں یا ہوش یا جاں
 کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

(سیرت الہدی جلد اول ص 232، 233 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

گول منہ لمبا منہ

VIEW
PROOF

(19)

”بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ مدت کی بات ہے جب میاں
 ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی پہلی بیوی فوت ہو گئی اور ان کو دوسری بیوی کی تلاش ہوئی تو ایک دفعہ
 حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں دو لڑکیاں رہتی ہیں ان کو میں لاتا ہوں۔ آپ
 ان کو دیکھ لیں پھر ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس سے آپ کی شادی کر دی جائے۔ چنانچہ

حضرت صاحب گئے اور ان دو لڑکیوں کو بلا کر کمرہ کے باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آ کر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں چنانچہ میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے ان کو رخصت کر دیا اور اس کے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے۔ وہ نام تو کسی کا جانتے نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لمبا ہے وہ اچھی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب نے میری رائے لی۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا پھر آپ خود فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص کا چہرہ لمبا ہوتا ہے۔ وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بد نما ہو جاتا ہے لیکن گول چہرہ کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ (کا میاب دلال۔ مرتب) میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں کو کسی احسن طریق سے وہاں لائے تھے اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا جس سے ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا مگر ان میں سے کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا رشتہ نہیں ہوا یہ مدت کی بات ہے۔

(سیرت المہدی جلد اول ص 259 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

کنجی کی رقم

VIEW
PROOF

(20)

”بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت صاحب سے فتویٰ دریافت کیا کہ میری ایک بہن کنجی تھی۔ اس نے اس حالت میں بہت سارے روپیہ کمایا پھر وہ مر گئی اور مجھے اس کا ترکہ ملا مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کروں؟ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہو سکتا ہے۔“

(سیرت المہدی جلد اول ص 261، 262 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

(نوٹ)..... کنجی پیشہ ور فاحشہ عورت کو کہتے ہیں۔

VIEW
PROOF

ممنوعہ چیزیں ”بھنگ دھتورہ افیون“ سب جائز

(21)

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے سل دق کے مریض کے لیے ایک گولی بنائی تھی۔ اس میں کونین اور کافور کے

ملادہ افنون، بھنگ اور دھتورہ وغیرہ زہریلی ادویہ بھی داخل کی تھیں اور فرمایا کرتے تھے کہ دوا کے
 اور پر علاج کے لیے اور جان بچانے کے لیے ممنوع چیز بھی جائز ہو جاتی ہے۔“
 (سیرت المہدی جلد سوئم ص 111 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

احتمام

VIEW
PROOF

(22)

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب کے خادم میاں
 حامد علی کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا۔ جب میں نے یہ روایت سنی تو
 بہت تعجب ہوا کیونکہ میرا خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا پھر بعد فکر کرنے کے اور طبی طور پر اس
 مسئلہ پر غور کرنے کے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ احتلام تین قسم کا ہوتا ہے ایک فطرتی، دوسرا شیطانی
 خواہشات اور خیالات کا نتیجہ اور تیسرا مرض کی وجہ سے۔ انبیاء کو فطرتی اور بیماری والا احتلام ہو سکتا
 ہے مگر شیطانی نہیں ہوتا۔ لوگوں نے سب قسم کے احتلام کو شیطانی سمجھ رکھا ہے جو غلط ہے۔“

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 242 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

نماز میں نامناسب تکلیف

VIEW
PROOF

(23)

”قاضی محمد یوسف صاحب پشوری نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں
 حضرت اقدس حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لیے کھڑے ہوا
 کرتے تھے جو مسجد مبارک میں بجانب مغرب تھی مگر 1907ء میں جب مسجد مبارک وسیع کی گئی تو
 وہ کوٹھڑی منہدم کر دی گئی۔ اس کوٹھڑی کے اندر حضرت صاحب کے کھڑے ہونے کی وجہ غالباً یہ تھی
 کہ قاضی یار محمد صاحب حضرت اقدس کو نماز میں تکلیف دیتے تھے۔“

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی یار محمد صاحب بہت مخلص آدمی تھے مگر ان کے دماغ میں
 کچھ خلل تھا جس کی وجہ سے ایک زمانہ میں ان کا یہ طریق ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کے جسم
 (خاص حصہ) کو ٹٹولنے لگ جاتے تھے اور تکلیف اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے۔“

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 265 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

VIEW
PROOF

(24)

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک میں حضور

(مرزا قادیانی) نماز جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آج کل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کوٹھڑی کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے لگا اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھلی صف میں جگہ ملتی۔ تو ہر سجدہ میں وہ صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے۔ وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آ کر حضور (مرزا قادیانی) نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع کر دیا۔ مگر وہ بھلا مانس حتی المقدور وہاں بھی پہنچ جایا کرتا اور ستایا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہاں نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مسجد کی توسیع ہو گئی۔ یہاں بھی آپ دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں جمعہ اور عیدین کے موقع پر آپ صفِ اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو ویسے مخلص تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔“

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 268، 269 از مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی)

بھانو

VIEW
PROOF

(25)

”ڈاکٹر سیر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ام المومنین (مرزا قادیانی کی بیوی) نے ایک دن سنایا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڑھی ملازمہ مسماۃ بھانو تھی۔ وہ ایک رات جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی۔ حضور کو دبانے بیٹھی چونکہ وہ لحاف کے اوپر سے دبا رہی تھی اس لیے اسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دباری ہوں۔ وہ حضور کی ٹانگیں نہیں ہیں بلکہ پٹنگ کی پٹی ہے توڑی ویر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا بھانو آج بڑی سردی ہے۔ بھانو کہنے لگی ”ہاں جی تدے تے تہاڑی لتاں لکڑی وانگر ہویاں ہویاں ایس۔“ یعنی جی ہاں جی تو آج آپ کی لتاں لکڑی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکستار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھانو کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتنا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تمہاری حس کنزور ہو رہی ہے

اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز (ہائے) کو دوبارہ ہی ہو مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیفہ کر دیا۔“
(سیرت الہدی جلد سوئم ص 210 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

”نبی معصوم“

VIEW
PROOF

(26)

”شوال ششم: حضرت اقدس (مرزا قادیانی) غیر عورتوں سے ہاتھ پاؤں کیوں دہاتے ہیں؟
جواب: وہ نبی معصوم ہیں ان سے مس کرنا اور اختلاط منع نہیں بلکہ موجب رحمت و برکات ہے۔“

(قادیانی اخبار الحکم قادیان جلد 11 نمبر 13 مورخہ 17 اپریل 1907ء)

زینب بیگم

VIEW
PROOF

(27)

”ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ میں تین ماہ کے قریب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی خدمت میں رہی ہوں گرمیوں میں پٹکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پٹکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس اثنا میں کسی قسم کی تھکان و تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقعہ آیا کہ عشاء کی نماز سے لے کر صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقعہ ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غنودگی اور نہ تھکان معلوم ہوئی بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ (موقعہ بھی تو سرور کا تھا۔ مرتب) اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے تو مجھ کو ان کی خدمت کے لیے بھی اسی طرح کئی راتیں گزارنی پڑیں تو حضور نے فرمایا کہ زینب اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے (کیوں؟) اور آپ کئی دفعہ اپنا تہک (؟) مجھے دیا کرتے تھے۔“

(سیرت الہدی جلد سوئم ص 272، 273 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

لڑکی کیسی ہونی چاہیے

VIEW
PROOF

(28)

”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے

لاہور کی پہلی شادی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے گورداسپور میں کرائی تھی۔ جب رشتہ ہونے لگا۔ تو لڑکی کو دیکھنے کے لیے حضور نے ایک عورت کو گورداسپور بھیجا۔ تاکہ وہ آکر رپورٹ کرے کہ لڑکی صورت و شکل وغیرہ میں کیسی ہے اور مولوی صاحب کے لیے موزوں بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ عورت گئی۔ جاتے ہوئے اسے ایک یادداشت لکھ کر دی گئی۔ یہ کاغذ میں نے لکھا تھا اور حضرت صاحب نے بمشورہ حضرت ام المومنین لکھوایا تھا۔ اس میں مختلف باتیں نوٹ کرائیں تھیں۔ مثلاً یہ کہ لڑکی کا رنگ کیسا ہے۔ قد کتنا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کوئی نقص تو نہیں۔ ناک ہونٹ گردن دانت چال ڈھال وغیرہ کیسے ہیں۔ غرض بہت ساری باتیں ظاہری شکل و صورت کے متعلق لکھوادی تھیں کہ ان کی بابت خیال رکھے اور دیکھ کر واپس آکر بیان کرے۔ جب وہ عورت واپس آئی اور اس نے ان سب باتوں کی بابت اچھا یقین دلایا تو رشتہ ہو گیا۔ اسی طرح جب خلیفہ رشید الدین صاحب نے اپنی بڑی لڑکی حضرت میاں صاحب (مرزا صاحب) کے لیے پیش کی تو ان دنوں میں یہ خاکسار ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس چکراتہ پہاڑ پر جہاں وہ متعین تھے بطور تبدیلی آب و ہوا کے گیا ہوا تھا۔ واپسی پر مجھ سے لڑکی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے پوچھا گیا۔ پھر حضرت میاں صاحب سے بھی شادی سے پہلے کئی لڑکیوں کا نام لے لے کر حضور نے ان کی والدہ کی معرفت دریافت کیا کہ ان کی کہاں مرضی ہے۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب نے بھی والدہ ناصر احمد کو انتخاب فرمایا اور اس کے بعد شادی ہو گئی۔“

(سیرت المہدی جلد سوئم ص 296 از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

تھیٹر

VIEW
PROOF

(29)

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے امر تر جانے کی خبر سے بعض اور احباب بھی مختلف شہروں سے وہاں آ گئے۔ چنانچہ کپور تھلہ سے محمد خاں صاحب اور منشی ظفر احمد صاحب بہت دنوں وہاں ٹھہرے رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور منشی صاحب اور میں ہر دو نجف البدن اور چھوٹے قد کے آدمی ہونے کے سبب ایک ہی چار پائی پردوں لیٹ جاتے تھے۔ ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا۔ جو مکان کے قریب ہی تھا۔ اور تماشا ختم ہونے پر دو بجے رات کو واپس آیا۔ منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی کہ مفتی صاحب رات تھیٹر چلے گئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے

تاکہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا۔ مٹی ظفر احمد صاحب نے خود ہی مجھ سے ذکر کیا کہ میں تو حضرت صاحب کے پاس آپ کی شکایت لے کر گیا تھا اور میرا خیال تھا کہ حضرت صاحب آپ کو بلا کر تعبہ کریں گے۔ مگر حضور نے تو صرف یہی فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔“

(ذکر حبیب ص 18 از مفتی محمد صادق قادریانی)

ایہو کڑی لینی اس

VIEW
PROOF

(30)

”آج میں نے بوقت صبح صادق چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے۔ اس میں میری بیوی والدہ محمود اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے۔ اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں۔ اور وہ پانی لا کر ایک گھرے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ (قادریانی حوزہ تافل) پیردوں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا پٹڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لیے اشتہار دیئے تھے۔ لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا اس نے کہا۔ یا دل میں کہا کہ میں آگئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آ جاوے۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ** (تذکرہ مجموعہ الہامات ص 831 طبع دوم از مرزا غلام احمد قادریانی)

پیغمبری ادویات

VIEW
PROOF

(31)

ڈاکٹر میر محمد اسلمیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مفصلہ ذیل ادویات حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے صندوق میں رکھتے تھے۔ اور انہی کو زیادہ استعمال کرتے تھے۔ انگریزی ادویہ میں سے کونین، ایسٹن سیرپ، فولڈارگٹ، وائٹنم اپنی کاک، کوکا اور کولا کے مرکبات، سپرٹ ایمونیا، بید مشک، مٹرانس وائن آف کاڈلور، آکل، کلوروڈین کاکل پل سلفیورک ایسڈ ایروینک، سٹائس ایملشن رکھا کرتے تھے۔ اور یونانی میں سے مشک، عنبر، کافور، پینگ، جدوار اور ایک مرکب جو خود تیار کیا تھا یعنی تریاق الہی رکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ پینگ غرباء کی مشک ہے۔ اور فرماتے تھے کہ افیون میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اسی لیے اسے حکماء نے تریاق کا نام دیا ہے۔ ان میں سے بعض دوائیں اپنے لیے ہوتی تھیں۔ اور بعض دوسرے لوگوں کے لیے۔

کیونکہ اور لوگ بھی حضور کے پاس دوا لینے آیا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی جلد سوم ص 284، از مرزا بشیر احمد ایم اے ابن مرزا قادیانی)

نسخہ زود جام عشق

VIEW
PROOF

(32)

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تجرد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو ”زود جام عشق“ کے نام سے مشہور ہے، منوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفہ اول بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا۔ تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔

نسخہ زود جام عشق یہ ہے۔ جس میں ہر حرف سے دوا کے نام کا پہلا حرف مرا ہے:

زعفران، دارچینی، جاکفل، انیون، مشک، عطر قرحاش، شکر، قرفل یعنی لوگ۔ ان سب کو ہموزن کوٹ کر گولیاں بناتے ہیں اور روغن سم الفار میں چرب کر کے رکھتے ہیں اور روزانہ ایک گولی استعمال کرتے ہیں۔

الہامی ہونے کے متعلق دو باتیں سنی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ نسخہ ہی الہام ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ کسی نے یہ نسخہ حضور کو بتایا۔ اور پھر الہام نے اسے استعمال کرنے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔ (سیرت المہدی جلد سوم ص 50، 51، از مرزا بشیر احمد ایم اے)

بیوی کے لیام نے عزت رکھ لی

VIEW
PROOF

(33)

مکرم مولوی عبدالرحمن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے (گویا نومبر 1884ء میں) ایک روز مجھے فرمایا۔ میاں حامد علی! سفر پر جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکروہوں کے محلہ کے قریب پہنچے تو مرزا اسماعیل بیگ صاحب سے فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہیں رخصتانہ اور ولیمہ ہوگا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر خط لکھوں گا۔ اُس وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا۔ تاکہ میری واپسی تک وہ رو دھو بیٹھے۔ میں حضور کی یہ بات سن کر سخت حیرت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا (اور حضور کو کھلاتا تھا لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا)۔ مرزا اسماعیل بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں بمشکل ضبط کیا لیکن نہر

کے ہل پر پہنچے تو عرض کیا۔ آپ کی حالت آپ پر اور نہ مجھ پر غلطی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے۔ فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

دہلی میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کے ہاں پہنچے تو بیٹھک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی بیوی صاحبہ (حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم صاحبہ) ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات میں نہایت بیقرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدت اضطراب کی وجہ سے میری نیند کا فور ہو گئی۔ اور میں رات بھر حضور کے لیے نہایت تضرع سے دعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ آؤ! لال قلعہ کی طرف سیر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کتنی پردہ پوش اور با وفا ہے کہ رات بیوی صاحبہ کو پھر ایام شروع ہو گئے اور ہمیں چھٹی ہو گئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنین کو لے کر قادیان تشریف لے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میر صاحب نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑکی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھجوا کر لکھا کہ مجھے تصنیف کے کام کی وجہ سے فرصت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آپ کو لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر بچی کو لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ بھیج دیا اور لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میر صاحب آپ کو چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنین کے اخلاق عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔

میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ بیوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گذر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز سیر میں حضور نے ہمیں فرمایا کہ تم لوگ دعویٰ محبت کرتے ہو۔ میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معلوم کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس کے متعلق دعا کرو۔ اور جو پتہ لگے بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خواہیں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع حمہ غلام نبی اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاری طور پر میری زبان پر درود شریف جاری ہو گیا۔ اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے

ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اس پر میں بیدار ہو گیا۔ اور صحن میں نکل کر دیکھا تو رات چاندنی ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ صبح ہو گئی ہے۔ اور میں قادیان کو روانہ ہو گیا۔ جب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان کی بیٹھک والی جگہ پر پہنچا تو حضور بیت الفکر میں ٹہل رہے تھے اور اس وقت فجر کی اذان کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے کوچہ سے السلام علیکم عرض کیا۔ تو حضور نے جواب دے کر پوچھا۔ کون ہے؟ عرض کیا۔ حامد علی۔ فرمایا۔ خیر ہے؟ عرض کیا کہ خیر ہے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواب بیان کی۔ فرمایا۔ یہی بات تھی جس کے لیے ہمیں نے آپ دوستوں کو دعا کے لیے کہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کر دہ وہ دواڑ ہائی پیسے کا معمولی نسخہ بنا کر حضور کو استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہوا کہ کچھ عرصہ تک حضور ہر نماز غسل کر کے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتا دیا جو بے حد مفید ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کی روایت ہے:

”حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تجرد میں رہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قومی میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو ”زدجام عشق“ کے نام سے مشہور ہے بنا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفہ اول بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں نذر دیئے۔“

یہ ساری تفصیل فضل الہی کے نشان کی خاطر دی گئی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں:

”اس وقت میرا دل و دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر ابھی بکفی دور نہیں ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردی کا لحد تھی۔ اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بنالوی نے مجھے خط لکھا تھا..... کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلاء پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری قوت، صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کئے۔“

(اصحاب احمد جلد سیزدہم از ملک صلاح الدین قادیانی)

VIEW
PROOF

(34) یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ

”جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں۔ مگر قیام انگلستان کے دوران میں مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خان صاحب سے جو میرے ساتھ تھے کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں۔ جہاں یورپین سوسائٹی عربیائی سے نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک اوپیرا میں لے گئے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ اوپیرا سینما کو کہتے ہیں۔ چودھری صاحب نے بتایا کہ یہ اعلیٰ سوسائٹی کی جگہ ہے جسے دیکھ کر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان لوگوں کی کیا حالت ہے۔ میری نظر چونکہ کمزور ہے۔ اس لیے دور کی چیز اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔ میں نے چودھری صاحب سے کہا کیا یہ نگلی ہیں۔ انہوں نے بتایا یہ نگلی نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ مگر باوجود اس کے وہ نگلی معلوم ہوتی تھیں۔ تو یہ بھی ایک لباس ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کے شام کی دھوتوں کے گاؤن ہوتے ہیں۔ نام تو اس کا بھی لباس ہے۔ مگر اس میں سے جسم کا ہر حصہ بالکل ننگا نظر آتا ہے۔“

(روزنامہ اخبار الفضل قادیان دارالامان مورخہ 24 جنوری 1934ء)

کبھی کبھی زنا

VIEW
PROOF

(35)

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے۔ اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں۔ اگر انہوں نے کبھی کبھار زنا کر لیا۔ تو اس میں حرج کیا ہوا۔ پھر لکھا ہے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اعتراض نہیں۔ کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے۔ ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔“

(روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ 31 اگست 1938ء)

تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق

”زمین و آسمان اپنے جائے قیام بدل سکتے ہیں فرشتے زمین پر اور انسان آسمان پر نکل ہو سکتے ہیں لیکن خدائے برتر ایسے انسانوں کو کبھی معاف نہیں کرے گا جن کی مذہبی قیادت

نے ہزاروں عصمتوں پر ڈاکے ڈالے جو رہبر کے بھیس میں دنیا کے سامنے آیا، لوگ اسے رہنما سمجھ کر پیچھے ہو لیے لیکن وہ رہزن نکلا۔ دنیا نے اسے انسان سمجھا لیکن وہ بھیڑیا ثابت ہوا۔ اس نے اپنے چاروں طرف ظلمتیں پھیلا دیں تاکہ اس کی بے راہ روی پر پردے پڑے رہیں۔“ بظاہر رہنما باطن رہزن یہ کون شخص تھا؟ یہ تھا مرزا بشیر الدین قادیانی۔

مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا بیٹا تھا، اس پر زنا کا الزام تو اتر کے ساتھ اس کے مریدوں نے لگایا۔ اس نے قادیان و ربوہ کے کسی قابل ذکر لڑکے و عورت کو نہیں چھوڑا۔ اس کی بدکرداریوں پر انہی کے اپنے آدمی، یعنی قادیانیوں کا تبرہ اعداد و شمار شواہدات، حلفی بیانات، مباہلے، قسمیں، حکومت کو درخواستیں، بشیر الدین سے خط و کتابت غرضیکہ ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ آپ پڑھ کر پکار اٹھیں گے کہ جس طرح مرزا قادیانی اس صدی میں دنیا کا سب سے بڑا کذاب تھا۔ اسی طرح آپ یقین کریں گے کہ اس صدی کا سب سے بڑا بدکردار شخص مرزا بشیر الدین تھا جس نے اپنی بیٹیوں تک کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ مرزائیوں کے منہ پر مرزائیوں کے جوتے یہ اس کتاب کا تعارف ہے۔ مصنف کے باپ فخر الدین ملتانی کو مرزا بشیر الدین محمود نے محض اس لیے قتل کر دیا تھا کہ اس نے بشیر الدین کے کریکٹر سے متعلق قادیان میں ایک اشتہار شائع کیا تھا۔ قادیانیوں کی قادیانی سربراہ کے متعلق تصنیف اور تحریری شہادت ایک تاریخی دستاویز ہے اور ایک ایسا آئینہ ہے جس میں قادیانی اپنے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی عریاں تصویریں دیکھ سکتے ہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود آنجہانی نام نہاد مرزائی خلیفہ کی عریاں، شرم ناک، سنگین و رنگین کہانی کو حلف مؤکد مذہب کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے اور مرزائیوں کی عورتوں اور مردوں کی حلیہ شہادتوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا بشیر الدین ایک زانی و بد معاش شخص تھا جو تقدس کے پردہ میں عورتوں اور لڑکوں کا شکار کرتا تھا۔

مظہر الدین ملتانی قادیانی نے راسپوٹین مرزا محمود کے متعلق جو انکشافات کیے ہیں، وہ پڑھنے کے لائق ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مظہر الدین ملتانی آخری وقت تک قادیانی مذہب پر قائم رہے۔ صرف مرزا محمود سے اس کی رنگینیوں اور سنگینیوں کی وجہ سے اختلاف رہا۔ سچ ہے اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔

مبہلہ جائز ہے

”حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے تین حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔ اس میں زنا کے الزام پر مبہلہ کرنے کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ زنا کے الزام لگانے والے خواہ چار گواہ پیش نہ بھی کریں تو وہ میدان مبہلہ میں نکل آئیں تو ان سے مبہلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضور کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

1- ”مبہلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔“

(الحکم، 24 مارچ 1902ء)

2- دوم اس ظالم کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اور اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً مستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے پچشم خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خور ہے۔ کیونکہ پچشم خود اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ تو اس حالت میں بھی مبہلہ جائز ہے۔ کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت کی بنا رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہنچانا چاہتا ہے۔“

(الحکم، 24 مارچ 1902ء)

3- ”یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے پچشم خود زنا کرتے دیکھا ہے یا پچشم خود شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لیے مبہلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔“

(تبلیغ رسالت، جلد نمبر 2، ص 2)

خلیفہ صاحب کی عیاری

خلیفہ صاحب ربوہ نے جب یہ دیکھا کہ میری بدچلتی کا بھانڈا چورا ہے میں پھوٹ رہا ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے فتویٰ کی روشنی میں چار گواہوں کی بھی ضرورت نہیں اور کہیں احمدی جماعت کے افراد مجھے مبہلہ کے لیے تیاری شروع نہ کروادیں، فوراً کمال چابکدستی سے پیٹریوں بدلا کہ میں مبہلہ کے لیے تیار ہوں مگر گناہ شخص دعوت مبہلہ دے رہا ہے۔ اس لیے

اس سے مباہلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور 8 ستمبر 1956ء کے الفضل میں گواہیوں کو رد کرتے ہوئے میاں زاہد کی گواہی کو سراہا اور یوں فرمایا:

”کہ مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے لیے میاں زاہد کی گواہی اور اپنا حافظہ کافی ہے۔“

(الفضل، 8 ستمبر 1956ء)

الفضل 31 جولائی 1956ء میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ نے یہ بھی شکوہ فرمایا ہے کہ ”ہر عقل مند انسان سمجھ سکتا ہے کہ گناہ شخص سے مباہلہ کون کر سکتا ہے۔“

(الفضل، 31 جولائی 1956ء)

میاں زاہد سے میری بیویاں پردہ نہیں کرتیں

چونکہ خلیفہ صاحب کو اپنے حافظہ پر ناز ہے۔ بھولنا بھی ان کے بس کی بات نہیں۔ حفظہ ما تقدم کے طور پر یاد کروانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہاں! یہ وہی میاں زاہد ہیں جن کو آپ نے مورخہ 8 ستمبر 1956ء کے الفضل میں فرمایا تھا کہ میری بیویاں میاں زاہد سے پردہ نہیں کرتیں۔ الفضل..... میں عرض کر رہا تھا۔ یہ دونوں صورتیں میاں زاہد نے پوری کر دیں، جو ان کے بیان سے ظاہر ہے۔ اس لیے غور سے ملاحظہ کیجئے:

شہادت نمبر 1

چیلنج مباہلہ



بنام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان

صدق و کذب میں فیصلہ کا آسان طریق

اب میاں زاہد صاحب کا بیان مباہلہ بغیر تبرہ کے شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور میاں محمود احمد صاحب ان کی گواہی از خود تسلیم کر چکے ہیں۔ اس لیے آپ بغیر کسی تاویل کے حضرت مسیح موعود کے فتویٰ کی روشنی میں اس مباہلہ کو قبول فرمائیے۔ ”مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین کی بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔“

(اخبار الحکم)

کیونکہ آپ عجیب و غریب تفرقہ انگیز فتویٰ مثلاً یہ کہ تمام روئے زمین کے کلمہ گو مسلمان کافر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز قطعی حرام ہے۔ ان کے اور ان کے معصوم بچوں کا جنازہ تک پڑھنا ناجائز اور ان سے رشتہ و ناٹھ حرام ہے صادر فرمانے کی وجہ سے مسلمانوں میں خصوصاً اور باقی دنیا میں عموماً کافی شہرت رکھتے ہیں۔ آنجناب کا دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے مقرر کردہ خلیفۃ المسلمین ہیں اور خدا نے ہی آپ کو دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لیے مامور فرمایا ہے اور اگر فی زمانہ کوئی روحانیت کا مجسم نمونہ اور اسلام کا سچا حامی علمبردار ہے تو وہ آپ کی ذات والا صفات ہے۔

خلافت مآب کے ان عظیم الشان دعاوی نے ایک دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ اس قادر مطلق خیر و علیم جس سے کوئی نہاں در نہاں فعل پوشیدہ نہیں اور جس نے ابتدائے عالم سے مخلوق کو گمراہی سے بچانے کے سامان پیدا کیے اور بالآخر ہمارے مولیٰ و آقا سید الکونین حضرت محمد ﷺ کو دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ کسی ایسے شخص کو زیادہ مہلت دیتا جو اس کے اور اس کے پاک رسول ﷺ کے نام کی آڑ میں بدگمان خدا کو گمراہ کر رہا ہو۔ آج اس مسبب الاسباب کے پیدا کردہ یہ سامان ہیں کہ خود خلیفہ قادیان کے مخلص مرید آنجناب کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں اور عرصہ سے خلافت مآب کو جو پیشتر ازیں ہر مخالف کو مہملہ کے لیے بلایا کرتے تھے ان کے مشتبہ چال چلن پر مہملہ کی دعوت دے رہے ہیں مگر آج تک اس روحانیت پاکیزگی اور تعلق باللہ کے مدعی کو میدان میں آنے کی جرأت نہیں۔

خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لیے اور دنیا پر حقیقت کو بے نقاب اور جملہ برادران اسلامی کی آگاہی کے لیے بذریعہ اشتہار ہذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر عائد کردہ الزامات غلط ہیں تو وہ میدان مہملہ میں آ کر اپنی روحانیت کی صداقت کا ثبوت دیں مگر خلافت مآب نے آج تک اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر اتمام الحجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ قادیان کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن پر الزامات کے خلاف دعا مہملہ کریں تاکہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے اور دنیا اس مہملہ کے نتیجے سے حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔

کیا میں امید کروں کہ آنحضرت ﷺ کی مماثلت کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو مجروح کرنے والا اور تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کا مصداق ہونے کا دعوے دار اس دعوت مہملہ کو

قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا۔

ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے جس کے قائم مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے اور جس کو آپ بعد آنحضرت ﷺ حقیقی نبی تسلیم کرتے ہیں تاکہ خلیفہ صاحب یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مبہلہ جائز نہیں۔

مبہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔ (اخبار الحکم)

خاکسار خلیفہ قادیان کا ایک سابق مرید محمد زاہد اخبار مبہلہ قادیان۔

شہادت نمبر 2

چونکہ شریعت نے عورتوں کو پردے کی اجازت دی ہے اس لیے اس نام کو بے پردہ نہیں کہا گیا۔ اس کی فی الحال ضرورت تو نہ تھی لیکن اس خوف سے کہ خلیفہ صاحب کو ٹال مٹول کا موقع نہ ملے کہ عورتوں کی گواہی کسی کی بھی نہیں۔ اس لیے مبہلہ نامی اخبار قادیان میں بیان شائع ہوا ہے وہ ایک احمدی قادیانی خاتون کا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے:

VIEW
PROOF

ایک احمدی خاتون کا بیان

میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاسکے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت مخلص احمدی ہیں۔ ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا جس میں اپنے ایک کام کے لیے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے عرض کیا

مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا گھبراؤ مت۔ باہر آدی میرا انتظار کر رہے ہیں ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور چٹکنیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں میں تھی وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بدبو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں انہوں نے پی ہو۔ کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی۔ مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔“

(از حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر)

شہادت نمبر 3

VIEW
PROOF

خاکسار پرانا قادیانی ہے اور قادیان کا ہر فرد و بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی دامنگیر ہوا اور میں قادیان ہجرت کر آیا۔ قادیان میں سکونت اختیار کی۔ خلیفہ قادیان کے محکمہ قضاء میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور اخلاص مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دوا گھر کے نام ایک دوا خانہ کھولا۔ جس کے اشتہارات عموماً اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش میری عقیدت کو زائل کرنے کا باعث ہوئی ورنہ اگر میں قادیانی بھائیوں کی طرح دور دور ہی رہتا تو آج مجھے اس تجارتی کمپنی کے ایکٹروں کے سربستہ رازوں کا انکشاف نہ ہوتا یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنالیتا یا خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا تو بھی مجھے آج اس اعلان کی جرأت نہ ہوتی.....

(خاکسار شیخ مشتاق احمد احمدیہ دوا گھر قادیان)

شہادت نمبر 4

VIEW
PROOF

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعینوں کا کام

ہے یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا خواہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو میں حلف مؤکد عذاب اٹھانے کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لیے نکلیں تو میں مباہلہ کے لیے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے دلی ارادہ سے لکھ دیئے ہیں تاکہ دوسروں کے لیے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام (خاکسار ڈاکٹر محمد عبداللہ آنکھوں کا ہسپتال قادیان حال لالکپور)

شہادت نمبر 5 (خلیفہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر یہ تحریر کرتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار عیش پرست اور بدچلن انسان ہے۔ میں ہر وقت اس سے مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔ (مستری اللہ بخش احمدی قادیان)

شہادت نمبر 6

VIEW
PROOF

بیگم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب مرحوم ہم زلف خلیفہ ربوہ فرماتی ہیں ”مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ بدچلن زنا کار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے دیکھا اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد عذاب حلف اٹھاتی ہوں۔“

بے خوف مجاہد

VIEW
PROOF

خان عبدالرب خان صاحب برہم صدر انجمن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے اور سر محمد ظفر اللہ کی کوشی کے ایک حصہ میں رہائش پذیر تھے۔ آپ نے مرزا محمود کی ہمیشہ کا دودھ بھی پیا ہوا ہے۔ اس سے آپ گہرے مراسم کا اندازہ لگائیے۔ باوجود اس قدر گہرے تعلقات کے جب حق کی بات کا قصہ آیا، حق کو مقدم کر کے خدا کو خوش کر لیا۔

امرواقعہ یہ ہے کہ آپ نے ایک مخلص قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی آلودہ زندگی کے مخفی و رخصتی حقائق سنائے۔ اس پر مخلص احمدی دوست نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھ بھیجا کہ خان صاحب موصوف نے آپ کی بدچلنی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل اس نے ایسے دیئے ہیں جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس

شکایت کے چند گھنٹے بعد مرزا بشیر احمد ایم۔ اے المعروف ”قمر الانبیاء“ نے خان صاحب موصوف کو بلا کر سمجھایا کہ اگر حضور کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا۔ آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا اب بس کام بن گیا۔

ان کے ایک آدھ گھنٹہ بعد برہم صاحب کو قصر خلافت میں مرزا محمود احمد صاحب نے بلایا۔ جب آپ وہاں گئے تو وہ مخلص احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنخواہ دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا تا کہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جاسکے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس بے خوف مجاہد نے کہا جو کچھ میں نے آپ کی بدچلنی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ حرف بحرف درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گننے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری ہمشیرہ کا دودھ بھی پیا ہوا ہے خان صاحب موصوف نے کہا یہ درست ہے لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیا داری کے مقابلہ میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لیے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہے۔ اس لیے آپ نے قصر خلافت سے آ کر از خود بیعت سے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب بلائے دمشق بھی لکھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ خلیفہ قادیان غیر صالح ہے۔ اس کا اشتہار اس کتاب کے صفحہ 80 پر ملاحظہ کریں۔ خان صاحب کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے:

شہادت نمبر 7 (حلفیہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں شرعی طور پورا پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے اگر وہ مباہلہ کے لیے آمادگی کا اظہار کریں تو میں خدا کے فضل سے ان کے مقابلہ مباہلہ کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔
(عبدالرب خاں برہم)

شہادت نمبر 8 (حلفیہ شہادت)

VIEW
PROOF

میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات منجملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک وجہ اعظم جناب خلیفہ صاحب کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ صاحب مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار ہے۔ اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تعفیہ کے

لیے مہبلہ کرنا چاہیں تو میں میدان مہبلہ میں آنے کے لیے تیار ہوں۔ فقط
(خاکسار عتیق الرحمن فاروق سابق مبلغ جماعت احمدیہ (قادیان)

شہادت نمبر 9 (حلفیہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنیوں کا کام ہے مندرجہ ذیل شہادت لکھتا ہوں۔ بیان کیا مجھے میری والدہ نے کہ میں حضرت خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کے گھر رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جو ان نامحرم لڑکیوں پر عمل مسمریزم کر کے انہیں سلا دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے کاٹتے۔ تب بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔

2- ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب انہی سیڑھیوں پر اترتے آرہے تھے۔ جب میرے مقابل پہنچے تو انہوں نے میری چھاتی پکڑ لی۔ میں نے زور سے چھڑائی۔

(خاکسار علی حسین)

شہادت نمبر 10

VIEW
PROOF

جناب ملک عزیز الرحمن صاحب جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور قادیانی جماعت کے مشہور و معروف سرگرم مبلغ ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی مصنفہ احمدیہ پاکٹ بک کے حقیقی برادر ہیں۔ آپ واقف زندگی ہو کر ربوہ میں عرصہ تک قیام پذیر رہے اور دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں بطور سپرنٹنڈنٹ کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور آپ فارن مشن اکاؤنٹس کے انچارج بھی تھے۔ ان کی شہادت پیش خدمت ہے:

حلفیہ شہادت

VIEW
PROOF

میں اس قہار خدا کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنیوں کا کام ہے یہ بیان کرتا ہوں کہ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض واقف زندگی ربوہ (حال راولپنڈی) نے میرے سامنے میرے مکان واقعہ لاہور پر کئی ایک ایسے واقعات بیان کئے جن سے خلیفہ صاحب ربوہ کے اوّل درجہ بدکار ہونے کا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ اس نے میرے اور چند دوستوں کے سامنے بالوضاحت یہ بیان

دیا کہ خلیفہ صاحب نے مزید فرمایا کہ میں نے اس تمام بدکاری کو چشم خود دیکھا۔ اگر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض اس بیان مذکورہ بالا سے انحراف کریں تو میں ان سے حلف مؤکد عذاب کا مطالبہ کروں گا۔ مزید برآں مجھے چونکہ خلیفہ صاحب کے دفتر پیر ایٹوٹ سیکرٹری میں بطور سپرنٹنڈنٹ کام کرنے اور خلیفہ صاحب کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ میں بھی خلیفہ صاحب سے اس ضمن میں اور ان کے جھوٹے دعویٰ مصلح موعود کے بارہ میں مبالغہ کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ فقط (ملک عزیز الرحمن جنرل سیکرٹری احمدیہ حقیقت پسند پارٹی لاہور)

شہادت نمبر 11 (حلیفہ شہادت)

VIEW
PROOF

اگرچہ میں نے خلیفہ صاحب..... کا مطالبہ پورا کر دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ان تحریروں میں کسی نقص کا جواز نکال لیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ کہیں کہ میری زنا کاری کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اس لیے مبالغہ نہیں کر سکتا۔ وقت کی بچت کی خاطر محمد یوسف صاحب ناز کا بیان ہدیہ ناظرین ہے۔

محمد یوسف ناز کا حلیفہ بیان

VIEW
PROOF

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ خدا کے نبی اور خاتم النبیین ہیں اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں احمدیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ پر ایمان رکھتا ہوں اور مسیح موعود مانتا ہوں اور اس کے بعد میں مؤکد عذاب حلف اٹھاتا ہوں۔

میں اپنے علم مشاہدہ اور روایت یعنی اور آنکھوں دیکھی بات کی بنا پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کروایا۔ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ اس بات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

(دستخط محمد یوسف ناز معرفت عبدالقادر تیرتھ سنگھ جے ملوائی روڈ عقب شالیمار ہوٹل)

کراچی از حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر)

شہادت نمبر 12

خلیفہ صاحب کے رفیق کارجن کو 1924ء میں انگلستان ہمراہ لے گئے تھے یعنی فاضل اجل حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب مصری مولوی فاضل بی۔ اے کا مکمل بیان آگے ملے گا۔ آپ کی خلیفہ صاحب سے بیعت کی علیحدگی کے اسباب کا بیان درج ہے:

”موجودہ خلیفہ سخت بد چلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لیے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔“

(دور حاضر کا مذہبی آمر)

جناب عبدالمجید صاحب احمدی مخلص نوجوان ہیں۔ قادیان کی مقدس سرزمین میں آپ پیدا ہوئے اور مختلف طریق سے جماعت کی خدمت میں منہمک رہے۔ اس خدمت کی وجہ سے آپ اس قدر مقبول ہو گئے۔ آپ کو سیکرٹری خدام الاحمدیہ حلقہ مسجد انصاف منتخب کر لیا گیا۔ آپ ہر کس و ناکس سے متانت اور سنجیدگی سے پیش آتے تھے۔ ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مزید مقبولیت حاصل ہو گئی اور ممبر مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ لاہور کی رکنیت بھی خدمت کے اصول کے پیش نظر اعزازی طور پر قبول فرمائی۔ ان کا حلیہ بیان پیش خدمت ہے۔

شہادت نمبر 13 (خلیفہ شہادت)

قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی قسم ہے مجھ کو حبیب کبریٰ کی معصومیت کی کہ میں اپنے قطعی علم کی بنا پر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو ایک ناپاک انسان سمجھنے میں حق الیقین پر قائم ہوں۔ نیز مجھے اس بات پر بھی شرح صدر حاصل ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی (سلطان البیان) مقرر سے قوت بیان کا چھن جانا اور دیگر بہت سے امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان، فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں۔ جو کہ خدائے عزیز کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مفتریان کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

علاوہ دیگر واسطوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبانی وقتاً فوقتاً آپ کے گھناؤنے کردار کے بارہ میں عجیب و غریب انکشافات اس عاجز پر ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ

کے ایک مخلص مرید جناب محمد صدیق صاحب ٹمس نے بارہا میرے سامنے جناب خلیفہ صاحب کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے مرتکب ہونے کے بارہ میں بہت سے دلائل و ثبوت اور خلیفہ صاحب کے پرائیویٹ خط پیش کئے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میرے بیان بالا کی صحت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مبالغہ کے لیے تیار ہوں۔

(احقر العباد عبد المجید اکبر، مکان نمبر 5، بلاک ڈی ٹمپل روڈ، لاہور)

شہادت نمبر 14 (حلیفہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو جبار و قہار ہے، جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور مردود کا کام ہے، حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں 1932ء سے لے کر 1936ء تک مرزا گل محمد صاحب رئیس قادیان کے گھر میں رہا۔ اس دوران میں کئی مرتبہ ایک عورت مسماۃ عزیزہ بیگم صاحبہ کے خطوط خفیہ طریقہ سے ان ہدایات پر عمل کرتے ہوئے کہ ان خطوں کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا، محمود کے پاس لے جاتا رہا۔ خلیفہ مذکورہ بھی اس طریقہ سے اور ہدایت بالا کو دہراتے ہوئے جواب دیتا رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔

اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستہ سے لے جاتا رہا، جب کہ اس کا خاوند کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی بناؤ سنگھار کر کے خلیفہ کے دفتر میں آتی تھی۔ میں بموجب ہدایت اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے آتا تھا۔

ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خلیفہ صاحب کا چال چلن خراب ہے اور میں ہر وقت ان سے مبالغہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔

(حافظ عبدالسلام، پسر حافظ سلطان حامد خان صاحب استاد میاں ناصراحمہ)

شہادت نمبر 15 (حلیفہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت صاحب (یعنی مرزا محمود احمد) کو صادقہ کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا

ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

(غلام حسین احمدی)

شہادت نمبر 16 (حلیفہ شہادت)

VIEW
PROOF

مجھے دلی یقین ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نہایت بد چلن اور لوز کریکٹر انسان ہے۔ بے شمار عینی شہادتیں جو مجھ تک پہنچ چکی ہیں جن کی بنا پر میں یہ جاننے کے لیے تیار ہوں کہ واقعی خلیفہ صاحب قادیان زانی اور اغلام باز (فاعل و مفعول) بھی ہیں۔

اس دلی یقین کا ثبوت میں یہاں تک دے سکتا ہوں اگر خلیفہ صاحب قادیان اپنے کریکٹر چال چلن کی صفائی کے لیے مہلہ کرنے کو تیار ہوں تو ہر طرح اسے قبول کرنے کو تیار ہوں۔

(مرزا منیر احمد نصیر)

شہادت نمبر 17 (حلیفہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو پچھتم خود زنا کرتے دیکھا ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔

(شیخ بشیر احمد مصری)

مرزا محمود کی اپنی گواہی

VIEW
PROOF

حکیم عبدالعزیز صاحب (سابق پریزیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب) نے خلیفہ صاحب کی بد چلنی کے پیش نظر مسجد اقصیٰ میں جب خلیفہ صاحب مجمع عام کے سامنے تقریر کر رہے تھے علی الاعلان لکھ کر دیا کہ آپ زنا کار اور بد چلن ہیں۔ اس لیے میں آپ کی بیعت نہیں کر سکتا۔ آپ پر بھی 1937ء پر حملہ کروایا گیا۔ چندرہ بیس دن ہسپتال میں رہے اور خلیفہ صاحب کو لٹکارتے رہے۔ آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے تحریر کیا کہ ”سنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے اگرچہ ہم سے تو نہیں کیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لیے تیاری فرمائیں۔ ہم صرف چار ہی نہیں بلکہ بہت سی شہادتیں علاوہ عورتوں، لڑکیوں اور لڑکوں کی شہادت کے خود جناب والا کی اپنی شہادت بھی پیش کریں گے۔ اگر

ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی بریت ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لیے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہیں۔ حکیم صاحب موصوف کا حلفیہ بیان درج ذیل ہے:

شہادت نمبر 18 (حلفیہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت سے اس لیے علیحدہ ہوا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف احمدی لڑکوں، لڑکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے۔ جن کے ساتھ مرزا محمود احمد نے بدکاری کی تھی۔ اسی بنا پر میں نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی لڑکے، لڑکیاں اور عورتیں اپنے واقعات بیان کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش ہونے دیں۔

یا میدان مبہلہ کے لیے تیار ہوں یا حلف مؤکد عذاب اٹھائیں یا ہمیں موقعہ دیں کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے جلسہ سالانہ کے موقع پر تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف مؤکد عذاب اٹھائیں تاکہ روز بروز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا بول بالا ہو لیکن مرزا محمود احمد صاحب کو کسی طریق پر بھی عمل چیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار والا حربہ بایکاٹ مقاطع استعمال کرنے کے۔

37ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر علی وجہ البصیرت قائم ہوں کہ میاں محمود احمد ایک زانی اور بدچلن انسان ہے۔ جس کو خدا اور رسول اور اس کے خادم حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل پر ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔
(حکیم عبدالعزیز سابق پریزیڈنٹ انجمن انصار احمد یہ وقادیان)

شہادت نمبر 19 (حلفیہ شہادت)

VIEW
PROOF

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں نے مرزا محمود احمد صاحب قادیان کو اپنی آنکھ سے زنا کرتے دیکھا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بد فعلی کی ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ میں بچپن سے وہیں رہتا تھا۔

شہادت نمبر 20 (حلفیہ شہادت)

مصری عبدالرحمن صاحب کے بڑے لڑکے حافظ بشیر احمد نے میرے ساتھ ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے، خدا تعالیٰ مجھے پارا پارا کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے ساتھ بد فعلی کی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں۔
(بقلم خود محمد عبداللہ احمدی، سینٹ فرنیچر ہاؤس مسلم ٹاؤن لاہور)

شہادت نمبر 21 (حلفیہ شہادت)

مرزا گل محمد صاحب مرحوم (آپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے) اور مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان کے رکن تھے ان کی دوسری بیوہ (چھوٹی بیگم) نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک دفعہ عرض کی، حضور یہ کیا معاملہ ہے؟

آپ نے فرمایا کہ قرآن و حدیث میں اس کی اجازت ہے۔ البتہ اس کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔ (نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَٰلِكُمْ)
میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان تحریر کر رہی ہوں۔ شاید میری مسلمان بہنیں اور بھائی اس سے کوئی سبق حاصل کریں۔ فقط
(سیدہ ام صالحہ بنت سید ابراہیم، من آباد لاہور)

شہادت نمبر 22 (حلفیہ شہادت)

چودھری علی محمد صاحب واقف زندگی اپنے خاندان میں صرف اکیلے ہی احمدی ہیں جنہوں نے سب کچھ قربان کر کے احمدیت جیسی نعمت کو پالیا۔ آپ ملٹری میں حوالدار تھے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی کتب کے مطالعہ کے بعد آپ نے احمدیت قبول کی۔ اللہ بخش صاحب تنسیم کے برادر میر محمد بخش، ایڈووکیٹ امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے ذریعہ 30 مارچ 1945ء کو جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے اور کچھ دن بعد اپنے آپ کو خدمت دین کے لیے وقف کروا۔ مئی 1945ء میں قادیان سے بلاوا آیا تو آپ بلا حیل و حجت پورے اخلاص و عقیدت

مندى کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے اور خدمت کی ابتداء دفتر وکیل الصنعت تحریر جدید سے کی اور پھر مختلف شعبہ جات میں متعین کئے گئے۔ مثلاً

سندھ جنگ فیکٹری کٹری میں بطور اکاؤنٹ مقرر کیا گیا۔ پھر اس دوران میں نمائندہ خصوصی بنا کر دی اشیاء فریقین لمیٹڈ کراچی سٹیشن آؤٹ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا اور منڈی گوجرہ میں بھی تحریک جدید کے حصول کی نگرانی کے لیے نمائندہ خاص مقرر کیا گیا۔ لاہور میں انڈسٹریل کمرشل ڈیولپمنٹ کمپنی کے دفتر میں اکاؤنٹ مقرر کیا گیا۔ تجارت اور صنعت کے دفتر میں ہیڈ اکاؤنٹ مقرر کیا گیا اور دی بورڈ آف ڈائریکٹر کاسٹریمرز محمود احمد کی ذاتی منظوری سے کیا گیا جس کا چیئرمین مرزا مبارک احمد ہے۔ بدستور سالہا سال سندھ کی زمینوں..... سلسلہ کے تجارتی کارخانوں اور فضل عمر انسٹیٹیوٹ کا حساب آؤٹ کرتے رہے۔ بسا اوقات قیام ربوہ میں اکثر مالی خیانتوں کے قصوں پر آپ کو بطور کمیشن مقرر کیا گیا اور بعض دفعہ دارالقضاء بھی فیصلوں کے لیے آپ کو ہی کمیشن مقرر کرتے۔ آپ بطور محاسب خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں بھی کام کرتے رہے اور خلیفہ صاحب چودھری صاحب موصوف سے خاص ملاقاتیں بھی کیا کرتے تھے۔ حافظ عبدالسلام وکیل اعلیٰ نے جب کسی بات پر چودھری صاحب کی شکایت خلیفہ صاحب سے کی خلیفہ صاحب نے بالوضاحت جواب میں کہا جو درج ذیل ہے:

”میرے نزدیک تو یہ محنت اور دیانت داری سے کام کرتے ہیں۔“

الغرض چودھری صاحب موصوف نے مختلف شعبہ جات میں اکاؤنٹ اور بطور نائب ایڈیٹر کے کام کئے ان کے علم اور یقین کے پیش نظر ان کو تمام محلی رازاز بر ہیں۔ کہ روپیہ کیسے اور کس طریق سے ہضم کیا جاتا ہے۔ پھر آپ نے ایک کتاب میں حساب بنا کر پیش کیا ہے اور چیلنج بھی دیا ہے کہ یہاں مالی بدعنوانیوں خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کے روسے میں یقینی شاہد ہوں۔

بہر حال چودھری صاحب موصوف کی خدمت جلیلہ قابل قدر ہیں۔ ضرورت پڑنے پر وقت کے تقاضوں کو ضرور پورا کریں گے۔ قیام ربوہ میں ان سے جو حالات پیش آئے اس کے ذرائع سے ان کا حلفیہ بیان پیش خدمت ہے۔

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنیوں کا کام ہے کہ صوفی روش دین صاحب جو ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک بطور مستری کام کرتے رہے اور وہ قادیان کے پرانے رہنے والوں میں سے ہیں اور مخلص احمدی ہیں اور جن کے

مرزا محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے اور خصوصاً مرزا حنیف احمد ابن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مندانہ مراسم تھے اور قلبی عقیدت کی بنا پر مرزا حنیف احمد گھنٹوں صوفی صاحب کے پاس روزانہ ان کے گھر جا کر بیٹھتے اور بسا اوقات صوفی صاحب کو قصر خلافت میں اپنے ایک کمرہ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر و مدارات کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بارہا بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ اور مصلح الموعود سمجھتے ہو وہ زنا کرتا ہے۔ اور یہ کہ مرزا حنیف نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کئی دفعہ حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل اچھی طرح اپنی یادداشت پر زور ڈالو۔ کہیں ایسا تو نہیں جس کو تم کوئی غیر سمجھے ہو وہ دراصل تمہاری کوئی والدہ ہی تھیں۔ مبادا خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی روایت یعنی پر حلقاً مصرر ہے کہ ان کا والد پاک سیرت نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تڑپ شدت کے ساتھ پائی ہے کہ کسی طرح انہیں جلد از جلد دنیاوی غلبہ حاصل ہو جائے۔

اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں۔ اور افراد جماعت کو اس سے محض دھوکا دینا مقصود ہے۔ تو خدا تعالیٰ مجھ پر اور میرے بیوی بچوں پر ایسا عبرتناک عذاب نازل فرمائے جو مخلص اور ہر دیدہ بینا کے لیے ازدیاد ایمان کا موجب ہو۔

ہاں اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی رو سے میں یعنی شاہد ہوں۔ کیونکہ خاکسار نے ساڑھے نو سال تحریک جدید اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکاؤنٹ اور نائب آڈیٹر کی حیثیت سے کام کیا۔

(خاکسار چوہدری علی محمد عفی عنہ واقف زندگی

حال نمائندہ خصوصی کوہستان، لاکپور)

شہادت نمبر 23

جناب مولوی محمد صالح صاحب اور واقف زندگی سابق کارکن و کالت تحریک جدید ربوہ مولانا محمد یامین صاحب تاجر کتب کے چشم و چراغ ہیں۔ صحابی ہونے کے علاوہ سلسلہ احمدیہ کا بے شمار لٹریچر شائع کرتے ہیں۔ آپ قادیان کی مقدس سرزمین 1929ء میں پیدا ہوئے۔ اور مولوی



فاضل تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مختلف شعبہ جات میں آپ نہایت خوش اسلوبی سے خدمت سرانجام دیتے رہے۔ مثلاً

- 1- قادیان میں مسجد خدام الاحمدیہ کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے۔
- 2- زعیم مجلس خدام الاحمدیہ دارالصدر ربوہ۔
- 3- نائب منتظم تبلیغ مرکزیہ خدام الاحمدیہ ربوہ
- 4- سندھ ویکیٹیل اینڈ پرنٹنگ کے ہیڈ آفس میں کام کیا۔
- 5- رسالہ ریویو آف ریلیجنز اور سن رائز اخبار کے مینیجر بھی رہے۔
- 6- مختصراً امور عامہ کا معتد خاص ربوہ بھی رہے۔ ان شعبہ جات کے علاوہ بھی جماعتی طور پر جس خدمت پر بھی مامور کیا گیا، آپ نے دیانت اور تقویٰ کی راہ پر چل کر صحیح معنوں میں خدمت کی۔ آپ میاں عبدالرحیم احمد جو خلیفہ صاحب کے داماد ہیں، ان کے پرنسپل اسٹنٹ وکیل، تعلیم تحریک جدید ربوہ بھی تھے۔ آپ جس جانفشانی، اخلاص اور محنت سے کام کرتے تھے اس کی وجہ سے آپ کے ذمہ مزید کام سپرد کئے جاتے تھے۔ آٹھ دس شعبہ جات کی کارکردگی آپ کی مقبولیت کی شاہد ہے اور گہرے تعلقات کا اندازہ بھی اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا حلیہ بیان ہدیہ ناظرین ہے:

حلیہ شہادت

VIEW
PROOF

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر مندرجہ ذیل سطور محض اس لیے سپرد قلم کر رہا ہوں کہ جو لوگ اب بھی مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے تقدس کے قائل ہیں، ان کے لیے راہنمائی کا باعث ہو۔ اگر میں درج ذیل بیان میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ کا عذاب مجھ پر اور میرے اہل و عیال پر نازل ہو۔

میں پیدائشی احمدی ہوں اور 57ء تک میں مرزا محمود احمد صاحب کی خلافت سے وابستہ رہا۔ خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ فتنہ کے سلسلہ میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا۔ ربوہ کے ماحول سے باہر آ کر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھٹاؤ نے حالات سننے میں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی لمتہ الرشید بیگم بیگم میاں عبدالرحیم احمد سے ملاقات کی۔ انہوں نے خلیفہ صاحب کے بد چلن اور بد قماش اور بد کردار ہونے کی تصدیق کی۔

باتیں تو بہت ہوئیں لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب میں نے لعلہ الرشید بیگم سے کہا کہ آپ کے خاوند کو ان حالات کا علم ہے تو انہوں نے کہا کہ صالح نور صاحب آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ مجھے ایک منٹ کے لیے بھی اپنے گھر میں بسانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر میں کہاں جاؤں گی۔ اس واقعہ پر لعلہ الرشید کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور یہ لرزہ خیز بات سن کر میں بھی ضبط نہ کر سکا اور وہاں سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بنا پر جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف ناز، راجہ بشیر احمد رازی سے سن چکا ہوں۔ حق یقین کی بنا پر خلیفہ صاحب کو ایک بدکردار اور بد چلن انسان سمجھتا ہوں اور اسی کی بناء پر وہ آج خدا کے عذاب میں گرفتار ہیں۔

(خاکسار محمد صالح نور واقف زندگی سابق کارکن وکالت تعلیم تحریک جدید ربوہ)

شہادت نمبر 24



حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کی شہادت

خلیفہ صاحب کا اصول

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض، مولوی فاضل زندگی خلیفہ ربوہ کے خاص ڈاکٹر تھے اور خلیفہ صاحب نے از خود سلسلہ کے خروج سے حکمت اور ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف علاج مخصوصہ میں کافی سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں اور عرصہ دراز تک خلافت مآب کے چرنوں میں رہے۔ آپ نے حضرت مولوی شیر علی صاحب کی سوانح حیات مرتب کر کے شائع کی ہے جو تقریباً 300 صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ جامعہ البشیرین میں پروفیسر بھی تھے۔ آپ اپنی خدا داد دماغی صلاحیتوں کی وجہ سے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی سے ہی نہیں بلکہ اندرون خانہ کے ہر شعبہ سے پوری طرف واقف راز بھی ہیں۔ یعنی بہت سے چشم خود راز دار خصوصی کے علاوہ آپ خلیفہ صاحب کے اصول کے متعلق فرماتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا جب تک ہم ربوہ میں رہے ہماری آپس میں کچھ ایسی قلبی مجالست رہی کہ باہم مل کر طبیعت بے حد خوش ہوتی تھی۔ کبھی شعر و شاعری کے سلسلہ میں، تو کبھی مخلص کے مصنوعی تقدس پر نکتہ چینی کرنے میں بڑا لطف آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ۔

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں انہیں

اور پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں انہیں

اور خود خوب رنگ رلیاں مناد۔ عیش و عشرت میں بسر کرو۔ ہم نے تو بھائی خلوص دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا انہیں یہ خلوص پسند نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل سے خود فیصلہ کر دے گا کہ ٹھکرائے ہوئے ہیرے کتنے قیمتی اور کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میرے دل کی عجیب کیفیت تھی۔ ہر وقت دل مختلف انکار کی آماجگاہ بنا رہتا تھا۔ ماں باپ کی یاد عزیزوں کی جدائی کا احساس دوستوں کے پھڑنے کا غم اور حاسدوں کے تیروں کی چھین سبھی کچھ تھا لیکن ۔

ہر داغ تھا اس دل میں بجز داغِ ندامت

سب سے بڑا معلم انسان کی فطرت صحیح ہے جس کی روشنی میں انسان اپنے قدموں کو استوار رکھتا ہے اور ہر افتاد پر ڈر لگانے سے بچتا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر منہ ہو جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دل میں نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین۔ آپ کا ریاض

اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر

شہادت نمبر 25 (حلفیہ شہادت)

VIEW
PROOF

جناب غلام حسین صاحب احمدی..... فرماتے ہیں:

میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دے کر دریافت کیا تو انہوں نے..... قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب (مرزا محمود) نے دو مرتبہ ان سے لواطت (یعنی منڈے بازی) کی ہے۔ ایک دفعہ قصر خلافت میں اور دوسری دفعہ ڈلہوزی میں۔ میں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ نہیں لکھی بلکہ نامکمل لکھ کر دی۔ حبیب احمد صاحب اعجاز اس کی پوری پوری تصدیق فرما رہے ہیں جو درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسْحُوحِ الْمَوْعُوْدِ. نَعْمَدُہٗ وَ نَصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ بخدمت شریف جناب بھائی غلام حسین صاحب السلام علیکم و

رحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد التماس ہے کہ میں نے آپ کو..... جو بات بتائی تھی، میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے۔ اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر..... میں علی وجہ البصیرت شاہد ناظر ہوں۔

(خاکسار حبیب احمد اعجاز)

شہادت نمبر 26 (راجہ بشیر احمد صاحب رازی (خلف)

VIEW
PROOF

مکرمی محترمی راجہ علی محمد صاحب ریٹائرڈ انفرمال امیر جماعت احمدیہ گجرات کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے خدمت دین کے لیے 1945ء میں اپنے آپ کو وقف کیا اور پورے اخلاص کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا اور خلیفہ ربوہ کے بلاوے پر آپ ربوہ تشریف لے آئے اور نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے کام پر مامور کیا گیا۔ آپ نے اس کام کو کیا جو کام بھی آپ کے سپرد کئے جاتے، نہایت ہی استقلال اور محنت اور دیانت داری سے سرانجام دیتے رہے۔ آپ ربوہ کے کچے کواٹروں میں رہائش پذیر تھے۔ اور دوستوں کے علاوہ آپ کے مراسم جناب شیخ نور الحق صاحب احمدیہ سنڈیکیٹ سے ہوئے تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی کا ایسا بھیاٹک منظر پیش کیا۔ آپ ششدر رہ گئے۔ آپ کا ذہن اس آلودہ زندگی کو تسلیم نہیں کرتا تھا کہ ایسا مقدس انسان بدکار نہیں ہو سکتا۔ بالآخر رفتہ رفتہ آپ کے مراسم رازدار خصوصی ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض سے ہو گئے تو انہوں نے بھی اس ناپاک انسان کے عشرت کدہ کی رنگین مجالسوں کا ذکر فرمایا اور ان کی مزید پختگی کے لیے اس رنگین اور نگین مجالس تک لے جانے کا وعدہ کر کے اس مجلس میں شامل کر لیا۔ رازی صاحب موصوف نے جب اس مجالس خاص میں عملاً رسائی حاصل کر لی اور اپنی آنکھوں سے اس منظر کو دیکھا تو آپ محو حیرت ہو گئے۔ بعد ازاں آپ نے علی الاعلان پوری دیانت داری سے اس نقشہ خصوصی کو جو علی وجہ البصیرت پورے اطمینان کے ساتھ دیکھ چکے تھے، اپنے دوستوں سے کھلم کھلا اظہار کرتے رہے۔ رازی صاحب موصوف کا بجواب خط بیان درج ذیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”ارشاد گرامی پہنچا۔ خلیفہ صاحب سے عدم وابستگی کی اصل وجہ تو وہی ہے جو ہمارے مکرم بھائی مرزا محمد حسین صاحب بی کام فرمایا کرتے ہیں کہ جو سفر ہم نے ماموریت سے شروع کیا، اسے آمریت پر ختم کرنا ہمیں گوارا نہیں۔“

مگر یہ اجمال شاید آپ کے لیے وجہ تسلی نہ بن سکے۔ لیجئے مختصر ہماری روئیداد بھی سن لیجئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کواٹروں میں خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے قصر خلافت کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نورالحق احمد ”احمد یہ سنڈ کیٹ“ سے راہ رسم بڑھی تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا، جن کی روشنی میں ہمارا وقف کار احقان نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعویٰ کے لیے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض کا جن کی ہم رکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقعہ ہاتھ آیا جس کے بعد میرے لیے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور میں اب بفضل ایزدی علی وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بد اعمالیوں پر شاہد ناطق ہو گیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بد اعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق یا بھول کا کوئی دخل نہیں۔ جن دنوں ہم تھے۔

VIEW
PROOF

محاسب کا گھڑیاں

ان رنگین مجالس کے لیے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب نہ جانے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب مذکور چیلنج کرے تو میں حلف مؤکد بعد اب اٹھانے کو تیار ہوں۔ والسلام
(بشیر رازی بی کام سابق نائب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

شہادت نمبر 27

VIEW
PROOF

چودھری صلاح الدین صاحب ناصر بنگالی (خلف)

خاں بہادر ابوالہاشم خاں مرحوم چودھری صاحب موصوف کے والد محترم نے بنگال میں جماعت احمدیہ کی قیادت کی اور آپ نے پورے اخلاص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو اجاگر کیا اور آپ نے مرزا محمود کی تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ بطور خدمت کے کیا اور آپ جب ریٹائر ہوئے تو آپ مع اہل و عیال قادیان تشریف لے آئے اور محلہ دارالانوار میں ایک بہترین کوشی رہائش کے لیے تعمیر کی اور آپ کے خاندان کو خلیفہ صاحب کے خاندان سے والہانہ

عقیدت تھی۔ اس قریبی تعلقات کی وجہ سے آپ خصوصیت سے واقف راز ہو گئے۔ چودھری صاحب صدر انجمن کے شعبہ جات میں بھی کام کرتے رہے اور آپ کی انھک مساعی محض دین کی خاطر شامل حال رہی۔ آپ بھی ربوہ میں کچے کواٹروں میں عرصہ تک رہائش پذیر رہے۔ لیکن جب آپ کو مرزا محمود کی ناپاک سیرت کا بخوبی علم ہو گیا اور علی وجہ البصیرت حق یقین تک پہنچ گئے تو آپ نے ربوہ کو خیر باد کرنے کا تہیہ کر لیا۔ موقع پا کر آپ خفیہ طور سے مع ہمیرگان اور والدہ محترمہ رات کی تاریکی میں لے کر لاہور روانہ ہو گئے اور پھر علی الاعلان خلیفہ صاحب کی ناپاک سیرت پر اخباروں اور لیکچروں میں بلا خوف اظہار فرماتے رہے۔ چودھری صاحب موصوف حقیقت پسند پارٹی کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے۔ آپ نے اس کام کو بھی اپنی صلاحیتوں کے پیش نظر حسب دستور مستعدی اور جانفشانی سے کام کیا۔ اس بدکار اور بد اعمال کے لیے آپ نے اپنے آپ کو وقف کیا اور اس کی ناپاک سیرت پر الارم دینا اپنا فرض اولین تصور کرتے ہیں۔ چودھری صاحب گہرے رازداروں میں سے واقع ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں:

”قادیانی جماعت کے اندر فدا یان احمدیت کے نام کی خفیہ تنظیم کو بے نقاب کیا جائے۔ جو ایک نقاب پوش خطرناک قسم کی نوجوانوں کی تنظیم ہے۔ جو عملی طور پر تشدد کی حامی ہے اور اپنے کسی راز کو افشاء کرنے والے کا کام تمام کر دیتی ہے اور ذیل کے احمدی حضرات کو عدم آباد تک پہنچا چکی ہے۔“

(21 اپریل 57ء ”نوائے پاکستان“)

چودھری صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا اندازہ بہت سے اخباروں کے علاوہ مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے جس میں آپ نے طویل لسٹ مختلف لوگوں کی دی ہے جن کو راز افشاء کرنے کے جرم میں ان کا کام تمام کر دیا گیا۔ طوالت کے خوف سے مثال کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں۔ چودھری صاحب نے اپنی ہمیرہ عابدہ بیگم بنت خاں بہادر ابوالہاشم خاں صاحب آف بنگال کے اہم واقعہ کا ذکر بھی فرمایا ہے کہ ان کو بھی بذریعہ ہندوق مار کر اچانک موت سے منسوب کیا گیا۔ ان کے خیال کے مطابق کہ کہیں راز افشاء نہ کر دے۔

بہر حال چودھری صاحب صحیح معنوں میں حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں۔ ان کا ہر کام دیا نندارانہ اور اخلاص پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو مزید استقامت بخشے۔ علاوہ ازیں جب گجرات میں جلسہ ہوا تو آپ نے اس وقت بھی صداقت کو پورے طور سے روشن کیا کہ ہم نے

تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہی ہماری اس سے علیحدگی کا باعث ہوا۔ چنانچہ چودھری صاحب فرماتے ہیں۔

بعد ازاں چودھری صلاح الدین صاحب جو مشرقی پاکستان کے رہنے والے ہیں۔ بنگال میں تقریر کی اور بتایا کہ ہم نے تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہماری اس جماعت سے علیحدگی اس کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے بتایا میں مشرقی پاکستان کے ایک معزز خاندان کا نوجوان ہوں اور امام جماعت احمدیہ کی دھاندلیوں کی وجہ سے علیحدہ ہو گیا ہوں اور دیانتداری سے سمجھتا ہوں کہ ان کے خلاف آمریت کا ایک واضح نمونہ ہے۔

(”نوائے پاکستان“ 28 اپریل 57ء)

شہادت نمبر 28

VIEW
PROOF

امام جماعت احمدیہ (قادیان) ربوہ کے متعلق

حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم

سول سرجن کی شہادت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب خلیفہ صاحب کے ماموں اور خسر بھی ہیں۔ آپ کی قطعی رائے ہے کہ خلیفہ عیاش ہو تو میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ عیاشی کی وجہ سے نہ دماغ کام کرتا ہے اور نہ عقل اور نہ ہی حرکات صحیح طور پر کر سکتا ہے۔ سب توئی برباد ہو جاتے ہیں جس کو انگریزی میں Wreck کہتے ہیں۔ زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں..... بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے۔ اس کے متعلق میں کہتا ہوں۔ میں ڈاکٹر ہوں اور میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو چند دن بھی عیاشی میں پڑ جائیں وہ وہ ہو جاتے ہیں جنہیں انگریزی میں (Wreck) کہتے ہیں۔ ایسے انسان کا دماغ کام کا رہتا ہے نہ عقل درست رہتی ہے نہ حرکات صحیح طور پر کرتا ہے۔ غرض سب توئی اس کے برباد ہو جاتے ہیں اور سر سے لے کر پیر تک اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ عیاشی میں پڑ کر اپنے آپ کو برباد کر چکا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں:

الزنا یخرج البناء

زنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔

(”الفضل“ 10 جولائی 1937ء)

حق پسند اصحاب کی توجہ کے لیے

VIEW
PROOF

اپنی طرف سے نہایت اختصار کے ساتھ کچھ حوالہ جات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیش کر دیئے ہیں تاکہ فیصلہ میں آسانی رہے۔ اہل دانش اور طالبان حق کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ٹھنڈے دل سے ان تمام واقعات کو جو خلیفہ کے چال چلن پر سالہا سال سے بیان کئے جا رہے ہیں اور وہ انہیں نال رہے ہیں۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں موازنہ کر کے خلیفہ صاحب کا احتساب کرنا ہے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اصول جو بد چلن اور بدکار کے متعلق موجود ہے اس کی بے حرمتی نہ ہو۔ اگر آپ نے اس اصول کو جرأت مندانہ اقدام سے اجاگر کر دیا تو آنے والی سلیس آپ کی اس جسارت کو جو اصول کے لیے برقی جائے گی قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھیں گی۔

علاوہ ازیں انسان غلطی کا پتلا ہے، بھول جانا کوئی بات نہیں ہوتی چونکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے مصنفہ جو اہر پارے دو گھر تنخواہ دار علماء اس امر کے لیے کوشاں رہتے ہیں کہ اس خلافت کو مضبوطی سے پکڑو اور بعض حوالے ان پر چسپاں کئے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس نے زانی، بدکار، عیاش کے متعلق ایک قطعی فیصلہ دیا ہے جو درج ذیل ہے:

1- مبالغہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مفتری اور زانی قرار دیتے ہیں۔

(”الحکم“ 24 مارچ 1902ء)

2- یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے پچشم خود زنا کرتے دیکھا یا پچشم خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افتراء کے لیے مبالغہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔

(”تبلیغ رسالت“ جلد 2، صفحہ نمبر 2)

تو اس کی طرف آنے میں ہچکچاہٹ کیوں! جب آپ کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ صاحب سے خدا خلوت اور جلوت میں باتیں کرتا ہے۔ اس عدالت میں حضرت اقدس کا حوالہ بھی یہی مطالبہ

کرتا ہے پھر ڈرتے کیوں ہو۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت اقدس کا قطعی فیصلہ ہے یا آپ کی نگاہ میں حضرت اقدس کا کتابوں میں ایسا حوالہ موجود ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ بدکار عیاش بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے تو خدا کی قسم اگر یہ حوالہ میرے علم اور سمجھ میں آ گیا تو میں سر تسلیم خم کروں گا۔ ورنہ بصورت دیگر آپ کا فرض ہوگا کہ حضرت اقدس کے ان حوالوں کی موجودگی میں جو بدکار کے لیے آپ نے لکھا ہے عمل کرنا ہوگا۔ اور جماعت کے ہر فرد کو احتساب کرنا پڑے گا۔

بدکردار مصلح موعود نہیں ہو سکتا

VIEW
PROOF

یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ خلیفہ صاحب بدکار عیاش بدچلن انسان ہیں۔ بدکردار مصلح موعود نہیں ہو سکتا اور اپنی اس بد معاشی کو چھپانے کی خاطر مختلف بہانے اور حیل و حجت، قتل و غارت و بایزکاٹ اور صدر انجمن احمدیہ کا روپیہ مقدمے میں ضائع کیا جاتا ہے پھر الفضل میں یوں کہا جاتا ہے کہ زنا کرنا جرم نہیں اس کی تشہیر جرم ہے۔ زنا تو آپ عین شریعت کے مطابق کرتے ہیں اس لیے اس کا تو جرم نہیں۔ مگر مبالغہ حضرت اقدس کے فرمان کے مطابق کیا جاتا ہے۔ وہ جرم ہے۔ خلیفہ صاحب نے حضرت اقدس کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر اپنا سکہ جمانے کی کوشش کی۔ مقدس اصطلاحوں سے اپنے آپ کو نوازا۔ کبھی صحابہ کرام کے متعلق بدتہذیبی کا مظاہرہ کیا اور کبھی آنحضرت ﷺ سے بھی آگے بڑھنے کا قدم اٹھایا۔ انشاء اللہ ایسے شخص کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اس کو اس دنیا ہی میں جو سزا مل رہی ہے وہ ایک زندہ نشان ہے۔ چلنے پھرنے سے بھی عاری ہے۔ دماغ کسی قدر ماؤف ہو چکا ہے فالج نے اس کو اپنا شکار بنا لیا ہے۔

(”الفضل“ 4 اگست 56ء)

ایسے شخص کو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے قادیان کی مقدس سر زمین میں بھی جگہ نصیب نہیں ہوئی۔ دراصل اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گندی مچھلی سب کو خراب کرتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک وجود کو وہاں سے نکال کر مقدس بستی کو محفوظ کر لیا۔

میں عرض کر رہا تھا کہ اب حاشیہ بردار اس کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ کبھی ٹیکہ کے زور سے اس کو ہوش میں لایا جاتا ہے، کبھی ٹیپ ریکارڈ سنا کر جماعت کو تسلی دی جاتی ہے۔ بارہا طریق سے اس میں پیوند لگائے گئے، لیکن جب ایک عمارت بوسیدہ ہو جاتی ہے اس کے پیوند کہاں تک سہارا دے سکتے ہیں۔ بالآخر اس بوسیدہ عمارت کو جس نہس نہس کر کے از سر نو بنانی پڑتی ہے۔ یہی حال

خلیفہ کا ہے۔ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے قعر مذلت میں گر چکا ہے۔ اس وقت سہارا بے سود ہے۔ یہ غلط ملط سہارے دیکھنے والوں کے لیے اس شخص کی بد کرداری کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ ناپاک وجود ختم ہو کر رہے گا اور حضرت اقدس کا اصول بڑی آب و تاب سے چمکے گا۔ خدا کے گھر میں دیر ضرور ہے اندھیر نہیں۔

میرے احمدی بزرگو! بھائیو! اور بہنو! جماعت احمدیہ کا ہر فرد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصولوں کو اپنانے کے لیے بے تاب ہے ان سے استدعا ہے کہ خلیفہ صاحب اس وقت زندہ ہیں۔ ان کی موجودگی میں جس اسلامی شریعت کو آپ پسند فرمائیں، فیصلہ کی راہ نکالیں۔ انسان کی سوجھ بوجھ کے مطابق تین ہی صورتیں قابل عمل ہیں۔

1- عدالت

2- کیشن

3- مبالغہ

اظہار واقعہ کو بدزبانی نہیں کہا جاسکتا

VIEW
PROOF

حضرت اقدس ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

”دشنام دئی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گوہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شے ہے۔ ہر ایک محقق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخاطب گم گشتہ کے کانوں تک پہنچادے پھر اگر وہ سچ سن کر افر و خستہ ہو تو ہوا کرے۔

(ازالہ اوہام ص 20)

خلیفہ صاحب کی بد اعمالیوں کے متعلق اقوال اور مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ جات اور شہادتیں درج ہیں۔

میں انصاف پسند اور فہمیدہ اصحاب سے درخواست کرتا ہوں۔ تینوں صورتیں پیش کر دی ہیں جو صورت آپ کے لیے آسان ہو اس پر عمل کریں ورنہ بصورت دیگر اگر اس میں لیت و لعل کیا گیا تو وہ اپنے متعلق شکوک میں اضافہ کریں گے۔ لیکن یاد رکھیں خلیفہ صاحب اپنی بد کرداری اور کوتاہیوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ کبھی بھی مبالغہ کے لیے میدان میں نہیں نکلیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مرزا محمود احمد صاحب پر کمیشن مقرر کیا گیا اور سنا ہے کہ جرم ثابت تھا مگر بدنامی کے خوف سے اس کو درگزر کیا گیا۔ اگر ہمارے بزرگان ملت اس وقت اس خوف کو بالائے طاق رکھ کر اس کو گندے چیتھڑے کی طرح نکال دیتے تو آج اس بدنام داغ اور لعنت سے محفوظ رہتے۔

بس آپ اپنے فرضوں کو پہچانیں۔ اس بدنام دھبہ کو مہبلہ کی صورت میں خدا کی عدالت میں لائیں تاکہ تقدس اور پاکبازی الم نشرح ہو کر جماعت احمدیہ کے لیے خصوصاً ہدایت کا موجب ہو۔

(طالب دعا، خادم ملت مظہر ملتانی)

انتباہ!

VIEW
PROOF

جس قدر شہادتیں اور حلفیہ بیان کتاب ہذا میں درج ہیں۔ ان کی اصل تحریرات موجود ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو اصل تحریرات کے عکس شائع کر دیئے جائیں گے۔ تاہم اگر کوئی صاحب کسی دباؤ کے تحت یا جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ بالخصوص مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ”قمر الانبیاء“ (ان کے کریکٹر کے متعلق بھی شہادتیں موجود ہیں جو کسی وقت منظر عام پر لائی جاسکتی ہیں) اپنے حکیمانہ اور فلسفیانہ لاطائل انداز میں ان بیانات کی تردید کرنے کی جرأت کریں تو اس موقع پر بھی انہیں قہار و جبار کی عدالت میں آنا ہوگا اور مؤکد بعد اب حلف اٹھانا ہوگا۔ جو صاحب تردید کریں ان کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ بالقابل کم از کم دو صد اشخاص کے سامنے مسجد میں کھڑے ہو کر بروئے اشہاد مندرجہ ذیل مؤکد بعد اب حلف اٹھائیں۔

میں اس خدائے ذوالجلال جی و قیوم اور قہار و جبار کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتوں کا کام ہے، اور میں اپنے بیٹوں، بیٹیوں، بیوی، بہنوں، ماں، باپ، لکھتے وقت بھی رشتہ دار زندہ یا موجود نہ ہوں، ان کا نام کاٹ دیا جائے۔ سر پر ہاتھ رکھ کر مؤکد بعد اب حلف اٹھاتا ہوں کہ جناب مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ربوہ نے کبھی زنا یا لواطت نہیں کی۔ اور میری طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ میں نے ان کے دامن کو ایسی بدکاری سے داغ دار قرار دیا ہے، بالکل غلط ہے۔ میں نے کبھی نہ انہیں بدکار اور زانی سمجھا اور نہ کہا اور نہ ہی کوئی ایسی بات ان کی طرف منسوب کی اور نہ ہی میں نے کوئی تحریر لکھ کر دی۔

اے میرے خدا میں تجھے حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ میرا یہ بیان بالکل سچ اور واقعات کے مطابق ہے اور میں نے کسی ترغیب و ترہیب یا کسی بھی قسم کے دباؤ کے تحت یہ بیان نہیں دیا۔ میں جانتا ہوں کہ تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں۔ تیری قوت سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں تو ان جسے چاہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔

اے میرے خدا اگر اوپر کے سارے بیان میں جھوٹا ہوں اور فریب، دغا، مکاری، چال بازی لفظوں کے ہیر پھیر، فخر بازی اور خیانت سے کام لے رہا ہوں تو تیرا قہر تلوار کی مانند مجھ پر پڑے۔ تیرا غضب مجھے بھسم کر دے۔ ذلت، تباہی، غربت، بیماری، عزیزوں، رشتہ داروں، بیوی بچوں کی موت اور مصائب و آلام کی مار مجھ پر مارا اور اپنے ہیبت ناک ہاتھ کے ساتھ مجھے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ میرے در و دیوار پر آگ برسیں میرے دشمنوں کو خوش کر دے۔ میں ذلیل اور رسوا ہو جاؤں اور میری اور میرے باپ کی نسل منقطع ہو جائے اور ابد الابد کے لیے مجھ پر لعنتیں برسی رہیں اور غصہ کی چادر مجھے کبھی نہ ڈھانپے۔

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ۝

فیصلہ عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمن مصری قادیان

VIEW
PROOF

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے اس پر نظر ثانی کے لیے موجودہ درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمن مصری سے مجسٹریٹ فسٹ کلاس کے حکم کے ماتحت 14 مارچ 38ء کو ضمانت حفظ امن طلب کی گئی تھی اور اس حکم کے خلاف ڈپٹی کمشنر نے 24 مئی 38ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا۔ لہذا اب وہ عدالت ہذا میں نظر ثانی کی درخواست دے رہا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے ایک فاضل جج نے حکومت کو حاضری کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی تحریک کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ قادیان کے اندر رونما ہوا ہے۔ درخواست کنندہ اس انجمن کا صدر ہے جو غلیفہ سے شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکی ہے۔ درخواست کنندہ کے خلاف اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پوسٹر شائع کئے۔ اولاً بی۔ اے اگزیٹ جو مورخہ 29 جون 37ء کو شائع ہوا اور ثانیاً اگزیٹ بی۔ جی جو 13 جولائی 37ء کو شائع کیا گیا۔ ان پوسٹروں کے ذریعے درخواست کنندہ نے اپنا مافی الضمیر

اگر بٹ بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پوسٹر بجائے خود قابل اعتراض نہیں ہیں۔ مدعی نے بی۔ جی میں سے ایک پیرا کی بناء پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

”میرے عزیز دوسرے بزرگوار! آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی ہاں اس بھائی کو جو محض آپ لوگوں کو ایک خطرناک ظلم کے پنجہ سے چھڑانے کے لیے اپنی عزت، اپنے مال، اپنے ذریعہ معاش اور اپنے آرام کو قربان کر دیا ہے.....

مدعی کا دار و مدار ایک اور پیرا بھی ہے جس کا خلاصہ یوں دیا جاسکتا ہے کہ موجودہ خلیفہ میں ایسے سخت عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لیے علیحدہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے جدوجہد کر سکوں۔“

میری رائے میں متذکرہ بالا قسم کے بیانات بجائے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بناء پر کسی شخص کی حفظ امن کی ضمانت طلب کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے جس کے دوران میں اس نے کہا ہے:

”موجودہ خلیفہ سخت بدچلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کھیلتا ہے۔ اس کام کے لیے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔“

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ قوم کو اس قسم کے گندے شخص سے آزاد کرائے۔

اب اگر پوسٹر کو جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ درخواست کنندہ کے اس بیان کی روشنی میں جو اس نے عدالت میں دیا ہے پڑھا جائے۔ جیسا کہ بہت سے پڑھنے والے ایسا کریں گے تو ان کا رنگ کچھ اور بھی ہو جائے گا اور میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا اور حفظ امن کی ضمانت طلبی کا متقاضی ہے۔

اس خطبہ میں خلیفہ نے جماعت سے علیحدہ ہونے والوں مخصوص پر حملے کئے ہیں اور ایسے الفاظ ان کی نسبت استعمال کئے ہیں جن کی نسبت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس Unfortunate اور افسوسناک تھے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فخر الدین نے جو اس انجمن کا سیکرٹری تھا، جس کے صدر شیخ عبدالرحمن

مصری ہیں ان کا جواب لکھا جس میں اس نے یہ کہا۔ ”اسی لیے تو ہم بار بار جماعت سے آزاد کشمیں کا مطالبہ کر رہے ہیں تاکہ اس کے روبرو تمام امور اور شہادتوں اور محفل در محفل حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے کہ کس کا خاندان ”فحاشی کا مرکز“ بالفاظ دیگر وہ ہے جو خلیفہ نے بیان کیا۔“

اب اس بیان میں خلیفہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے جس میں اس نے اپنے دشمنوں اور مخبرین کے خاندانوں کے متعلق یہ کہا تھا کہ ان میں سے حیا اور پاکیزگی جاتی رہے گی اور وہ نقش کا اڈا بن جائیں گے۔ سیری رائے میں فخر الدین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسا ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا۔ کیونکہ صرف دو دن بعد سات اگست کو ایک متعصب مذہبی مجنوں نے فخر الدین کو مہلک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے جو درخواست کنندہ کا وکیل ہے اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ انجمن ایک مختصر سی حیثیت رکھتی تھی جس کا صدر عبدالرحمن اور سیکرٹری فخر الدین تھے۔ اصل پوسٹر ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جو اب دستیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی نقل ایک کانٹیبیل نے کی تھی۔ جس کا یہ بیان ہے کہ اس کے نیچے فخر الدین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے۔ مگر اس امر کے برخلاف فخر الدین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے جو اس کے باپ نے اس کی موجودگی میں لکھا تھا اور جس کے نیچے صرف اس قدر دستخط ہیں۔ فخر الدین لمٹانی۔ میں کانٹیبیل کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں کیونکہ اسے جھوٹ کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ اس کا مقصد اپنے لیڈر کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ فخر الدین نے اصل مسودہ پر ”سیکرٹری“ کے الفاظ نہ لکھے تھے۔ ظاہر نہیں کرتا کہ صاف کردہ اور شائع کنندہ کا پی پر بھی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ سیری رائے میں شیخ عبدالرحمن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ خصوصاً اس بیان کے سامنے جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمن کے برخلاف جو کچھ کارروائی حفظ امن کی ضمانت کی کی وہ مناسب تھی۔

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کچھ بھاری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے اور نصف سے زائد عرصہ گزر بھی چکا ہے۔ لہذا درخواست مسترد کی جاتی ہے۔

دستخط

ایف ڈبلیو سکیمپ جج

(عدالت عالیہ ہائیکورٹ لاہور مورخہ 23 ستمبر 38ء)

(تاریخ محمودیت کے چند پوشیدہ اوراق از مظہر الدین ملتانی)

مرزائیوں کی روحانی شکار گاہ

عبدالرزاق مہتہ پاکستان بھر کے قادیانیوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے خاندان نے قادیانیت کے لیے سب کچھ قربان کر دیا۔ شب و روز قادیانیت کی خدمت میں بوجھ گئے۔ ان کی یہ قربانیاں رنگ لائیں اور وہ ”خاندان“ سے قریب تر ہوتے گئے۔ ان کے اخلاص میں حماقت کی حد تک اضافہ ہو گیا تو وہ مرزا محمود کی خلوتوں کے ساتھی بن گئے۔ مرزا محمود کی بیگمات و صاحبزادیوں سے گھمروے اڑانے اور احمدیت کی برکات کے ترانے گاتے رہے۔ ایک مرتبہ خود خلیفہ جی سے سدومیت کا بدیشی شوق بھی فرمایا۔ فوٹو گرافی کے رسیا ہونے کی وجہ سے انہوں نے ”اجتہا“ اور ”المیورا“ کے غاروں کے مناظر کو کیمرے کی گرفت میں لے کر ہمیشہ کے لیے انہیں محفوظ کر لیا اور خود غیر محفوظ ہو گئے۔ مگر ان کی ہمت مردانہ پر قربان جائے کہ یہ سب دیکھنے کرنے اور کرانے کے باوجود بھی احمدیت کی صداقت پر ان کا ایمان متزلزل نہیں ہوا۔ ان رنگین تصویروں اور سنگین لمحات کی یادوں کو ان سے واپس حاصل کرنے کے لیے ان کے گھر پر متعدد بار شب خون مارا گیا، حملے کرائے گئے، تلاشی لی گئی۔ ان مظالم سے عاجز آ کر انہوں نے جماعت کے سربراہ کو خط لکھا کہ مجھے ان کے مظالم سے نجات دلوائی جائے۔ اس درخواست میں مظالم کے جو اسباب اور واقعات بیان کئے، انہیں پڑھ کر ایک شریف انفس انسان لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے۔ عصمت و عفت کا باز بچہ اطفال بنانے میں مرزائیت نے ایک ایسا ریکارڈ قائم کیا ہے جسے بڑے سے بڑا بدکار بھی نہیں توڑ سکتا۔ خود مصنف کا بیان ہے کہ مرزا محمود نے میرے ساتھ مل کر اپنی لڑکی کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ الف نیگے ایک چار پائی پر باہم دیگر تینوں ”مصروف بکار خاص“ تھے کہ موذن نے نماز کے لیے بلایا اسی حالت میں غسل و وضو تو درکنار کسی عضو کو دھوئے بغیر مصلیٰ پر چڑھ گئے اور پھر پھرتی میں واپس آ کر بیٹی کے سینے پر سوار ہو گئے۔ لعنت ہو قادیانیت پر۔

مرزائیت ایسی گندگی ہے جسے صاف کرنا چاہیں تو اس گندگی کا وجود پانی پڑنے سے ختم

ہوتا جائے گا مگر یہ پاک نہ ہوگی۔ اسے پاک کرنے والوں کو کبھی نہ بھولنا چاہیے کہ اسے ختم کر دینا ہی اصل اس کا علاج ہے۔

VIEW
PROOF

(37)

2- ایک خاندان کی بیماری دوسرے خاندان میں (یعنی اولاد وغیرہ) میں آجاتی سنی ہوگی۔ دودھ کو ایک دفعہ جاگ لگا دی جائے تو پھر وہی جاگ کام آتی رہتی ہے۔ عینہ اسی طرح اب یہ جاگ آخر (یعنی عیاشیوں کی رنگ رلیاں) انہی مغلیہ خاندان کی نسل ہوتے اس خاندان میں بھی لگتی ضروری تھی سو لگی اور خوب لگی اور غالباً ان کی طرز عیاشیوں کو بھی مات کر دیا ہوگا۔

جناب سیکرٹری صاحب ہوشیار باش جاگتے رہیے نظارہ جلوہ قریب آ رہا ہے۔ دل مضبوط کر لیجئے۔ ہوش و حواس قائم رکھیے گا۔ قادیان کے عوام ہماری اس خاندان سے وابستگی چولی دامن کا ساتھ سمجھتے تھے۔ ایک دن ہوتا کیا ہے غور فرمائیے گا۔ حضرت خلیفہ ثانی حکم فرماتے ہیں عشاء کے بعد ام طاہر کے محن والی سیڑھیوں کی طرف سے آنا۔ چنانچہ حاضر ہو کر دستک دی۔ حضور خود دروازہ کھول کر اپنے ساتھ محن میں لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دو بڑی چار پائیاں ہیں جن پر بستر لگے ہیں جن کی پوزیشن یوں تھی۔ سر ہانہ شمال قبلہ رخ والی چار پائی کے پاس لے جا کر اس پر بیٹھنے کا حکم دیا تو دوسری پر حضور لیٹ گئے۔ مقام خلیفہ کے تقدس کے خیال سے کبھی برابری میں بیٹھنے کا وہم و خیال بھی نہ ہوتا تھا۔ اسی شش و پنج میں حیران پریشان کھڑا رہا۔ الہی کیا شامت اعمال ہے کیا مصیبت آنے والی ہے۔ اتنے میں حضور تشریف لائے۔ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے فرمایا فکر نہ کر دُشماؤ نہیں۔ جس کے چند ہی سیکنڈ بعد چار پائی پر پچھی چادر کے نیچے سے کچھ حرکت معلوم ہوئی۔ سکڑا، سنبھلا کہ ایک چٹکی پیٹھ پر کھتی ہے۔ گھبرایا ہوش و حواس گم ہی تھے کہ اب چادر کے نیچے سے کوئی ذرا زیادہ ہلنا معلوم ہوا۔ دراصل کروٹ لی گئی تھی۔ کروٹ لیتے پھر دو چار چٹکیاں کھتی ہیں۔ میں پھر بھی ”صم بکم“ بنا بیٹھا تھا کہ پھر حضور آئے شرماؤ نہیں لیٹ جاؤ فرماتے چادر کے اندر منہ کر کے اس صاحبہ سے کچھ کہا جس نے نصف اٹھتے ہوئے اپنے بازو میری کمر کے گرد حائل کرتے کھینچ کر اپنے اوپر لٹا لیا، اس کھینچنے کے نتیجے میں سر ہاتھ اچانک جو اس جسم نفیس پر لگے تو حیرانی ہوئی کہ محترمہ الف نقلی پڑی ہیں۔ ادھر میں بے حس و حرکت تھر بنا پڑا تھا مجھے علم نہ ہو سکا کس وقت میرے بھی کپڑے اتار پھینکے اور کیسے پوری طرح کرتے اپنے اوپر لٹانے لگیں بد مستی کی

شرارتیں کرتے۔ ”آخر جیت ان کی ہوئی ہار میری“ گویا ان ٹرینڈ کو ٹرینڈ کر کے مستقل ممبر سر روحانی (یہ نام میرا دیا ہوا ہے) کا اعزاز بخشا گیا۔ ہاں یہ صاحب آخر کون تھیں آپ جستجو ضرور کر رہے ہوں گے، لیکن فی الحال بغیر نام بتائے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ صاحب حضور خلیفہ ثانی کی بیٹی صاحبہ تھیں۔ بس پھر کیا تھا پانچوں کچی میں سر کڑا ہی میں والا معاملہ۔ آئے دن بلاوے دن ہو یا رات دفتر یا چوکیدار کی گوبیلے بھی روک ٹوک نہ تھی مگر اب تو بالکل ہی ختم سیدھے اوپر بیٹیوں سے بڑھتے اب بیگمات کے پیش ہونے یا کئے جانے لگے۔ پہلے پہل تو گھروں میں پھر قصر خلافت کے ایک کمرہ لمحہ ہاتھ روم جو دراصل مستقل وادیش کی رنگ رلیوں کے لیے مخصوص فرمایا ہوا تھا۔ جہاں بیک وقت ایک ہی بیٹی اور یا بیگم صاحبہ سے خود بھی اکثر شریک رنگ رلیاں ہو جاتے گویا تینوں ایک ہی چارپائی پر پڑے محو مستیاں ہوتے (محترم سیکرٹری صاحب امور عامہ اسلام میں پروہ کا حکم سخت بتایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں دیکھتے ہیں کہ آپ کا امور عامہ، خلیفہ کے اس پردہ زادہ پر کیا نوٹس لیتا ہے، کوئی جماعت سے خارج کرتا ہے) خیر یہ آپ کی دروسری ہے۔

ناراض تو نہیں ہو گئے ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ بقول کہادت ”پانہ ٹریا متھاسڑیا“ ابھی تو سنسنی خیز جلوؤں کی روشنائی ہونی باقی ہے لہذا دل قابو میں رکھئے جناب ہوشیار رہیں غور فرمائیں ایک عرصہ جب کہ ایک بیٹی سے دونوں ہی رنگ رلیاں مناتے محو مستیاں تھے کہ موزن نے آکر نماز کی اطلاع دی مجھے یوں فرمایا تم مزے کرتے رہو میں نماز پڑھا کر ابھی آیا۔ چنانچہ اسی حالت میں جب کہ پسینہ میں شرابور تھے وضو تو درکنار اعضاء بھی نہ دھوئے نماز پڑھی اور سنتیں نوافل پھر بیٹی کے سینہ پر پڑے غرق عیش و عشرت ہو گئے۔ کیا خوب کہا ہے۔

”تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں“

(جس کسی نے بھی یہ کہا خوب با موقع اور غالباً انہی کی ذات مبارک کا نقشہ اللہ نے کھینچوایا ہے) مختصر کرنے کے لیے اللہ کو حاضر ناظر کرتے جن سے یہ رنگ رلیاں منائی منوائی گئیں فی الحال تعداد لکھ دیتا ہوں بوقت کارروائی اسمائے گرامی سے مطلع کروں گا۔ بیگمات تین صاحبزادیاں بھی تین۔ ان دو صاحبزادوں سے دو دودھ ایک تو قریباً مستقل۔

یہاں لگے ہاتھوں ایک بیگم صاحبہ (بڑی) ام ناصر کی حسرت جو قبر میں ساتھ لے گئے یوں فرمایا دیکھو ام ناصر ہیں کہ یہ شریک محفل نہیں ہوتیں تبھی تو موٹی بھینس ہوتی جاتی ہیں اس کے مقابل غور فرمایا جائے۔ ام مظفر کو دیکھو کیسی خوبصورت نازک سی چلتی پھرتی ہیں کیونکہ یہ کرواتی رہتی

ہیں۔ گویا بھادجوں کو بھی نہ بخشا گیا۔ یہ خیال ذہن نشین ہونا ضروری ہے جن سے یا صاحب مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوا۔ وہ پاک و صاف ہیں اور الفاظ ”رنگ یا مطلب“ جس کی نسبت بیان کئے یا کہے گئے وہی تحریر ہذا کر رہا ہوں۔ کسی کا بلاوجہ مبالغہ قطعاً قطعاً اشارہ بھی نہ کروں گا۔

انسان گنہگار ہے اور ضرور ہے لیکن حد سے تجاوز ارکان اسلام سے استہزاء شاید کوئی نام کا مسلمان بھی نہ کرے گا۔ چہ جائیکہ جو خود کو مقام خلیفہ پر کھڑا کرے استغفر اللہ ربی جناب عالی یہ تو ربی نماز اور اس کا احترام اب ذرا اچھی طرح سے سنجیدگی کر اپنی غیرت کے جوش کو دبا کر قرآن پاک کی عظمت پر اس اولوالعزم خلیفہ کے اس چاند سے کھڑے کی زبان مبارک سے ادا کئے ہوئے بولے ہوئے خواہ ایک دفعہ دوسرے کی نسبت کہ وہ یوں کہتا ہے اوّل تو اگر کسی نے ان کے سامنے کہے بھی تو غیرت کا تقاضا اس کو ڈانٹ تھا۔ چہ جائیکہ ان الفاظ کو اپنی زبان مبارک سے نہ صرف ایک دفعہ بلکہ ڈھنکائی کی حدیوں کہ پھر دوسری دفعہ وہی دہرائے جاتے ہیں۔ جناب عالی یقین جانیں ان کے لکھنے کی مجھ میں نہ ہمت نہ ہی سکت ہے سمجھانے کی کوشش کروں گا یوں کہا نعوذ باللہ نعوذ باللہ قرآن پاک کا نام لیتے ہیں میں اس کو اپنے..... پر مارتا ہوں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ شَرْم کے مارے میری آنکھیں زمین میں گر گئیں۔ کاٹو تو جسم میں خون کا قطرہ نہیں۔ کیا یہی مقام خلیفہ ہے اور یہی وہ بلند بانگ پرچار ہے کہ ہم ہی میں جو خدمت قرآن فلاں فلاں زبانوں میں کر رہے ہیں اور ادھر اسی قرآن پاک کی فضیلت و عظمت کا عمل بحاورہ ”صورت مومنوں کو توت کا فراں“ سے دیا جاتا ہے تو بہ تو بہ۔

یہ بھی بتائے جاؤں کہ یہ کس موڈ میں کہے گئے۔ ایک بیگم صاحبہ کو حضور کے ہر طرح کے قرب صلاح مشورے وغیرہ وغیرہ کی بنا پر چیمپی کہا جاتا اور مانا جاتا تھا اور اہل قادیان کی مستورات خصوصاً جانتی تھیں بعد منانے رنگ رلیاں حضور کی خوشنودی کے لیے کھڑے محو گفتگو تھے کہ ان بیگم صاحبہ نے مجھے اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے کہا ”آپ مجھے اپنی چیمپی کہتے ہیں یہ میرا چیمپی ہے“ باموقع خوب مذاق ہوا جس میں نعوذ باللہ وہ الفاظ دو مرتبہ کہے گئے۔ یہ الفاظ پنجابی میں نام لیتے کہے گئے جو ان کی خلافت کی جیتی جاگتی حقیقت و اصلیت اسلام اور رسول مقبول ﷺ سے وابستگی کی نمایاں جھلک دیتی ہے۔ اب ان کی اصلیت ضمیر کی نصیحت و وصیت بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ فرما ہی لیجئے۔ فرمایا۔

”میں نے تمام بچوں کو کہہ دیا ہوا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو ایک دوسرے سے کرلی

جائے۔ سبحان اللہ کیا یہ نصیحت و وصیت خلیفہ کو زیب دیتی ہے۔ گویا اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ یہ رنگ رلیاں صرف حضور کی ذات مبارک تک ہی محدود نہیں بلکہ کل اولاد کیا لڑکے اور کیا لڑکیاں جن کو پہلے ہی استعمال کرنا کرنا شروع کر دیا ہوا ہے تو بھلا اس صورت میں لڑکے کہاں متقی و پرہیزگار ہو سکتے ہیں۔ تبھی تو یہ روناق بجا ہے کہ ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، بھاد جوں کی عزت و ناموس ہر وقت خطرے میں ہے۔ اب ان ملفوظات میں سے ایک اور فرمان ملاحظہ فرمایا جائے۔

فرمایا لوگ باہر سے تہرک کے لیے اپنی بیویاں، بیٹیاں، بہویں، بھیجے رہتے ہیں لیکن پھر بھی جنون عشق بازی سے تسلی نہیں ہوتی۔ مجبوراً پنجابی کہاوت ”جنے لائی لوتی، کرے کی کوئی“ کے مطابق بے شرموں کے ساتھ بے شرم ہونا ہی پڑے گا۔ مجبوراً حقیقت حال بیان کرنا پڑے گی۔ وہ یہ کہ لوٹے بازی کروانے کا بھی شوق باقی تھا۔ چنانچہ یہ چکر میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے لیکن چونکہ مجھے اس قبیح عادت سے نفرت تھی مجبوراً خود ہی کر دیتے، اعضاء پکڑ کے اپنے میں ڈالنے کی ناکام عیاشی۔ تو اس پر ایک دفعہ یوں فرمایا کہ خلیفہ صلاح الدین کا (جو رشتہ میں سالاک تھا)..... (وہی پنجابی لفظ اعضاء) کتنا موٹا اور لمبا ہے۔ اب اس سے غور کریں کہ ان کی عادات رنگ رلیاں اور عشق مزاجی میرے اس لفظ ممبر محفل میرر روحانی سے بالکل صحیح اور سچ ثابت ہو گیا، ابھی اور بھی ممبر اور ممبرات محفل میں جن کی تعداد جو میرے علم میں ہے پندرہ بیس ہے اور ان سے آگے جاگ لازمی لگے گی جاگ کا کام ہی یہی ہے۔ اب واقعات کرچین استانیوں کے ایک کا ذکر لاہور کے اخبارات میں ہوا۔ خبر یوں لگی کہ ”مرزا قادیانی ہوٹل سے ایک لڑکی لے اڑے“ یہ برگزہ ہوٹل لاہور کا واقعہ ہے۔ ایک دوسرے کو بھیجنے پر ناکامی کے بعد مجھے حکم ملا۔ بعد کامیابی شاپاش ملی۔ الغرض اسے لے کر سینما جو ملکہ کے بت کے پاس ریڈ کر اس آفس کے بالمقابل ہے (پلازہ سینما ناقل) مع عملہ گئے انٹرول کے قریب یکدم بھاگ بھاگ کاروں میں بیٹھ یہ جاوہ جا۔ بعد میں علم ہوا کہ کین میں یہ کرچین لڑکی بغل میں لیے ہوئے پیار وغیرہ کرتے تھے۔ باہر سے کسی کی نظر کا نظارہ ہو گیا گویا نام کو استانی اندر خانہ عیاشی۔ اب یہاں اصل معاملہ یوں بیٹھتا ہے کہ قادیان پہنچ کر سینما بنی میں کل دنیا جہان کی خرابیاں گنوائیں۔ خطبہ جمعہ کے سٹیج سے اخبارات، رسائل، تقاریر کے ذریعہ سینما بنی سے سختی سے منع فرمایا جاتا ہے مگر اس سے پہلے جب بھی لاہور گئے سینما ضرور دیکھا جاتا، آیا خیال شریف میں۔

جناب سیکرٹری صاحب امور عامہ معلوم ہوتا ہے سینما بنی سختی سے منع ہونے پر آپ کا

حلق خشک ہو گیا ہے۔ فکر نہ کریں میرے پاس تری کا بھی سامان موجود ہے۔ سو محترم من وہ یوں قادیان سے کار لا ہو ر جاتی، وہاں سے محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ بعد حج کے ذریعہ شراب کار کی پچھلی سیٹ کے نیچے چھپا کر لائی جاتی تاکہ عیاشی میں کوئی کمی نہ رہ سکے (حلق ٹھیک ہو گیا ہوگا) مگر صاحب میں معافی چاہوں گا اوپر لکھا تو ”وجہ مظالم“ تھا لیکن مظالم کی بجائے عیاشیوں کی داستانوں میں پڑ گئے مگر جناب مجبور ہوا تھا سو چلے میرے ساتھ قصر خلافت کے اس مخصوص کمرہ رنگینیوں میں جسے اس اولوالعزم خلیفہ نے مغلوں کی عیاشیوں کا گہوارہ بنا رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو بحیثیت فن فوٹو گرافی ایسے ایسے رنگین نگاروں سے بھلا نظر کیونکر چوک سکتی تھی۔ لہذا ہر ہی پہلو سے اچھی طرح محفوظ ہوئے۔ بس اور بس یہی 42 سالہ وجہ مظالم ہے جن کی تلاش کے لیے چوریاں خانہ تلاشیاں تالے ڈکھتری میں توڑے توڑے گئے۔ سر توڑ کوشش فرماتے، ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تاکام و نامراد ہوتے ذلت کے اتھاہ گڑھے میں ڈبکیاں ہی کھاتے رہے۔ اب جب کہ خاموش بیٹھے بھی مبر نہ آیا مجبور کر دیا ”تم مبر کرو وقت آنے دو“ سو وقت آ گیا ہے ڈبکیوں کی بجائے ڈوبنے کا۔ بھلا ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے ایسی ایسی رنگینیوں کی تصاویر بھلا کوئی گھروں میں رکھتا ہے۔ خصوصاً جب کہ تلاش میں ہر قسم ذلالت کے حربے استعمال کئے کر دئے جاتے ہوں اب وقت آیا ہے ان کے منظر عام پر لانے کا جو پیش کئے جائیں گے تاکہ ان کی عیاشیوں کو حقیقی رنگ میں نہنگ کرنے کے لیے بوقت کارروائی ممد و معاون ہوں۔“

(مرزائیوں کی روحانی شکار گاہ، ص 21 تا 30، از عبدالرزاق مہتہ قادیانی)

بے نقاب

VIEW
PROOF

(38)

مرزا بشیر الدین محمود کا اپنا ایک شعر ہے جس میں اس نے مندرجہ بالا برائیوں کا اقبال جرم کرتے ہوئے کہا:

”کیا بتاؤں کس قدر کمزوریوں میں ہوں پھنسا

سب جہاں ہزار ہو جائے جو ہوں میں بے نقاب“

(کلام محمود از مرزا بشیر الدین محمود ص 78)

(نقل: ماحل مسیحیوں)
+ بغیر دستخط ہر کتب خانہ کے کتاب سرزد سمجھی جاوے گی +

قد فرغنا من الرد علی قوم یستمنون آریہ فالسکندیلہ رب العالمین
انما اذا نزل کتابنا بساحۃ قوم فسأ صباۃ المنذرین

(ترجمہ)
ہم آریہ کا رد لکھنے سے فراغت کر چکے سو اس خدا کو سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے
ہم جب ایک قوم پر چڑھا لی کرتے ہیں اور انکے صحن میں اترتے ہیں تو وہ صبح ان کی ایک ٹہنی
صبح ہوتی ہے جو تباہی کی خبر دیتی ہے

=====

یہ کتب آریہ صاحبوں کے اس مضمون کے جواب میں لکھی گئیں جنہوں نے اپنے مذہبی جلسہ میں دسمبر ۱۹۰۸ء میں
جو اربعہ چار سو معزز ہماری جماعت کے مسلمانوں کے خدا کو اپنے گھر میں لگا کر سنا یا تھا جو ہمارے سید مولانا
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دشنام دہی سے بڑھا جس میں دینی اسلام پر جا بجا توہین اور
ہنسی اور ٹھٹھا کیا گیا تھا اور نہایت شوخی سے گندی گالیاں دے کر اوبے خا ہمتیں ہمارے
مقدس ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر صدمہ مسلمانوں کو خود مدعو کر کے نہایت دکھ
دیا تھا اور اس کتاب کا نام



از مولفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب صحیح موعود

جو ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں طبع ہوئی

باہتمام شیخ یعقوب علی تراز منیجر

تو مناسب تھا کہ وہ اس بحث میں اپنے تئیں نہ ڈالتے اور چپ ہی رہتے اور خواہ مخواہ اپنے موجودہ وید کی پردہ درمی نہ کراتے۔ جو کچھ وید نے اپنا فلسفہ اور علم طبعی ظاہر کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہندوؤں کے پریشدر کو ایک انسان کا فرزند قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اندر آریوں کا پریشدر کشلیا کا بیٹا ہے۔

اور نیز یہ کہ عناصر اور اجرام سماویہ سب پریشدر ہی ہیں اور نیز وہ تعلیم دیتا ہے کہ ان تمام چیزوں سے مراد میں مانگی جائیں اور نیز یہ تعلیم جو نہایت گندی اور قابل شرم تعلیم ہے یعنی یہ کہ پریشدر ناف سے دس انگلی نیچے ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں) ہم یہ نہیں سمجھتے کہ کسی پہلے زمانہ میں یہی وید تھا۔ بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ایک محرف متبدل کتاب ہے کچھ تو باعتبار الفاظ کے اور کچھ باعتبار معنوں کے۔ اور ہمارے نزدیک ممکن اور غالب ہے کہ کوئی اصل کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلی پھر کچھ کم کی گئی ہے اور کچھ زیادہ کی گئی۔ اور صورت بدلائی گئی ہے اور موجودہ وید بلاشبہ ایک گمراہ کر نیوالی کتاب ہے۔ جس میں پریشدر کا بھی پتہ نہیں ملتا اور اس قدر مخلوق چیزوں کی اس میں پرستش کی تعلیم ہے کہ گویا وہ مخلوق پرستی کی ایک دوکان ہے پس جس جگہ ہم وید پر کوئی حملہ کرتے ہیں یا اسکی تکذیب کے دلائل پیش کرتے ہیں اس جگہ ہی موجودہ وید مراد ہے جو سراسر محرف متبدل ہے نہ وہ اصل وید جو کسی زمانہ میں خدا کی طرف سے آیا تھا اور ہم خدا کی کتاب متبادل پر ایمان لاتے ہیں اور ایسا ہی اس وید پر جو کسی زمانہ میں ملک ہند کے کسی نبی پر نازل ہوا ہوگا مگر موجودہ وید کی نسبت ہم اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جس قدر گندے فوٹے مخلوق پرستوں کے اس ملک میں پھیلے ہوئے ہیں یہ سب وید کی ہی مہربانی ہے اور انسانی پاکیزگی کی نسبت جو کچھ وید نے سکھایا ہے اس کا عمدہ نمونہ نیوگ ہے۔ یہ نیوگ کی ہی پاک کارروائیوں میں سے ہے کہ آریہ قوم میں اس بات کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ کون آریہ صاحب اصل باپ کے لطفہ میں سے ہے۔ اور کون آریہ

وَالنَّصْرُ
لِغُلَامَيْهِ
فَالْبَاقِي
مَعَهُمْ
بِسَبِيلِ
الْقُدْرَةِ

اِسْمِ

مَلِكِ
الْاِسْلَامِ
مِنْ جَدِّهِ
الْمُتَمَدِّدِ
الْمُتَمَدِّدِ

ایک معزز گھرانے کے گھر میں ولادہ نہیں ہوتی دوسری شادی کر نہیں سکتا کہ وید کی رو سے حرام ہے آخر فرنگ کی ٹھہرتی ہے یا روہت مشورہ دیتے ہیں کہ لالہ صاحبہ تنگ کر لے لالہ بہت ہوجائیگی ایک لالہ انتہا ہے کہ ہر سنگ جو اسی محل میں رہتا ہے اس کام کے بہت لائق ہے لالہ بہادی لالہ نے اس سے تنگ کر لیا تھا لالہ پیدا ہو گیا یہ لالہ لالہ پیدا ہونے کا نام سُکر باغ باغ ہو گیا۔ لالہ صاحبہ آپ ہی نے سب کام کرنے میں تو ہر سنگ کا واقف بھی نہیں۔ مہاراج شر پٹنفس ہونے کے ماں ہم سجادیں گے رات کو آج لے گا۔ ہر سنگ کو خبر دی گئی وہ محلہ میں ایک مشہور قند باز اول نمبر کا بر معاش اور حرا کا قند خانہ سنتے ہی بہت خوش ہو گیا اور انہیں کاسوں کو وہ چاہتا تھا پھر اس سے زیادہ اس کو کیا چاہیے تھا۔ ایک خزان عورت اور پھر خوب صورت شام ہوتی ہی آج صبح ہوا۔ لالہ صاحبہ پہلے ہی دلالہ عورتوں کی طرح ایک کوٹری میں نرم بستری بچھا کر رکھا تھا اور کچھ دودھ اور علا بھی دو تیرتوں میں سرانے کی جلا قدس رکھا دیا تھا تاگر یہ جیڈا نا کو منع ہو تو کھانی لپوے پھر کیا تھا آتے ہی بیرج دانے لالہ دھرت کے نام و فوس کا شیشہ توڑ دیا اور وہ بد بخت عورت تمام رات اس سے منہ کالا کرتی رہی اور اس پلید نے جو شہوت کا ملہ تھا نہایت قابل شرم اس عورت سے حرکتیں کیں اور لالہ باہر کے دالان میں کھسکے اور تمام رات اپنے کانوں سے بھیلی کی باتیں سنتے رہے بلکہ تختوں کی دراڑوں سے مشاہدہ بھی کرتے رہے۔ صبح وہ غیبت اچھی طرح لالہ کی ناک کاٹ کر کوٹری سے باہر نکلا لالہ تو منتظر ہی تھے دیکھ کر اس کی طرف دوڑے اور بٹے ادب سے اس پلید پر معاش کو کہا سردار صاحبہ رات کیا کیفیت گذری اس نے کھسکا کر مبارک باد دی اور اشادوں میں جتا دیا کہ محل ٹھہر گیا لالہ دھرت سُکر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھے تو اسی دن سے آپ پرعتیں ہو گیا تھا جبکہ میں نے بہادی لالہ کے گھر کی کیفیت فہمی تھی اور پھر کہا وید حقیقت میں دیا سے بھرا ہوا ہے کیا عمدہ تہذیب رکھتی ہے جو غفلت نہ گئی۔ ہر سنگ نے کہا کہ ہاں لالہ صاحبہ سب کچھ ہے کیا وید کی آگیا کبھی غلا بھی جاتی ہے میں تو انہی باتوں کے خیال سے وید کو ست دیا توں کا پسنگ مانا ہوں۔ اور دراصل ہر سنگ ایک شہوت پرست آدمی تھا۔ اس کو کسی وید شترا در شرتی شلوک کی پڑھنا نہ تھی اور نہ ان کو ٹوٹا نصرت ہونے کے بعد کو خیر نہیں مگر ہم نے ہر سنگ کی کسی کی پڑھائی کو نہیں لے م نے ناموں کو کسی قند باز کر کے دیا ہے

کچھ اعتقاد رکھتا تھا اُس نے صرف والدِ دہشت کی مخالفت کی باتیں نہ کہ اُس کے خوش کرنے کے لئے اُن
 میں اُن ملا دی مگر اپنے دل میں بہت ہنسنا کہ اس دہشت کی پُتر لینے کے لئے کہاں تک نوبت پہنچ گئی
 پھر اُس کے بعد ہر سنگہ تو رخصت ہوا اور والدِ گھر کی طرف خوش خوش آیا اور اُسے یقین تھا کہ اُس کی
 ہستی و رام دکی بہت ہی خوشی کی حالت میں ہوگی کیونکہ مراد پوری ہوئی۔ لیکن اُس نے اپنے گسان کے
 برخلاف اپنی عورت کو رو تھے پایا اور اس کو دیکھ کر تو وہ بہت ہی دہشتی بہانہ تک کہ چینیں نکل گئیں۔
 اور چپکی آئی شروع ہوئی۔ والد نے حیران سا ہو کر اپنی عورت کو کہا کہ "ہے بھگوان آج تو خوشی کا دن
 ہے کہ دل کی مرادیں پوری ہوئیں اور بیچ ٹھہر گیا پھر تو روتی کیوں ہے، وہ بولی میں کیوں نہ روؤں تو نے
 سارے کتبے میں میری مٹی پلید کی اور اپنی ناک کاٹ ڈالی اور ساتھ ہی میری بھی اُس سے بہتر تھا کہ
 میں پہلے ہی مر جاتی۔ والد دہشت بولا کہ یہ سب کچھ ہوا مگر اب بچہ ہونے کی بھی کس قدر خوشی ہوگی وہ
 خوشیاں بھی تو تو ہی کہے گی مگر رام دکی شاید کوئی نیک اصل کی تھی اُس نے ثمت جواب دیا کہ حرام
 کے بچہ کوئی حرام کا ہی ہو تو خوشی سنا دے والد تیز ہو کر بولا کہ ہے کیا کہہ دیا یہ تو دید آگیا ہے
 عورت کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی بولی میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیا دید ہے جو بدکاری سکھاتا اور زنا
 کاری کی تعلیم دیتا ہے یوں تو دنیا کے مذاہب ہزاروں باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں مگر کبھی نہیں سنا
 کہ کسی مذہب نے دید کے متواپہ تعلیم بھی دی ہو کہ اپنی پاک لہن عورتوں کو دوسروں سے بہتر کرادے۔ آخر
 مذہب پاکیزگی سکھانے کے لئے چھٹا ہے نہ بدکاری اور حرام کاری میں ترقی دینے کے لئے۔ جب
 رام دکی یہ سب باتیں کہہ چکی تو والد نے کہا کہ چپ رہو اب جو ہوا سو ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ شریک شنیں اور
 میرا ک کاٹیں۔ رام دکی نے کہا کہ اے بیویا کیا بھی تک تیرا تک تیرے منہ پر باقی ہے ساری رات
 تیرے شریک نے جو تیرا ہمسایہ اور تیرا پکا دشمن ہے تیری سہروں کی بیاہتا اور عورت کے خاندان والی
 سے تیرے ہی بستر پر چڑھ کر تیرے ہی گھر میں خوابی کی اور ہر یک ہٹاک حرکت کے وقت جتا بھی دیا کہ
 میں نے خوب بد لایا۔ سو کیا اس بے فیرتی کے بعد بھی تو جیتا ہے۔ کاش تو اس سے پہلے ہی مرا ہوتا۔
 اب وہ شریک اور پھر دشمن باتیں بنانے اور بٹھکانے سے کب باز رہے گا بلکہ وہ تو کہہ گیا ہے

کہ میں اس فتح عظیم کو چھپا نہیں سکتا کہ جو آج دس ادا مل کے مقابل پر مجھے حاصل ہوئی۔ میں ضرور راتم دئی
 کا سا رانقہ محلہ کے لوگوں پر ظاہر کروں گا سو یاد رکھ کہ وہ ہر ایک مجلس میں تیرا ناک کاٹے گا اور ہر ایک
 لڑائی میں یہ قسم تجھے جتنے گا اور اُس سے کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعوے کر دے کہ رام دئی میری ہی
 عورت ہے کیونکہ وہ اشارہ سے یہ کہہ بھی گیا ہے کہ آئندہ بھی میں تجھے کبھی نہیں چھوڑ دنگل لالہ دیوٹ
 نے کہا کہ نکاح کا دعوئی ثابت ہوتا تو مشکل ہے بلکہ یارانہ کا اظہار کرے تو کرے تاہماری اور بھی
 رسوائی جو بہتر تو یہ ہے کہ ہم دیش ہی چھوڑ دیں۔ بیٹا ہونے کا خیال تھا وہ تو ایشرنے دے ہی دیا بیٹے
 کا نام سُکر عورت نہ ہر خندا ہنسی اور کہا کہ تجھے کس طرح اور کیونکر یقین ہوا کہ ضرور بیٹا ہوگا اول
 تو بیٹہ ہونے میں ہی شک ہے اور پھر اگر ہو بھی تو اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ لڑکا ہی ہوگا کیا بیٹا
 ہونا کسی کے اختیار میں رکھا ہے کیا ممکن نہیں کہ حمل ہی خطا بلے یا لڑکی پیدا ہو لالہ دیوٹ بولے
 کہ اگر حمل غلط گیا تو میں کہہ کر سنگہ کو جو اسی محلہ میں رہتا ہے نیوگ کے لئے بلا لائن گا عورت نہایت
 غصہ سے بولی کہ اگر کہہ کر سنگہ بھی کچھ نہ کر سکا تو پھر کیا کریگا لالہ بولا کہ تو جانتی ہے کہ نرائن سنگہ بھی پلن
 دونوں سے کم نہیں اس کو بلا لاؤں گا۔ پھر اگر ضرورت پڑی تو سبیل سنگہ۔ لہنا سنگہ۔ یوڑا سنگہ۔ جیون سنگہ
 صوبہ سنگہ۔ بخان سنگہ۔ ماتن سنگہ۔ رام سنگہ۔ کشن سنگہ۔ دیال سنگہ سب اس محلہ میں رہتے ہیں اور زہ
 اور قوت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں میرے کہنے پر سب حاضر ہو سکتے ہیں عورت دعوئی کر میں
 اس سے بہتر تجھے صلاح دیتی ہوں کہ مجھے بالا میں ہی ہٹا دے تب دیش میں کیا ہزاروں لاکھوں آ
 سکتے ہیں منہہ کالا جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا گیا یاد رکھ کہ بیٹا ہونا پھر بھی اپنے بس میں نہیں اور اگ ہوا بھی
 تو مجھے اُس سے کیا جس کا وہ لطف ہے آخر وہ اُسی کا ہوگا اور اُسی کی خوبولے گا کیونکہ درحقیقت وہ
 اُسی کا بیٹا ہے اس کے بعد رام دئی نے کچھ سوچ کر پھر یہ خاطر دیا کیا اور دُور دُور تک آواز گئی اور آواز
 سن کر ایک پنڈت نہال چند نام دہلا آیا اور اتنے ہی کہا کہ لالہ سنگہ تو ہے یہ کسی رونے کی آواز آئی۔
 لالہ ناک کٹا چاہتا تو نہیں تھا کہ نہال چند کے آگے قصہ بیان کرے مگر اس خوف سے کہ رام دئی
 اس وقت غصہ میں ہے اگر میں بیان نہ کروں تو وہ ضرور بیان کر دے گی کچھ کھسیا سا ہو کر زبان دبکر

2

جاء الحقوزحق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

آنانکه برد علومی ماحمله میکنند	وز را چون چهل عید با بر ولا کنند
گریک نظر کنند دین نسخه کتاب	هست این یقین که ترک نما و با بکنند
باور نمی کنم که نیایند عذر خواه	وین امر دیگر است که ترک حیا کنند

برایین احمدیه

چشم (۵)
لقب

بالحمدین الاحمد علی حقیقه کتاب الله القرآن والنبوة المحمد

مؤلفه
حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیه السلام

کر دہ ہیں اس لئے وہ باوجود اپنے طور کے وجود اور رقص اور اشعار خوانی اور سرود وغیرہ کے رحیم خدا کے تعلق سے سخت بے نصیب ہوتے ہیں اور اس نطفہ کی طرح ہوتے ہیں جو انسان کی بیماری یا جذام کے عارضہ سے مل جائے اور اس قابل نہ رہے کہ رحم بھی تعلق پکڑ سکے۔ پس رحم اور رحیم کا تعلق یا عدم تعلق ایک ہی بنا پر ہے صرف روحانی اور جسمانی عوارض کا فرق ہے۔ اور جیسا کہ نطفہ بعض اپنے ذاتی عوارض کی رو سے اس وقت نہیں رہتا کہ رحم اس سے تعلق پکڑ سکے اور اس کو اپنی طرف کھینچ سکے ایسا ہی حالت خشوع جو نطفہ کے درجہ پر ہے بعض اپنے عوارض ذاتیہ کی وجہ سے جیسے تکبر اور عجب اور دیا یا اور کسی قسم کی ضلالت کی وجہ سے یا شرک سے اس وقت نہیں رہتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ سکے پس نطفہ کی طرح تمام فضیلت روحانی وجود کے اول مرتبہ کی جو حالت خشوع ہے رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے جیسا کہ تمام فضیلت نطفہ کی رحم کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اگر اس حالت خشوع کو اس رحیم خدا کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں اور نہ حقیقی تعلق پیدا ہو سکتا ہے تو وہ حالت اس گندے نطفہ کی طرح ہے جس کو رحم کے ساتھ حقیقی تعلق پیدا نہیں ہو سکتا اور یاد رکھنا چاہیے کہ نماز اور یوں الہی میں جو کبھی انسان کو حالت خشوع میسر آتی ہے اور بعد از ذوق پیدا ہو جاتا ہے یا لذت محسوس ہوتی ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس انسان کو رحیم خدا سے حقیقی تعلق ہے جیسا کہ اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے طہیدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الہی میں ذوق جس کو دوسرے عقول میں حالت خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم فقط اس قطرہ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں

کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے۔ پس ایسا ہی روحانی ذوق شوق اور حالت خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحیم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہو جائے اور اس کی طرف کھینچا جائے بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی وہی لذت نطفہ ڈالنے والے کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ۔ پس ایسا ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع و خضوع اور حالت فق و شوق رنڈی بازوں سے مثلاً یہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کاری اور رنڈی کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت ہوتا ہے۔ بہر حال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی استعداد ہے حالت خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی استعداد ہے مگر صرف حالت خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس روحانی صورت کے مقابل پر ہی مشابہہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے محبت کرے اور مٹی کی صورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر مصلحت نہیں کریگی کہ محل صمد ہو گیا ہے۔ پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گودہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کیلئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے یعنی کسی شخص میں نماز اور یاد الہی کی حالت میں خشوع اور سوز و گداز نہ ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ

✱ ابتدائی حالت میں خشوع و رقت کے ساتھ ہر طرح کے کام میں ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہمیں ہر روز کی عبادت میں ہوتا ہے اور بات بات میں ڈر جانا اور خشوع اور انکسار اختیار کرنا ہے مگر بائیں ہاتھ میں کے زمانہ میں بیٹھا ہوا بہت سے لغویات میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور سب سے پہلے لغویاتوں اور لغو کاموں کی طرف ہی رغبت کرتا ہے اور اکثر لغو حرکات اور لغو طور پر کونٹا اور اچھٹا ہی اس کو پسند آتا ہے جس میں بسا اوقات اپنے جسم کو بھی کوئی صدمہ پہنچا دیتا ہے اس کے علاوہ یہ کہ انسان کی زندگی کا راہ میں فطرتاً پہلے لغویات ہی آتے ہیں اور پھر اس تربیت کے لئے کہ وہ سرگرم رہے نہ ہو۔ پس بیٹھا پہلا زینہ بلوغ کا بچپن کے لغویات سے پرہیز کرنا ہے جو اس کی ثابت ہے کہ سب سے پہلا تعلق انسانی مرثیت کو لغویات سے ہی ہوتا ہے۔ منہ

شعروں کے سُفنے اور سرود کی تاثیر سے رقص اور دُرد گرد اور گریہ و زاری شروع کر دیتے ہیں اور اپنے رنگ میں لذت اٹھاتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مل گئے ہیں۔ مگر یہ لذت اُس لذت سے مشابہ ہے جو ایک زانی کو حرامکار عورت سے ہوتی ہے۔

اور پھر ایک اُد مشابہت خشوع اور نطفہ میں ہے اور وہ یہ کہ جب ایک شخص کا نطفہ اس کی بیوی یا کسی اور عورت کے اندر داخل ہوتا ہے تو اس نطفہ کا اندام نہانی کے اندر داخل ہونا اور انزال کی صورت پر کڑا کر دیا ہو جانا بعینہ روئے کی صورت پر ہوتا ہے جیسا کہ خشوع کی حالت کا نتیجہ بھی رونما ہی ہوتا ہے۔ اور جیسے بے اختیار نطفہ اُجھل کر صورت انزال اختیار کرتا ہے۔ یہی صورت کمال خشوع کے وقت ملنے کی ہوتی ہے کہ رونا آنکھوں اُچھلتے اور بیوی انزال کی لذت کبھی محال طور پر ہوتی ہے بلکہ اپنی بیوی انہیں محبت کرتا ہے اور کبھی حرام طور پر جبکہ انسان کبھی حرام کا عورت سے محبت کرتا ہے۔ یہی صورت خشوع اور سوز گداز اور گریہ و زاری کی ہے یعنی کبھی خشوع اور سوز گداز محض خدا کے واحد لا شریک کے لئے ہوتا ہے جس کے ساتھ کسی بدعت اور شرک کا رنگ نہیں ہوتا۔ پس وہ لذت سوز گداز کی ایک لذت حلال ہوتی ہے مگر کبھی خشوع اور سوز گداز اور اس کی لذت بدعات کی آمیزش سے یا عنوق کی پرستش اور بتوں اور دیولوں کی پوجا میں بھی حاصل ہوتی ہے مگر وہ لذت حرامکاری کے جماع مشابہ ہوتی ہے غرض مجرّد خشوع اور سوز گداز اور گریہ و زاری اور اس کی لذتیں تعلق باللہ کو مستلزم نہیں بلکہ جیسا کہ بہت سے ایسے نطفے ہیں جو ضائع جاتے ہیں اور رحم اُن کو قبول نہیں کرتا۔ ایسا ہی بہت سے خشوع اور تعویذ اور زاری ہیں جو محض آنکھوں کو کھونا ہے اور رحم خدا اُن کو قبول نہیں کرتا غرض حالت خشوع کو جو رُوحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے نطفہ ہونے کی حالت کے جو جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے ایک کھلی کھلی مشابہت ہے جس کو ہم تفصیل سے کچھ چکے ہیں اور یہ مشابہت کوئی معمولی امر نہیں ہے بلکہ صانع قدیم جلّ شانہ کے خاص ارادہ سے اُن دونوں میں اکمل اور اتم مشابہت ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں بھی لکھا گیا ہے کہ

ایک بکار عورت کو خوف ہوتا تھا کہ اگر وہ فحش پیشہ اختیار کرے گی تو اُسے قانون دکھائی کی سخت آزمائش بھی برداشت کرنی پڑے گی۔ بہت سی عورتیں اسی خوف کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کرنے سے بچ رہتی تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دکھائی کا طریق بند ہے۔ مرض الکک کے ادویات کے اشتہارات کٹر سے شائع ہوتے ہیں۔ جو اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ ملک میں مرض الکک بہت پھیلا ہوا ہے اول تو ہیں اس خراب فرقہ کے وجود سے ہی سخت اختلاف ہے مگر ایسے زمانہ میں جبکہ اخلاق اور مذہب کی سخت کمزوری ہو رہی ہے یہ امید کرنا فضول ہے کہ یہ شیطانی فرقہ نہایت دنا ہو جائے گا اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اُن کے لئے کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس سے یہ اخلاق اور مذہب کو بگاڑنے کے علاوہ عوام کی صحت کو ہمیشہ کے لئے خراب کرنے کے قابل نہ رہ سکیں اور وہ قانون صرف قانون دکھائی ہی ہے۔ ہم نہایت شکر گزار ہوں گے اگر وہ جلد ہند میں قانون دکھائی جاری کیا جا سکے گا۔ مگر یہ شرط ضرور ساتھ ہے کہ اگر وہ لوگوں کے لئے ہر مین ٹیلیاں بہم پہنچانی ہوں۔ یقین ہے کہ گورنمنٹ ہند اور عزیز مہمندان اس معاملہ پر ضرور توجہ اور غور فرمادیں گے۔

دین دنیا میں ان کی خوراک ہے
عقل و تہذیب سے وہ جلدی ہے
اُن کی شیطان نے عقل مادی ہے
اب تو تاق کی پردہ تاری ہے
وہ تو اک غمٹ کی پٹاری ہے
جبکہ رسم نیوگ جاری ہے
اس کے نظار میں تو طاری ہے
آریوں کا اصول جلدی ہے
ہید کے خادموں میں مادی ہے

جن کو رسم نیوگ پیاری ہے
جس کے دین میں ہے ایسی بے شری
جن کو آتی نہیں نیوگ سے جلد
ہید کی کھل گئی حقیقت کل
جس کے باعث یہ گندگی پھیلی
دوسرا بیاہ کیوں حرام نہو
کیوں نہ پوشیدہ ہو نیوگ کی رسم
چکے چکے حرام کروانا
اُسے ہ غمیت اور بد رسم

جن کو دیکھو دہی شکاری ہے
 اُن کی تری ہر ایک تری ہے
 جس میں واجب حرام کاری ہے
 شرم و غیرت کہاں تہا ہے
 ناک کے کاٹنے کی آری ہے
 کہ یہ پوشیدہ ایک باری ہے
 اعتقاد اس پہ بد شعاری ہے
 سخت خبیث اور نابکاری ہے
 وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
 جفت اس کی کوئی ہماری ہے
 آریہ دیس میں یہ خواری ہے
 یہ نہ اولاد قہر باری ہے
 ساری شہوت کی بیقراری ہے
 یار کی اس کو آہ و نزاری ہے
 پاک دامن ابھی بچاری ہے
 اُن کی لالی نے عقل ماری ہے
 ایسی جود کی پاسداری ہے
 مرزا زار اُن کی باری ہے
 وہ ننگی پہ اپنے ولکی ہے
 کس قدر اُن میں بدمباری ہے
 خوب جود کی حق گزاری ہے

زن بیگنہ پر یہ شیدا ہیں
 لایق سوختن ہیں اُن کے مرد
 وہ ماکیا و ہرم ہے کیا ایمان
 آریو! دل میں غور سے سوچو
 جس کو کہتے ہیں آریوں میں نیوگ
 کچھ نہیں سوچتے یہ دشمن شرم
 منجھب اس کا ہے بلا دیوث
 غیر مردوں سے مانگنا نطفہ
 غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے
 ہے وہ چندال دشت اور پانی
 ہیں کٹھنوں نیوگ کے بچے
 ایسی اولاد پر خدا کی مار
 نام اولاد کے حصول کا ہے
 بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط
 دس سے کرو اپنی زنا لیکس
 لالہ صاحب بھی کیسے امتق ہیں
 گھر میں لاتے ہیں اس کے یار و کو
 اس کے یاروں کو دیکھنے کے لئے
 جود بجا پر خدا ہیں یہ بھائے
 شرم و غیرت خدا نہیں باقی
 ہے تو کی مرد کی تلاش انہیں

مائیل پیج باراقل

إِنَّ الْبَابَ كَانَ زُخْرًا

جَاءَ الْحَقُّ وَزُفِيَ الْبَاطِلُ

بفضلہ تعالیٰ

یہ رسائل الحجۃ بن کے نام پہ تفصیل ذیل میں

انجامِ سہم

خدائی فیصلہ - دعوتِ قوم

مکتوبِ عربی بنام علماء

مطبع ضیاء الاسلام میں طبع ہو کر عام فائدہ
کے لئے شائع کئے گئے

قادیان

قیمت فی جلد چھ

بمقام

ایک برس تک انتظار کریں۔ اور یا مباہلہ کر لیں۔ ششم۔ اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نکرین تو مجھ سے

کیا تم میں ایک بھی سوچنے والا نہیں جو اس بات کو سوچے۔ کیا تم میں ایک بھی دل نہیں جو اس بات کو سمجھے۔ زمین نے عزت دی۔ آسمان نے عزت دی اور قبولیت پھیل گئی۔

پانچواں وہ امر جو مباہلہ کے بعد میرے لئے عزت کا موجب ہوا۔ علم قرآن میں اتنا مہمت ہے۔ میں نے یہ علم پا کر تمام مخالفوں کو کیا عبدالحق کا گروہ اور کیا بظاہر کا گروہ۔ غرض سب کو بلند آواز سے اس بات کے لئے مدعو کیا کہ مجھے علم حقائق اور معارف قرآن دیا گیا ہے۔ تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے۔ سو اس اعلان کے بعد میرے مقابل ان میں سے کوئی بھی نہ آیا۔ اور اپنی جہالت پر جو تمام ذلتوں کی جڑ ہے انہوں نے ٹھہر لگا دی۔ سو یہ سب کچھ مباہلہ کے بعد ہوا۔ اور اسی زمانہ میں کتاب کرامات الصادقین لکھی گئی۔ اس کرامت کے مقابل پر کوئی شخص ایک حرف بھی نہ لکھ سکا۔ تو کیا اب تک عبدالحق اور اس کی جماعت ذلیل نہ ہوئی۔ اور کیا اب تک یہ ثابت نہ ہوا۔ کہ مباہلہ کے بعد یہ عزت خدا نے مجھے دی۔

چھٹا امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور عبدالحق کی ذلت کا موجب ہوا۔ یہ ہے کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد اشتہار دیا تھا کہ ایک فرزند اُس کے گھر میں پیدا ہوگا۔ اور میں نے بھی خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ اشتہار انوار اسلام میں شائع کیا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے عطا کرے گا۔ سو خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرے گھر میں تو لڑکا پیدا ہو گیا۔ جس کا نام شریف احمد ہے اور قریباً پونے دو برس کی عمر رکھتا ہے۔ اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہیے۔ کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندھ بی اندھ پیٹ میں تحلیل پا گیا یا پھر رجعت قہقری کر کے لطف بن گیا۔ کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔ اور جو کچھ میں نے خدا کے الہام سے کہا خدا نے اس کو پورا کر دیا۔ چنانچہ ضیاء الحق میں بھی اسی لڑکے کا ذکر لکھا گیا ہے۔

ساتواں امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور قبولیت کا باعث ہوا خدا کے راست باز بندوں کا وہ مخلصانہ پوشش ہے جو انہوں نے میری خدمت کے لئے دکھلایا۔ مجھے کبھی یہ طاقت نہ ہوگی کہ میں خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کر سکوں۔ جو روحانی اور جسمانی طور پر مباہلہ کے بعد میرے وارد حال ہو گئے۔ روحانی انعامات کا نمونہ میں لکھ چکا

یعنی خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے

کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد کوئی حسرت دنیا میں پائی۔ کوئی توبیلت اس کی لوگوں میں پھیل کونے مالی فتوحات کے دروازے اس پر کھلے۔ کوئی سی ملٹی فضیلت کی پگڑی اس کو پہنائی گئی۔ صرف غفلت کوئی کے طور سے ایک مٹا ہونے کا دعویٰ کیا تھا کہ تاہی مباہلہ کا اثر سمجھا جائے۔ مگر اس کی بدبختی سے وہ دوسرے بھی باطل نکلا۔ اور اب تک اس کی عورت کے پیٹ میں سے ایک چوہا بھی پیدا نہ ہوا۔ مگر اس کے مقابل پر خدا تعالیٰ نے میرے الہام کو پورا کر کے مجھے لڑکا عطا کیا ۛ

یہ دس برس تکیں مباہلہ کی ہیں جو میں نے کھیں ہیں۔ پھر کیسے غیثت وہ لوگ ہیں جو اس

مباہلہ کو بے اثر سمجھتے ہیں۔ فعلیہم ان بیت دین و اربکس انی صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

بالآخر یہ وہ بادہ ہر ایک مخالف مکتف کذب پر نظر ہر کرتے ہیں کہ وہ مباہلہ کے میدان میں آویں اور

یقیناً سمجھیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے عبدالحق کے مباہلہ کے بعد یہ دس قسم کا ہم پر انعام و اکرام کیا۔ اور اس

کو ذیل کیا۔ اور اس کا بیٹے کا دعویٰ بھی جھوٹا نکلا۔ اور کوئی حسرت اس کو حاصل نہ ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے

اس کے تمام دعویٰ کو رد کیا۔ اس سے جڑھ کر اس مباہلہ میں ہر گاہ۔ میں نے اس روز بددعا

نہیں کی کہ یہ نہ کہ وہ ناجائز اور فحش تھا۔ اور اس کی جہالت اس کو قابل رحم ٹھہراتی تھی مگر اب

میں بددعا کروں گا۔ سوچائیے کہ ہر ایک مباہلہ کی درخواست کرنے والا اپنی طرف سے چسپا

ہوا اشتہار شائع کرے۔ اور یہ ضروری ہو گا کہ مباہلہ کرنے والا صرف ایک نہ ہو۔ بلکہ کم سے کم

دس ہوں۔ اور چونکہ مباہلہ کے لئے ہر ایک شخص گویا گیا ہے خواہ پنجاب کا ہو یا ہندوستان کا۔ یا

بلاد عرب کا یا بلاد فارس کا۔ اس لئے یہ مشقت مخالفوں پر جائز نہیں رکھی گئی کہ وہ دروازہ سفر

کو بند نہ بنائیں بلکہ حسب منطوق و ما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ میرید اللہ بکم الیس

ولا یرید بکم العس۔ یہ تجویز قرار پائی ہے کہ ہر ایک شخص اشتہارات کے ذریعہ

سے مباہلہ کرے۔ مگر یہ شرط ضروری ہے کہ جو الہامات میں نے رسالہ انجام اتہم میں

صفحہ ۱۶ سے ص ۲۶ تک لکھے ہیں۔ وہ کل الہامات اپنے اشتہار مباہلہ میں لکھے۔ اور بعض حوالہ

نہ دے بلکہ کل الہامات صفحات مذکورہ کے اشتہار میں درج کرے۔ اور پھر بعد اس کے مبارکات ذیل

کی دُعا اس اشتہار میں لکھے۔ اور وہ یہ ہے

دُعا

اے خداوند علیم و خبیر میں جو فلاں ابن فلاں ساکن قصبہ فلاں ہوں اس شخص کو

ۛ عبدالحق قزوینی نے ۲۷ شعبان ۱۳۸۷ کو اس نعمت کی مبارک کو چھوٹے جیسے جیسے اس کے سُر پر چم گئی ہے ایک اشتہار دیا ہے اس اشتہار کا جواب میں فرمایا کہ میں نے اس اشتہار میں قزوینی کے نام سے لکھا ہے کہ وہ عربی میں منظر کے لئے لکھا ہے نہ تیار نظر کرتا ہے۔ بہت خوب۔ یہی نشان دیکھ لے

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ اِذْ هُم بِالْمَكَّةِ الْمُنَوَّرَةِ
 وَرَاقًا جُنْدًا نَّالَهُمُ الْغَالِبُونَ سُدَّةً صَافَاتٍ
 وَكَفَانِي مِمَّا اَوْحِيَ اِلَيَّ هَذَا الْوَحْيِ الْمُبَشِّرِ
 قَالَ رَبِّكَ اِنَّهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَا يَرْضِيكَ وَمَا نَزَلَ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ
 مَا اَرْسَلَ نَبِيًّا اِلَّا خَرَسَ بِهِ اللّٰهُ قَوْلًا لَا يَوْصُونَ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
 وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ. وِبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاَنَّ لَهُمُ الْغَنَمَ. وَاللّٰهُ مَتِّعُ
 نَوْمِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ كَتَبَ اللّٰهُ لَا غُلُوبَ لِمُؤْمِنِي لَاقْتَفَتْ اَنْفُ الْكَافِرِ
 — (لَدَى الْمُرْسَلُونَ) —

حَقِيقَةُ الْوَحْيِ

حمد تعالیٰ کا ہزار ہزار شکریہ کہ یہ کتاب جامع جہیں ہر ایک قسم کے
 حقائق اور معارف اور ہر ایک آسمانی نشان و رج ہیں محض اسی کے
 فضل اور کرم اور خالص اسکی توفیق اور تائید سے مرتب و تالیف ہو کر

طبع میگزین قادیان میں باہتمام مبینجد مطبع کے چھپی

نہ اٹھایا مگر پادریوں کی اطاعت کا جو اُٹھا لیا۔ پس ان معنوں کے رُوسے بھی وہ اُبتر ٹھہرا۔ پھر
 جیسا کہ بیان کر چکا ہوں ان معنوں کے رُوسے بھی اُبتر ہوا کہ اُس وقت سے جو اسکی نسبت خدا
 تعالیٰ نے فرمایا کہ اِن شانِ اَشکِ ہوا لا بتو گویا اُسی دم سے خدا تعالیٰ نے اُسکی بیوی کے رحم پر
 مہر لگا دی اور اُسکو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سنایا گیا تھا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر
 میں اولاد نہ ہوگی اور نہ اُگے سلسلہ اولاد کا چلنے کا اور یقیناً اُس نے اِس الہام کو توڑنے کے لئے
 اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی ہوگی مگر وہ کوشش ضائع گئی۔ آخر نامراد مرا۔
 اور ابتر کے ہر ایک معنی اُس پر صادق آگئے۔ اور دوسری طرف جو میری نسبت وہ بار بار بددعا میں
 کرتا تھا کہ شیخِ مفتری ہے ہلاک ہو جائیگا اور اولاد بھی مرے گی اور جماعت متفرق ہو جائیگی۔ اِس کا
 نتیجہ یہ ہوا کہ اِس الہام کے بعد یعنی الہام اِن شانِ اَشکِ ہوا لا بتو کے بعد تین لڑکے میرے
 گھر میں پیدا ہوئے اور تین لاکھ سے زیادہ جماعت ہو گئی اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور کئی عیسائی اور
 ہندو میری دعوت سے مسلمان ہوئے۔ پس کیا یہ نشان نہیں اور کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور
 یہ کہنا کہ سعد اللہ کے لڑکے کی عبدالرحیم کی دختر سے نسبت ہو گئی ہے اور شادی ہو جائے گی اور
 اولاد بھی ہوگی یہ ایک خیالی پلاؤ ہے اور محض ایک گپ ہے جو ہنسی کے لائق ہے اور اس کا
 جواب بھی یہی ہو کہ خدا کے وعدے ٹل نہیں سکتے۔ یہ بات تو اُس وقت پیش کرنی چاہیے کہ
 جب شادی ہو جائے اور اولاد بھی ہو جائے۔ بالفعل تو ایمان داری کا یہ تقاضا ہے کہ اِس بات
 کو غور سے سوچیں کہ جیسا کہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ اِن شانِ اَشکِ ہوا لا بتو

ہو حاشیہ۔ یہ اسی طرح کی امید ہے جیسا کہ عبدالحق غزنوی ٹھہر تھری نے مباہلہ کے بعد اپنی نسبت مباہلہ کا
 اثر یہ ظاہر کیا تھا کہ میر بھائی مر گیا ہو اور اسی بیوی سے میں نے نکاح کیا ہو اور اسکو حمل ہو گیا ہو اور اب اسکو لڑکا
 پیدا ہو گا اور وہ مباہلہ کا اثر سمجھا جائیگا مگر اُس حمل کا انجام یہ ہوا کہ کچھ بھی پیدا نہ ہوا اور اب تک وہ باجوہ
 گذرے جو وہ برس کن نامرادی اور ذلت کی زندگی بھگت رہا ہو اور برخلاف اسکے مباہلہ کے بعد میرے گھر میں کئی لڑکے
 پیدا ہوئے اور کئی لاکھ انسان نے بیعت کی اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور دُنیا کے کناروں تک عرت کے ساتھ میری شہرت
 ہو گئی اور اکثر دشمن مباہلہ کے بعد مر گئے اور ہزار انسان آسمانی میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔ منہ بول

این مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے

تذکرہ المہدیؑ

لہجہ
انجمن احمدیہ راج الحق صاحب نیانی جہلی السوی سراوی احمدی

ماہ جون ۱۹۱۵ء

صفیہ نائیل

فیض آباد لاہور میں شریف آباد میں میرزا علی محمد صاحب طبع کا لکھا
ایم قاسم علی صاحب ایڈیٹر الحق دہلی نے تصدیق کی

طبع کیا

کیا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار مکہ کے قریش نے کیا۔ یہودیوں نے کہا کہ یہ وہ مسیح نہیں ہے جس کی آمد کی خبر ہے کہ وہ کی نیند زمانہ میں آویگا۔ بلکہ یہودی تو اب تک مسیح کے انتظار میں ہیں۔

اُس شخص نے کہا کہ کیا ہم یہودی ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے گریبان میں منہ ڈالو کہیو کہ ہمارے قول و فعل کس سے ملتے جلتے ہیں۔ اس بات پر وہ شخص سخت غضبناک ہو کر کہنے لگا۔ دیکھو جی مرزا رات کو لگائی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل لوٹا بھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے یہ الہام ہوا اور وہ الہام ہوا میں مہدی ہوں مسیح ہوں۔ مجھ بیا انسان غیرت مند کبار وار کہہ سکتا تھا کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام دفناہ جانی وردی فیضی و امی و ابی کی نسبت ایسا گندہ جلد سن سکے۔ بس میں نے اُسکے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ اُسکی ٹوپی گڑھی سنہرے اتر کر دور جا پڑی اور کہا تو مردود دشمن مقبول الہی تو ایسا جلد ناپاک ایسے صادق مقصود ظاہر و مظهر انسان کی نسبت اور میرے سامنے بکتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ میں اُنکا خادم اور مرید ہوں مادر وہ میرے آقا اور مرشد اور رہنما ہیں۔ خبر نہ جو آج سے میرے پاس آیا۔ اور یا مجھ سے ملائیے

یہ عیسیٰ وہی الفاظ ہیں جو اوس مردود کے منہ سے نکلے تھے میں نے وہی الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ تاکہ اُس کا انجام سنند کہ لوگوں کو یہی عبرت ہو۔ سنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ لَبِثْتُ فَيَكُم مَّا مَنَعَ فَلَا تَعْقِلُونَ

الحمد لله الذي جعل في القرآن الكريم

Taj Mahal, Urdu Mail

Jahangir, Kashmiri, Urdu

Faqir, Bahawalpur

حیات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح حیات

جلد دوم و مبرا اول

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوانح حیات

جلد دوم و مبرا اول

جلد دوم و مبرا اول

جلد دوم و مبرا اول

جلد دوم و مبرا اول

جلد دوم و مبرا اول

جلد دوم و مبرا اول

۲۱

لکھے گا۔ درنہ خودیہ لڑکے کو نہ بکھار رہا ہے۔ کچھ جاویں گے۔ کہ جھوٹا۔ کون نصف اس عذر کو سن سکتا ہے۔ کہ ایک آدمی کہتا ہے۔ کہ تمہارا دین ناقص ہے۔ تم یہ احکام دیدے حالہ دینا ناقص نہیں تم یہ جواب دیتے ہو میں فرصت نہیں۔ وید کہاں موجود نہیں۔ بھلا یہ کیا جواب ہے، اس جواب سے تو تم جھوٹے پھیرتے ہو۔ جس حالت میں ہم یا نسور و پیر بھگت دینا کرتے ہیں۔ تو تمہوں کو کہہ دیتے ہیں۔ کہ حیرت لڑی کر دیتے ہیں۔ تو پھر اگر تمہارا دیدید کچھ چیز ہے۔ تو کس دن کے واسطے رکھا ہوا ہے۔ دس بیس روز کی ہم سے ٹہلت لے لو۔ پزلت دینا نہ کو اپنا مدھکار بنا لو ہم کو وہ احکام نکالو۔ جو ہم نیچے فرقانِ معید سے نکال کر نکلیں گے۔ یا یہ اذکار کرو۔ کہ یہ احکام ہمارے نزدیک ناجائز ہیں۔ تب پھر انکے ناجائز ہو چکا ہے اور دیدے حوالہ دو۔ غرض تم ہمارے ہاتھ سے کہاں بھاگ سکتے ہو۔ اور یہ جو تم محض شرارت سے بارادہ تو ہیں حضرت خانم الانبیاء کی نسبت بد زبانی کرتے ہو۔ یہ محض تمہاری بدامالی ہے۔ اپنے پرہیز میں ہی تم نے اسے ایسی اہانت سب سے بغیر دل کی نسبت لکھی ہے۔

ہم کو خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ ہم سب پیغمبروں کی تعظیم کرتے ہیں

اور جیسا کہ خدا نے ہم کو فرمایا ہے۔ - نجات سب مخلوقات کی اسلام میں سمجھتے ہیں۔ تم اگر حضرت خانم الانبیاء پر کچھ اعتراض ہے۔ تو زبانِ تہذیب سے وہ اعتراض جو سب سے بھاری ہو تجھ پر کر کے پیش کر دو۔ ہم تجھ پر کر دیتے ہیں۔ کہ اگر وہ اعتراض تمہارا صحیح ہوا۔ تو ہزار روپیہ (تسارہ) ہم تم کو دینگے۔ اور تم ایک ٹون ٹون لکھو۔ کہ اگر وہ اعتراض جھوٹا نکلا۔ تو سو روپیہ بطور جرمانہ تم کو دو گے۔ اور اب اگر ہماری یہ تحریر سن کر چپ نہ پڑے۔ اور اس شرط پر بحث شروع نہ کرو۔ تو ہر ایک شخص سمجھ جائیگا کہ وہ سب تو ہیں تم نے بے ایمانی سے کی تھی۔ اکثر لوگوں کا اکثر قاعدہ ہے کہ کتاب پر تنقید کرتے ہیں۔ اور بھلا ہوا چراغ لے بیٹھے ہو۔ دنیا کو بڑی چیز سمجھ رہا ہے۔ کہ سوت سے ڈرتے نہیں۔ درنہ ایسے آفتاب کی توہین کرنا جو روزِ دنیا کا ہے نری حرمِ دہلی ہے۔ جھوٹے آدمی کی یہ نشانی ہے۔ کہ جاہلوں کے دروہ آزمیت لاٹ گزرا ت مارنے ہیں۔ مگر یہ کوئی دامن بچ کر پوچھے کہ ذرا ثبوت دیکر جاؤ تو جہاں سے نکلے تھے وہیں داخل ہو جاتے ہیں۔ اب ہم نیچے وہ احکام فرقانِ مجید کے لکھتے ہیں۔ کہ جن میں ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ وہ ہیں یہ تمام احکام ضرور ہرگز موجود ہیں۔ اسلئے دیدنا تم تسلیم ہے۔ اور تم کہتے ہو کہ میں اور ہم کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں اور نہ امت اس شخص پر کہ جھوٹا ہے۔

اول۔ خدا تعالیٰ کی نسبت جو احکام فرقانِ معید کے ہیں۔ خلاصہ آیات کا نیچے لکھنا ہوں۔

(۱) تم خدا کو اپنے جھول اور دھول کا رب سمجھو۔ جس نے تمہارے جھول کو بنایا۔ اسی نے تمہاری دھول کو پیدا کیا۔ وہی تم سب کا خالق ہے۔ اس میں کوئی چیز موجود نہیں ہوئی۔

(۲) آسمان اور زمین اور سورج اور چاند اور سب مسمیٰ زمینیں زمینِ آسمان میں نظر آتی ہیں۔ یہ کسی عمل کنندہ کے عمل کا پاداش

ٹائٹل طبع اول

الحمد لله والمننت کہ بتائید و توفیق آل نعم المولیٰ و نعم النصیر و عنایات
آں ذاتِ جلیل و عظیم و کیر حصہ اولیٰ کتاب الجواب سوم بہ

ایٹلہ مکاتبات اسلام

جس کا دوسرا نام دافع الوسائد بھی ہے

بمآہ فروری سنہ ۱۸۹۳ء

مطبع ریاض ہند قادیان میں باہتمام شیخ نور احمد مہتمم

و مالک مطبع طبع ہو کر شائع ہوا

مرد و معین ہی۔ خاوندوں کی حاجت براری کے بارے میں جو عورتوں کی فطرت میں ایسا تفصل پایا جاتا ہے جیسے آیام حمل و حیض نفاس میں یہ طریق بابرکت اُس نقصان کا تدارک تام کرتا ہے اور جس حق کا مطالبہ مرد اپنی فطرت کی رُو سے کر سکتا ہو وہ اُسے بخشتا ہو۔ ایسا ہی مرد اور کئی وجوہات اور موجبات سے ایک سے زیادہ بیوی کرنے کیلئے مجبور ہوتا ہے مثلاً اگر مرد کی ایک بیوی تغیر عمر یا کسی بیماری کی وجہ سے بد شکل ہو جائے تو مرد کی قوتِ فاعلیٰ جس پر سارا انداز عورت کی کارروائی کا ہے بیکار اور محفل ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر مرد بد شکل ہو تو عورت کا کچھ بھی حرج نہیں کیونکہ کارروائی کی کل مرد کو دی گئی ہے اور عورت کی تسکین کرنا مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ہاں اگر مرد اپنی قوتِ مردی میں قصور یا عجز رکھتا ہے تو قرآنی حکم کے رُو سے عورت اُسے طلاق لے سکتی ہے۔ اور اگر پوری پوری تسلی کرنے پر قادر ہو تو عورت یہ غدر نہیں کر سکتی کہ دوسری بیوی کیوں کی ہے کیونکہ مرد کی ہر روزہ حاجتوں کی عورت ذمہ دار اور کار برار نہیں ہو سکتی۔ اور اس سے مرد کا استحقاقِ دوسری بیوی کرنے کے لئے قائم رہتا ہے جو لوگ قوی الطاق اور متقی اور پارسا طبع ہیں اُن کیلئے یہ طریق نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔ بعض اسلام کے مخالف نفسِ آمارہ کی پیروی سے سب کچھ کہتے ہیں مگر اس پاک طریق سے سخت نفرت رکھتے ہیں کیونکہ بوجہ اندرونی بے قیدی کے جو اُن میں پھیل رہی ہے اُن کو اس پاک طریق کی کچھ پروا اور حاجت نہیں۔ اس مقام میں عیسائیوں پر سب سے بڑھ کر افسوس ہے کیونکہ وہ اپنے مُسلم النبیوتِ انبیاء کے حالات سے اُنکے بندہ کے مسلمانوں پر ناحق دانت پیسے جاتے ہیں۔ بشرم کی بات ہے کہ جن لوگوں کا اقرار ہے کہ حضرت مسیح کے جسم اور وجود کا خمیر اور اصل جڑھ اپنی ماں کی جہت سے وہی کثرتِ ازدواج ہے جس کی حضرت داؤد (مسیح کے باپ) نے نہ دو نہ تین بلکہ سو بیوی تک نوبت پہنچائی تھی وہ بھی ایک سے زیادہ بیوی کرنا زنا کرنے کی ہنر سمجھتے ہیں اور اس پر ثبوتِ کلام کا نتیجہ جو حضرت موسیٰ

وَعَلَىٰ هَيْكَلِ الْمَسِيحِ الْمَعْرُوفِ

۱۱۲۵

سیر المہدی

حصہ سوم

«مُرتَب فرمودہ»

حضرت مرزا بشیر احمد رضا ایمان

جسے

خا ک سدا

ابو دینار محمد اعیلیٰ مولوی فاضل و منشی فاضل نے قادیان دارالامان

شائع کیا

ایڈیشن اول صفر ۱۳۵۸ھ اپریل ۱۹۳۹ء

اگل کو خشنڈ کر دینے کی خاصیت اسکے اندر قائم رہے گی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ ایک نہایت ہی لطیف نکتہ ہے جسے نہ کبھی کسی دوسرے سے حاصل کیا اور نہ ہندو مذہب متاثر ہو گئے اور لاکھوں مسلمان کہلانے والے انسان بھی ایسی کاشکار ہو گئے۔

(۲۰۶) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مولوی شیر علی صاحب نے بیگانہ کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک پر بعض فقرے کثرت کے ساتھ رہتے تھے مثلاً آپ اپنی گفتگو میں اکثر فرمایا کرتے تھے دست در کار دل، بایار۔ خدا داری چرخ داری۔ الاموال بالناسات ملاتھند فلن جہدے، آپ نہیں تھیل روز نکرائیئے مساند۔ اگر حفظ مراتب نہ کنی زندگی۔ مالاہد رک کلفہ کلاہد ترک کلمہ الطریقۃ کلھا ادب ادب تا جیست از لطف الہی۔ بندہ بر سر عہد ہر جگہ خواہی۔

(۲۰۷) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جامعہ کے آدمیوں کو چاہیے کہ ان کے من و مہر ہماری کتابوں کا مطالعہ کریں اور فرماتے تھے کہ جو ہماری کتب کا مطالعہ نہیں کرتا۔ اسکے ایمان کے متعلق شک ہے۔

(۲۰۸) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بچہ نے گھوڑوں ایک چھپکلی ماری اور پھر اسے مذاقاً مولوی عبد الکرم صاحب مرحوم کی جھوٹی تبلیہ پر پھینک دیا جس پر مدرسہ قدس کے ان کی چیخیں مچ گئیں اور چونکہ مسجد کعبہ قرب تھا ان کی آواز مسجد میں بھی سنائی دی۔ مولوی عبد الکرم صاحب باب گھوڑے تو انہوں نے فطرت کے جوش میں اپنی بیوی کو بہت کچھ سخت سست کہا حتیٰ کہ ان کی یہ سختی آواز حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نیچے اپنے مکان میں بھی سن لی۔ چنانچہ اس واقعہ کے متعلق اسی شب حضرت صاحب کو یہ پیام ہوا کہ یہ طریق اچھا نہیں۔ اس سے کچھ دیا جائے۔ مسلمانوں کے لیے عبد الکرم کو یہ نصیحت ہو کہ مسیح مولوی صاحب مرحوم تو اپنی اس بات پر شہرہ مند تھے۔ اور لوگ انہیں مبارکبادیں دے رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام مسلمانوں کا یاد رکھا ہے۔

(۲۰۹) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک شہادت کے لئے لندن شہر میں گئے تو رہتے تھے

بھی پیش کرتے ہیں کہ وہ سچی بھی ہو گئیں۔ تو ایسے تناقض اور باہمی تکذیب اور انکار کو دیکھ کر وہ لوگ سخت ٹھوکر کھاتے ہیں۔ کیونکہ جب خدا ایک ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ وہ زید کو ایک الہام کرے اور پھر بل کو اُسکے مخالف کہے اور پھر خالد کو کچھ اور ہی سنا دے۔ اسے تو نادانوں کو خدا کے وجود میں ہی شک پڑتا ہے۔ غرض یہ امور عام لوگوں کیلئے گھبراہٹ کی جگہ ہیں اور انکی نظر میں سلسلہ نبوت اسے مشتبہ ہو جاتا ہے اور اس مقام میں عام لوگوں کو حیرت میں ڈالنے والا ایک اور امر بھی ہے اور وہ یہ کہ بعض فاسق اور فاجر اور زانی اور ظالم اور غیر متدین اور چور اور جرمخوار اور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو بھی کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں۔ اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جن کا پیشہ مردا کھانا اور ارتکاب جرائم کا کام تھا۔ انہوں نے ہمارے روبرو بعض خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے بچہ جن کا دن رات زنا کاری کا کام تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہو گئیں۔ اور بعض ایسے ہندوؤں کو بھی دیکھا کہ نجاست شرک سے ملوث اور اسلام کے سخت دشمن ہیں بعض خوابیں انکی جیسا کہ دیکھا تھا ظہور میں آ گئیں۔ چنانچہ میں اس رسالہ کی تحریر کے وقت ایک قادیان کا ہندو میرے پاس آیا جو قوم کا کھتری تھا اس نے بیان کیا کہ فلاں سب پوٹھما سٹر کو میں نے دیکھا تھا کہ تبدیل اُسکی ہو کر پھر ملتوی رہ گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اُس ہندو نے مختلف وقتوں میں میرے پاس بیان کیا کہ کئی اور خوابیں بھی میری سچی ہو گئی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ ایسے بیانات اُسکی کیا غرض تھی اور کیوں وہ بار بار اپنی خوابیں مجھے سُنانا تھا کیونکہ دید کی رُوسے تو خوابوں اور الہاموں پر مہر لگ گئی ہے۔ ایسا ہی ایک بڑا بد ذات چور اور زانی بھی جو ہندو تھا اور قید میں ڈالا گیا تھا جیل سے رہائی پا کر کسی اتفاق سے مجھے ملا اور مجھے یاد ہے کہ کسی جرم سرتہ وغیرہ میں اُس کو کئی سال کی قید ہوئی تھی۔ اُس کا بیان ہے کہ جس صبح کو عدالت کے قید کی سزا کا حکم مجھے دیا جانا تھا جس حکم کی بظاہر کچھ بھی اُمید نہ تھی۔ رات کو خواب میں میرے پر ظاہر کیا گیا کہ میں قید کیا جاؤں گا۔ سو ایسا ہی ظہور



دستی خط معرفت مولوی یار محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں چند روز سے سخت بیمار ہوں بعض وقت جب دورہ دوران سر شدت سے ہوتا ہے تو خانہ زندگی محسوس ہوتا ہے۔ ساتھ ہی سر درد بھی ہے۔ ایسی حالت میں روزانہ با دام سر اور پیروں کی ہتھیلیوں پر لٹنا اور مینا قائمہ مندر محسوس ہوتا ہے۔ اس لئے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجا ہوں کہ آپ خاص ملاش سے ایسا روغن با دام کہ جو تازہ ہو۔ اور کھنڈ نہ ہو اور نیز اس کے ساتھ کوئی مولوی نہ ہو ایک بوتل خرید کر بھیجیں۔ پانچویں قیمت اسکی ارسال ہے۔ اور نیز ہمارا ہسپتالاک بینی گھنٹہ گڑ گیا ہے۔ اسلئے ایک کلاک عہدہ دو سال خرید کر کوئے کے لئے مبلغ لود بھیجا ہوں یہ کلاک بخوبی امتحان کر کے ارسال فرما دیں اس میں بھی شرط ہے کہ اس کے ساتھ نیم گھنٹہ کی آواز دینے والی کل ہرگز نہ ہو مرمت گھنٹوں کی آواز دے کہ اس صورت میں بسا اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کوئی دوسری چیزیں بھی خریدنی ہیں..... ان چیزوں کی تفصیل ذیل میں ہے۔ والسلام + مرزا غلام احمد علی غنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد وفضل علی رسولہ الکریم

محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب قریشی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج مولوی یار محمد لاہور بھی گئے۔ مگر افسوس نہایت مزید کام یاد نہ رہا ہے تاکہ انھیں ہوں کہ ایک قلم مشک عہدہ جس میں بھیجا نہ ہو۔ اور اول درجہ کی خوشبودار جو۔ اگر شرطی ہو تو بہتر ہو۔ ورنہ اپنی ذمہ داری پر بھیجیں۔ اور دو گواہ سرور کی تمکینا کی جیسے پتاشہ کی طرح نکلیا ہوتی ہیں مگر ٹری ملکی ہو۔ دو نو بذریدوی۔ بی۔ بی۔ روانہ فرما دیں زیادہ قیمت ہے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد علی غنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد وفضل علی رسولہ الکریم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو دن میں پچیس نیا نکر ہو۔ بیت الدعا میں بہت دعا کی گئی۔ خدا تعالیٰ شفا بخشے۔ پہلے سے السلام ہوا تھا کہ لا چور سے افسوسناک خبر آئی۔ وہی خبر پہنچی۔ خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ آمین۔ پھر میں عاکر زنگا

سے زیادہ نہ ہو۔ اور گونگ لگا ہوا ہو عید سے پہلے عاکر کر کے بھیجیں۔ قیمت اسکی کسی کے ہاتھ بھیج کر کاویں گی۔ یا آپ کے آنے پر آپ کو دیکھا ویں گی۔ رنگ کوئی جو رنگ بارچہ ریشمی یا جالی ہو۔ اندلہ نہیں کا آپ کی روکی نرینہ کے شانہ پر جو۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد علی غنہ ۱۴ فروری سنہ ۱۳۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد وفضل علی رسولہ الکریم

محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سدا اللہ خاں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس وقت میں یار محمد بھیجا جا رہا ہے۔ آپ ایشیا و خریدنی خود خریدیں اور ایک بوتل ٹانگے اپنی کی پلوم کی دوکان سے خریدیں۔ مگر ٹانگے دائیں چاہئے۔ اسکا لحاظ رہے۔ باقی خریدتے ہیں۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد علی غنہ

ذیل کا خط جو اب میرے ایک عزیز کے ہے جبکہ ہم بمبئی میں داخلہ کیا گیا جس سے اور دہلی کے وقت چونکہ برسات کے دن تھے راستہ سخت خطرناک تھا اور میں نے اپنے گھر کے لوگوں کے کئی بیٹی برزخوار وار محمد یوسف کی والدہ کے لئے ضرورتاً حضرت سے انہی پیش طلب کی کیونکہ پیکے کی سواری حالت حمل میں خطرناک ہوتی ہے ابھر حضور نے کمال مہربانی و شفقت کے ذیل کا خط لکھا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انشاء اللہ دعا کروں گا کہ آپ کو اختیار ہے کہ نہیں لے جائیں۔ مگر میں نے سنا ہے کہ بٹالہ کی شرک ایک راستہ نہایت خراب ہے۔ نہیں کی سواری خطرناک ہے۔ اور ایسا ہی دوسری سواری بھی۔ شاید دس روز تک رہے کسی قدر درست ہو جائیگا۔ میں گزشتہ دنوں میں اسوقت گورواپور سے بٹالہ کی راہ آیا تھا جب بارش پر ایک مینڈ گڈر لپکا تھا۔ تب بھی خوفناک راہ تھا۔ تواریہ بہت ہی خطرناک ہو گا حمل کی حالت میں ان دونوں میں ساتھ میں جا کر یا عہدہ ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ آپ خود بٹالہ کی شرک ایک راہ کی حالت دیکھ لیں۔ میرے نزدیک تو اب بے گزرنے دس بارہ روز کے سخت خطرناک اور خوفناک ہے۔ والسلام +

غلام احمد علی غنہ

دُرِّ مِثْنِ

کلام منظوم

حضرت زاعلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام



از انتشارات

نظارت اشاعت و تصنیف ربوہ (پاکستان)

مُنَاجَات اور تَبْلِیغِ حَقِّ

(مستقل از براہین امدیہ جتہ پنجم صفحہ ۹۰، مبلورہ ۱۹۰۰ء)

اے خدائے کار ساز و عیوب شنِ کردگار اے میرے پیارے مے محسنِ مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اذوالمُنْ شکر و سپاس وہ زباناؤں کہاں ہو جس ہو یہ کار و بار
بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار

کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا مجھے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں کے مجھے میرے اے میرے کریم کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قربِ جوار
حرمِ ناکِ ہوں مگر پیارے نہ آدم زاد ہوں ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عا

یہ سراسر فضل و احسان ہو کہ میں آیا پسند

ورنہ درگم میں تری کچھ کم نہ تھے خد متکذار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ دشمن ہوئے پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے میرے حاجت راز
اے میرے یارِ بچانے اے میری جاں کی پناہ بس تو میرے لئے ٹھکرو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مہرِ خاک ہوتا نہ ہوتا میرا لطف پھر خدا جانے کہاں پھینک دی جاتی غبار
اے خداوندِ ہی رہ میں یہ اہم و جانِ دل میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

پورا زور لگایا اس پر نگاہاں بیٹھ دیکھا کہ وہی شیر میرے ارد گرد حملہ آور ہوا ہے اس وقت بیٹھ
بنو دھوکہ کر بیچ ماری اور وٹاں سے بھاگ اٹھا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان فرماتے تھے کہ وہ شخص
پھر حضرت صاحب کا بہت معتقد ہو گیا تھا اور پیشہ جب تک زندہ رہا آپسے خط و کتابت
رکھتا تھا۔

(۷۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی محمد ار وڑا صاحب مرحوم کپورتھلی
حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر پر کہا کرتے تھے کہ ہم تو آپ کے منہ کے بھوکے تھے یہاں تک
ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ دیکھنے سے اپنے بچے جیسا کہ تھے خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی صاحب
مرحوم پرانے خلعوں میں سے تھے۔ سابق مسیح موعود میں ان کا خیرینف اول میں شمار
ہوتا تھا۔

(۷۸) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے کہ
ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کسی منہویں تھے سیٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں رہی
تھی آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ سیٹیشن کے پلیٹ فارم پر بیٹھنے لگ گئے یہ دیکھ کر مولوی
عبدالکریم صاحب جکی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی میرے پاس آ کر اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور
پھر غور لوگ ادھر ادھر کھڑے ہیں آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو کہیں
الگ بٹھا دیا جاوے مولوی صاحب فرماتے تھے کہ بیٹے کہا میں تو نہیں کہتا آپ کبکھر دیکھ لیں۔
ناچار مولوی عبدالکریم صاحب خود حضرت صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ حضور لوگ بہت
میں بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت صاحب نے مسدایا جانو جی میں ایسے
پردے کا حامل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم
صاحب سر نیچے ڈالے میسری طرف آئے۔ میں نے کہا مولوی صاحب! جواب دے آؤ؟

(۷۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جن دنوں میں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد
بہار تھا ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ
اول کو اس کے دیکھنے کے لئے گمد میں بلایا۔ اس وقت آپ صحن میں ایک چارپائی
پر کشادہ رکھتے تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا۔ مولوی صاحب آؤ ہی آپ کی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِ أَنْ أَفْتَلِدَ وَأَكْفَعِلُونَ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



مُتَّبِعُهُ

حضرت صاحبزادہ میر بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ

حسب ما شئت

مولانا اکرم معظم مولوی محمد امین صاحب مولوی فضل منشی فضل اول مدرس مدرسہ قادیان

مولانا محمد فخر الدین (مدنی) مستم احیاء کتاب گھر قادیان کو شائع کر سکا فخر منشی

بجیر اور بھی تحریر ہو

نہت فی جلد ہر جلد ہر

۱۹۳۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح احمد صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا اسکے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی +

(۲۳۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی۔ اور اس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری حادث تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں فیرو چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوڑا لگ گیا ہے +

(۲۴۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خاک رحمن کرتا ہے۔ کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت سیح موعودؑ کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو نہایت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحبؑ اپنے خط میں ہر جے میں پہچانتا ہوں بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

(۲۴۱)

ایسے بیمار کا مرزا ہی دوا ہوتا ہے
عشق کا روگ ہر کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
تم بھی کہتی ہو کہ لاف میں مرزا ہوتا ہے
کچھ مرزا یا میر مردل! ابھی کچھ پاؤ گے

ہاں کیوں ہجرت الہ میں پڑے
منہ بیٹھے بٹھا کر غم میں پڑے
اسکے جانے صبر دل سے گیا
ہوش بھی درطہ عدم میں پڑے

سبب کوئی خداوند ا بنا دے
کرم فرما کے آو میرے جانی
بہت بڑے ہیں اب کم کو ہمنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
دلا اک بار شور و خل مچا دے

نہ سر کی ہوش ہر تہ کو نہ پاکی
بجہ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
برے بُت اب پر وہیں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی گر تم کو الفت
تو یہ مجھ کو بھی جت لایا تو ہوتا
ہری دلسوزیوں سے بے خبر ہو
مرا کچھ عبید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

کوئی راضی ہو یا نا راض ہووے
رضا مندی خدا کی دعا کر

اس کا پی میں کسی شہزادے میں۔ میں نے بعض جگہ معرعہ اولیٰ ہو چکا ہے۔ مگر دوسرا نہیں ہے۔
ابو بعض جگہ دوسرا ہے۔ مگر یہاں نہ۔ بعض اشارہ نظر ثانی کے لیے بھی چھوٹے ہوئے معلوم
ہوتے ہیں۔ اندک کسی جگہ خرچ تخلص استعمال کیا ہے +

(۲۲۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ
مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کہ تاجا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی
اور کئی دن تک جشن رہا تھا۔ اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے۔ مگر والد
صاحب کی شادی نہایت سادہ ہوئی تھی۔ اور کسی قسم کی خلعت شریعت دھوم نہیں ہوئی۔ خاک و مہر کی تباہی
کریہ بھی تصوف الہی تھا۔ ورنہ دادا صاحب کو وہاں بیٹے ایک سے تھے۔ دینیہ طائفے ان لوگوں کی وجہ
سے آئے ہوں گے۔ جو ایسے تماشاں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ ورنہ خود دادا صاحب کو ایسی باتوں میں شغف نہیں تھا،
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی

(۲۳۰) رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کہ ہماری دادی صاحبہ بڑی مہمان نواز سخی اور غریب پرست
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی

(۲۳۱) رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ والد صاحب جشن عدالت
میں اسیر مقرر ہوئے تھے۔ مگر آپ نے (ہکا کر دیا۔) اس جگہ دیکھو روایت (۳۳)

(۲۶۹۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا تجھ سے میاں عبد اللہ صاحب بخاری نے کہ کونسا
فرمان ہے کہ تجھے وہ لوگ جو دنیا میں سادگی و سادگی بسر کرتے ہیں بہت سی باتیں مل گئے ہیں۔

(۲۶۹۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا تجھ سے میاں عبد اللہ صاحب بخاری نے کہ کونسا
صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مرضی سوا از ہر ادلی (یعنی خدا کی رضا سے مقدم ہونی چاہیے)

(۲۶۹۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا تجھ سے میاں عبد اللہ صاحب بخاری نے
کہ مدت کی بات ہو جب میاں ظفر احمد صاحب کپور تھلوی کی پہلی بیوی فوت ہو گئی اور ان کو
دوسری بیوی کی تلاش ہوئی۔ تو ایک دفعہ حضرت صاحب نے ان سے کہا کہ ہمارے گھر میں
لڑکیاں رہتی ہیں ان کو پس لاتا ہوں آپ ان کو دیکھ لیں۔ پھر ان میں سے جو آپ کو پسند ہو اس
سے پہلی شادی کر دی جاوے۔ چنانچہ حضرت صاحب گئے اور ان لڑکیوں کو بلا کر کروکے
باہر کھڑا کر دیا اور پھر اندر آکر کہا کہ وہ باہر کھڑی ہیں آپ چک کے اندر سے دیکھ لیں چنانچہ
میاں ظفر احمد صاحب نے ان کو دیکھ لیا اور پھر حضرت صاحب نے ان کو رخصت کر دیا۔ اور
اسکے بعد میاں ظفر احمد صاحب سے پوچھنے لگے کہ اب بتاؤ۔ تمہیں کونسی لڑکی پسند ہے؟
نہم تو کہہ لیا جانتے نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ جس کا منہ لبا ہے۔ وہ ابھی ہے اسکے
بعد حضرت صاحب نے میری رشتہ کی۔ جس عرض کیا کہ حضور میں نے تو نہیں دیکھا۔ پھر آپ خود
فرمانے لگے کہ ہمارے خیال میں تو دوسری لڑکی بہتر ہے۔ جس کا منہ گول ہے۔ پھر فرمایا جس شخص
کا چہرہ لبا ہوتا ہے وہ بیماری وغیرہ کے بعد عموماً بد نما ہو جاتا ہے۔ لیکن گول چہرہ کی بڑھتی
قائم رہتی ہے۔ میاں عبد اللہ صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت حضرت صاحب اور میاں
ظفر احمد صاحب اور میرے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ اور نیز یہ کہ حضرت صاحب ان لڑکیوں
کو کسی امن طریق سے وہاں لائے تھے اور پھر ان کو مناسب طریق پر رخصت کر دیا تھا جس سے
ان کو کچھ معلوم نہیں ہوا مگر ان میں جو کسی کے ساتھ میاں ظفر احمد صاحب کا شہ نہیں ہوا۔ یہ
مدت کی بات ہے۔

فاکس رکھ کر لیا ہے کہ اللہ کے نبیوں میں خوبصورتی کا احساس بھی نسبت ہوتا ہے۔
دراصل جو شخص حقیقی حسن کو پہچانتا اور اس کی قدر کرتا ہے۔ وہ بھاری جن کو بھی منظور نہیں سمجھتا۔

کو قبول کر لیا۔ اور اُدھ بھی بہت سی لوگ حق کو قبول کر لینگے۔ اور حضرت صاحب نے یہ بھی کہا کہ یہ بھی اُسے کہنا کہ جھوٹے کو اُسکے گھر تک پہنچانا چاہئے۔ یہ ایک بڑا نادر موقع ہے مزا صاحب نے بڑا شور مچا رکھا ہے۔ آپ اگر ان کو شکست دیدینگے اور ان سے انعام حاصل کر لینگے۔ تو یہ ایک میسائیت کی نمایاں فتح ہوگی۔ اور پھر کوئی مسلمان سامنے نہیں بول سکیگا۔ وغیرہ وغیرہ۔ میاں عبداللہ صاحب کہتے ہیں۔ جو وقت حضرت صاحب نے یہ لمحہ سے فرمایا۔ اس وقت شام کا وقت تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی اور سردیوں کے دن تھے اسلئے میاں حامد علی نے مجھے مدکا۔ کہ صبح چلے جانا۔ مگر میں نے کہا۔ کہ جب حضرت صاحب نے فرمایا ہے۔ تو خواہ کچھ ہو۔ میں تو ابھی جاؤں گا۔ چنانچہ میں اسی وقت پیدل روانہ ہو گیا اور قریباً رات کے دس گیارہ بجے بارش سے تہترار سردی سے کانپتا ہوا جٹا لہ بیچا۔ اور اُسی وقت پادری مذکور کی کوٹھی پر گیا۔ وہاں پادری کے خانا سارے میری بڑی غلطی کی۔ اور مجھے سونے کے لئے جگہ دی۔ اور کھانا دیا۔ اور بہت آرام پہنچایا۔ اور وعدہ کیا۔ کہ صبح پادری صاحب سے ملاقات کروں گا۔ چنانچہ صبح ہی اُس نے مجھے پادری سے ملایا۔ اس وقت پادری کے پاس اس کی سیم بھی بیٹھی تھی۔ میں نے اسی طریق پر جس طرح حضرت صاحب نے مجھے سمجھایا تھا۔ اس سے گفتگو کی۔ مگر اس نے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم ان باتوں میں نہیں آتے میں نے اسے بہت غیرت دلائی اور میسائیت کی فتنہ ہو جانکی صورت میں اپنے آپ کو حق کے قبول کرنے کیلئے تیار ظاہر کیا۔ مگر وہ انکار ہی کرتا چلا گیا۔ آخر میں مایوس ہو کر قادیان آ گیا۔ اور حضرت صاحب سے سارا قصہ عرض کر دیا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ واقعہ غالباً سلسلہ بیعت سے پہلے کا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ نبالہ کے ایک شخص نے حضرت صاحب سے فتوے دریافت کیا۔ کہ میری ایک بہن کچھنی تھی۔ اس نے اس حالت میں بہت سارو پتہ لکھایا۔ پھر وہ مر گئی۔ اور مجھے اسکا ترکہ ملا مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کر لوں؟ حضرت صاحب نے جواب دیا۔ کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت

میں خرچ ہو سکتا ہے۔ اور پھر مثال دیکر بیان کیا۔ کہ اگر کسی شخص پر کوئی سبک دیوانہ حملہ کرے۔ اور اسکے پاس اس وقت کوئی چیز اپنے دفاع کے لئے نہ ہو۔ نہ سوئی نہ پتھر وغیرہ۔ صرف چند نجاست میں پڑے ہوئے پیسے اسکے قریب ہوں۔ تو کیا وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے ان پیسوں کو اٹھا کر اس کتے کو نہ دے مار بیٹھا۔ اور اسوجہ سے رُک جاویگا۔ کہ یہ پیسے ایک نجاست کی نالی میں پڑے ہوئے ہیں بہرگز نہیں۔ پس اسی طرح اس زمانہ میں جو اسلام کی حالت ہے اسے یہ نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اس روپیہ کو خدمت اسلام میں لگایا جاسکتا ہے۔ میاں عبدالصاحب نے بیان کیا۔ کہ اس زمانہ میں جب کی یہ بات ہے ۲۰ جکل والے انگریزی پیسے زیادہ رائج نہ تھے۔ بلکہ موٹے موٹے ہندسے سے پیسے ملتے تھے۔ جنکو منسودی پیسے کہتے ہیں۔

فانکسا رعن کر تہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں خدمت اسلام کے لئے بعض شرائط کے ماتحت سودی روپیہ کے خرچ کئے جانے کا فتوے بھی حضرت صاحب نے اسی اصول پر دیا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ فتوے وقتی ہیں۔ اور خاص شرائط کے ساتھ مشروط ہیں۔ ومن اعتدای فقد ظلم وحارب اللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب بنوری نے کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ الاستقامۃ فوق الکوامۃ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ بنوری نے کہ حضرت مسیح موعود فرماتے تھے۔ کہ سوائے مسلمانوں کو سخت نفرت ہے جو طبیعت کا ایک حصہ بن گئی ہے۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ انسان اگر چاہے۔ تو تمام منہیات سے ایسی ہی نفرت کر سکتا ہو اور اُسے ایسی ہی نفرت کرنی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب بنوری نے کہ آتم کے مباحثہ میں جس بھی موجود تعجب حضرت صاحب نے اپنے آخری مضمون میں یہ بیان کیا۔ کہ آتم صاحب نے اپنی کتاب اندرونہ بائبل میں حضرت معلم کو دعوہ باللہ و بال

(۲۶۳)

(۲۶۴)

یہ نفرت
سبب

(۲۶۵)

قرآن مجید کا ترجمہ تھوڑا سا پڑھا دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ چند روز ہی جاری رہا۔ پھر بند ہو گیا۔ عام درس نہ تھا۔ صرف سادہ ترجمہ پڑھتے تھے۔ یہ ابتدائی زمانہ صحیحیت کا واقعہ ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسی طریق پر ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میاں عبداللہ صاحب سنوری کو بھی کچھ حصہ قرآن شریف کا پڑھایا تھا۔

۶۵۸ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کسی وجہ سے مولوی

عبدالکرم صاحب مجھ کو نماز پڑھا سکے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اَوَّلؑ بھی موجود نہ تھے۔ تو حضرت صاحب نے حکیم فضل الدین صاحب مرحوم کو نماز پڑھانے کے لئے ارشاد فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ تو جانتے ہیں کہ مجھے بواہر کا مرض ہے اور ہر وقت رنج خارج ہوتی رہتی ہے۔ میں نماز کس طرح سے پڑھاؤں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ حکیم صاحب آپ کی اپنی نماز باوجود اس تکلیف کے ہو جاتی ہے یا نہیں؟ انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضور۔ فرمایا۔ کہ پھر ہماری بھی ہو جائے گی۔ آپ پڑھائیے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ بیماری کی وجہ سے اخراج ریح جو کثرت کے ساتھ جاری رہتا ہوا تھو قرض و منویں نہیں سمجھا جاتا۔

۶۵۵ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سل دق کے مریض کے لئے ایک گولی بتائی تھی۔ اس میں کونین اور کاغذ کے ملاوہ انیون۔ بھنگ اور دھتورہ وغیرہ زہریلی ادویہ بھی داخل کی تھیں۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ دوا کے طور پر علاج کے لئے اور جان بچانے کے لئے ممنوع چیز بھی جائز ہو جاتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ شراب کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی فتویٰ تھا۔ کہ ڈاکٹر یا طبیب اگر دوائی کے طور پر دے تو جائز ہے۔ مگر باوجود اس کے آپ نے اپنے پڑدادا مرزا گل محمد صاحب کے متعلق لکھا ہے کہ انہیں ان کی مرض الموت میں کسی طبیب نے شراب بتائی۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ اور حضرت صاحب نے اس موقع پر ان کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے موت کو شراب پر ترجیح دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ فتویٰ اور ہے اور تقویٰ اور۔

۶۵۶ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت صاحب ایک دفعہ سالانہ جلسہ پر تقریر کر کے جب واپس گھر تشریف لائے۔ تو حضرت میاں صاحب سے (خلیفۃ

۸۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- خواجہ عبدالرحمن صاحب متوطن کشمیر نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں جب رفع حاجت کے لئے پاخانہ میں جاتے تھے تو پانی کا ٹوٹا لانا ساتھ لے جاتے تھے اور اندر مہارت کرنے کے علاوہ پاخانہ سے باہر اگر کسی ہاتھ صاف کرتے تو خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ مہارت سے فارغ ہو کر ایک دفعہ دھوا دھوا پانی سے ہاتھ دھو لیتے تھے۔ اور پھر منیٰ نل کو دوبارہ صاف کرتے تھے۔

۸۴۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ ایک شخص پھر سنگ ریاست جوں کے تھے۔ وہ قادیان آ کر مسلمان ہو گئے۔ نام ان کا شیخ عبدالعزیز رکھا گیا۔ ان کو لوگ اکثر کہتے تھے کہ مقتدہ کراؤ۔ وہ بچا دے چونکہ بڑی عمر کے ہو گئے تھے۔ اس لئے چمکپاتے تھے۔ اور تحلیف سے بھی ڈرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا گیا۔ کہ آیا مقتدہ مزدی ہے فرمایا بڑی عمر کے آدمی کے لئے ستر عورت فرض ہے مگر مقتدہ مرن سنت ہے۔ اس لئے ان کے لئے مزدی نہیں کہ مقتدہ کر دلائیں۔

۸۴۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت صاحب کے خادم میاں حامد علی مرحوم کی روایت ہے کہ ایک سفر میں حضرت صاحب کو احتلام ہوا جب میں سفید روایت سنی تو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ میر خیال تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ پھر بعد فکر کرنے کے اور طبی طور پر اس مسئلہ پر غور کرنے کے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ احتلام تین قسم کا ہوتا ہے ایک فطری۔ دوسرا شیطانی خواہشات اور خیالات کا نتیجہ اور تیسرا مرض کی وجہ سے۔ انبیاء کو فطری اور بیماری والا احتلام ہو سکتا ہے۔ مگر شیطانی نہیں ہوتا۔ لوگوں نے سب قسم کے احتلام کو شیطانی سمجھ رکھا ہے جو غلط ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب محکم کا یہ خیال درست ہے کہ انبیاء کو بھی بعض اقسام کا احتلام ہو سکتا ہے اور میرا ہمیشہ سے یہی خیال رہا ہے۔ چنانچہ مجھے یاد ہے کہ جب میں نے یمن میں اس حدیث کو پڑھا تھا کہ انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔ تو اس وقت بھی میں نے دل میں یہی کہا تھا کہ اس سے شیطانی نظارہ والا احتلام مراد ہے نہ کہ قسم کا احتلام۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ میر صاحب نے جو فطری احتلام اور بیماری کے احتلام کی اصطلاح لکھی ہے یہ غالباً ایک ہی قسم ہے جس میں

BACK

لوگوں نے اسی وقت فلا سفر سے معافی مانگی اور اس کو دودھ پلایا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ کا ذکر روایت نمبر ۳۴۳ میں بھی ہو چکا ہے اور مارنے کی وجہ یہی کہ فلا سفر صاحب مذہب تھے۔ اور جو دل میں آتا تھا وہ کہہ دیتے تھے اور مذہبی بزرگوں کے احترام کا خیال نہیں رکھتے تھے چنانچہ کسی ایسی ہی حرکت پر بعض لوگ انہیں مار بیٹھے تھے مگر حضرت مسیح موعود نے اُسے پسند نہیں فرمایا۔ آجکل فلا سفر صاحب اسی قسم کی حرکات کی وجہ سے جماعت کے خارج ہو چکے ہیں۔

۸۹۱ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:- قاضی محمد یوسف صاحب پشاور سی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ میں نے پہلی مرتبہ دسمبر ۱۳۸۵ء میں بمقام حلیہ سالانہ حضرت احمد علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت سید عبداللطیف صاحب شہید کابل بھی ان ایام میں قادیان میں مقیم تھے۔ حضرت اقدس ان سے فارسی زبان میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

۸۹۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:- قاضی محمد یوسف صاحب پشاور سی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ جب میں پہلی مرتبہ قادیان آیا۔ تو حضرت اقدس ان ایام میں تھے۔ ناعبدالکرم صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھا کرتے تھے اور مسجد مبارک میں جو گھر کی طرف کو ایک گھر کی کی طرف کا دروازہ ہے اُس کے قریب دیوار کے ساتھ کھڑے ہوا کرتے تھے۔ بحالت نماز ماتہ سینہ پر باندھتے تھے اور اکثر اوقات نماز مغرب سے عشاء تک سجدہ کے اندر احباب میں جلوہ افروز ہو کر مختلف مسائل پر گفتگو فرماتے تھے۔

۸۹۳ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:- قاضی محمد یوسف صاحب پشاور سی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ میں حضرت اقدس حضرت مولوی عبدالحکیم صاحب کے ساتھ اس کوٹھڑی میں نماز کے لئے گئے ہوئے ہوئے تھے جو مسجد مبارک میں بجا میں مغرب تھی۔ بگڑنے لگا۔ میں جب مسجد مبارک وسیع کی گئی تو وہ کوٹھڑی منہدم کر دی گئی۔ اس کوٹھڑی کے اندر حضرت صاحب کے کھڑے ہونے کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قاضی یار محمد صاحب حضرت اقدس کو نماز میں تکلیف دیتے تھے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ قاضی یار محمد صاحب بہت مخلص آدمی تھے۔ مگر ان کے دماغ میں کچھ غلط تھا جس کی وجہ سے ایک زمانہ میں ان کا یہ طریق ہو گیا تھا کہ حضرت صاحب کے جسم کو ٹھونکنے لگ جاتے تھے اور تکلیف اور پریشانی کا باعث ہوتے تھے۔

درست ہے۔ لیکن ہم لوگ جو خدا کے رسول کو ہاتھ لگاتے اور بوسہ دیتے اور مٹھیاں بھرتے ہیں۔
 جتنے کہ میں تو اس قدر بے ادب ہوں کہ جب نماز میں حضرت صاحب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں تو اس
 کی پروا نہیں کرتا کہ نماز ٹوٹتی ہے یا نہیں۔ مونڈھا کہنی جو بھی آپ کے ساتھ لگ سکے لگاتا
 ہوں۔ کیا دوزخ کی آگ ہم کو بھی جھوٹے گی۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ بھائی صاحب بات
 تو ٹھیک ہے لیکن تالبداری شرط ہے۔ اللہ اللہ یہ اس وقت کی حالت ہے۔ اور اب ڈاکٹر صاحب
 کی یہ حالت ہے کہ حضرت صاحب کے جگر گوشہ اور خلیفہ وقت سے مخرب ہو رہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان
 کیا کہ جولائی ۱۳۸۷ء کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کی کچہری سے
 باہر تشریف لائے۔ اور خاکسار سے کہا کہ اشغام کر دو کہ نماز پڑھ لیں۔ خاکسار نے ایک دری
 نہایت شوق سے اپنی چادر پر بغرض جانماد ڈال دی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
 اقتداء میں نماز ظہر و عصر ادا کی۔ اس وقت غالباً ہم مینٹل احمدی مقتدی تھے۔ نماز سے فارغ
 ہونے پر معلوم ہوا کہ وہ دری حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی تھی۔ اور انہوں نے چلے لی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قدیم مسجد
 مبارک میں حضور علیہ السلام نماز جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے دائیں طرف دیوار کے ساتھ
 کھڑے ہوا کرتے تھے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سے آجکل موجودہ مسجد مبارک کی دوسری صف
 شروع ہوتی ہے۔ یعنی بیت الفکر کی کونھری کے ساتھ ہی مغربی طرف۔ امام اگلے حجرہ میں کھڑا ہوتا
 تھا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک شخص پر جنون کا غلبہ ہوا۔ اور وہ حضرت صاحب کے پاس کھڑا ہونے
 لگا۔ اور نماز میں آپ کو تکلیف دینے لگا۔ اور اگر کبھی اس کو پچھل صف میں جگہ ملتی۔ تو سربحدہ میں وہ
 صفیں پھلانگ کر حضور کے پاس آتا اور تکلیف دیتا اور قبل اس کے کہ امام سجدہ سے سر اٹھائے۔
 وہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا۔ اس تکلیف سے تنگ آکر حضور نے امام کے پاس حجرہ میں کھڑا ہونا شروع
 کر دیا۔ مگر وہ بھلا بانس حتی المقدور داں بھی پہنچ جایا کرتا اور ستیا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی وہ
 نسبتاً امن تھا۔ اس کے بعد آپ وہیں نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ سجدہ کی توسیع ہو گئی۔ یہاں بھی
 آپہم دوسرے مقتدیوں سے آگے امام کے پاس ہی کھڑے ہوتے رہے۔ مسجد اقصیٰ میں جبکہ اور عیدین

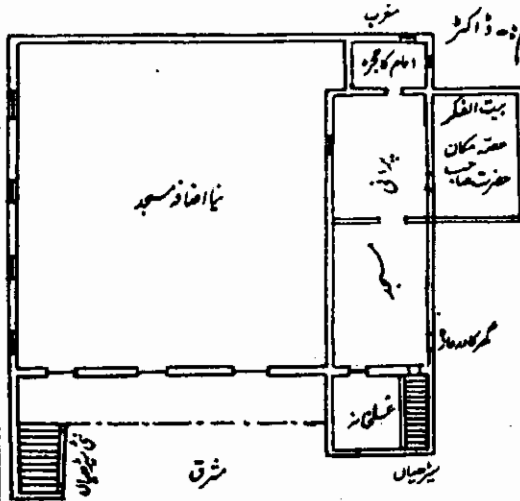
۹۰۲

B
A
C
K

۹۰۳

کے موقع پر آپ صفت اول میں عین امام کے پیچھے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ وہ معذور شخص جو دیئے گئے تھا اپنے خیال میں اظہار محبت کرتا اور جسم پر نامناسب طور پر ہاتھ پھیر کر تبرک حاصل کرتا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس کا ذکر روایت ۱۹۲ میں بھی ہو چکا ہے۔

۹۲



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ کو بیان کیا کہ قدیم مسجد مبارک کا نقشہ یہ ہے۔ اس کے تین حصے تھے۔ ایک چھوٹا مغربی چوڑا امام کے لئے تھا جس میں دو کھڑکیاں تھیں۔ درمیانی حصہ جس میں دو صفیں اور فی صف ۶ آدمی بٹھتے تھے۔ اسی میں

بیت الفکر کی کھڑکی کھلتی تھی اور اس کے مقابل پر جنوبی دیوار میں ایک کھڑکی روشنی کے لئے کھلتی تھی۔ تیسرا باہر کا مشرقی حصہ اس میں ٹھونڈا دروازہ اور بعض اوقات تین صفیں اور فی صف ۵ آدمی بٹھاتے تھے اسی میں نیچے سیڑھیاں آتی ہیں اور ایک دروازہ اس کا فلسطانی نہیں تھا جو اب چھوٹے کمرہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اسی تیسرے حصہ میں ایک دروازہ شمالی دیوار میں حضرت صاحب کے گھر میں کھلتا تھا۔ غرضیکہ اس زمانہ میں مسجد مبارک میں امام سمیت ۲۳ آدمیوں کی با فراغت گنجائش تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جو کمرہ بطور غسل خانہ دکھایا گیا ہے اس میں حضرت صاحب کے کوتر پڑھنے کے پینے پڑنے کا نشان ظاہر ہوا تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ خاکسار نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ قلمی تحریر دیکھی ہے جس میں حضور نے اس زمانہ کی جماعت کی بابت لکھا تھا کہ وہ انشاء اللہ ختم میں میرے ساتھ ہوں گے۔ اس زمانہ کی جماعت کی تعداد

محمد خاں صاحب مرحوم مسدود سے خاں صاحب مرحوم اور مفتی اعظم احمد صاحب نمایاں ہیں۔

تو تم میرے بیٹے ہو گے تو ناول نہیں پڑھو گے۔“

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یہ واقف یا د نہیں۔ مگر اس روایت سے مجھے ایک خاص مرد حاصل ہوا ہے کیونکہ میں بچپن سے محسوس کرتا آیا ہوں کہ مجھے ناول خوانی کی طرف کسی توجہ نہیں ہوئی۔ نہ بچپن میں نہ جوانی میں اور نہ اب۔ بلکہ ہمیشہ اس کی طرف سے بے رغبتی رہی ہے حالانکہ اکثر نوجوانوں کو اس میں کافی شغف ہوتا ہے اور خاندان میں بھی بعض افراد کسی کسی ناول پڑھتے رہے ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ذلت حضرت صاحب نے کسی کو ناول پڑھتے دیکھا ہو گا۔ یا کسی اور درجہ سے اور توجہ ہوئی ہوگی جس پر بطریق اتباہہ مجھے یقینیت فرمائی۔ اور کھوشی میں حضرت صاحب کی توجہ سے خدا کے فضل کے ساتھ اس لغو فعل سے محفوظ رہا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت المومنین نے ایک دن سنا یا کہ حضرت صاحب کے ہاں ایک بوڈھی ملازمہ سماء بھانوی تھی۔ وہ ایک مدت جبکہ خوب سردی پڑ رہی تھی حضور کو دبانے بیٹھی۔ چونکہ وہ محاف کے اوپر سے دہاتی تھی۔ اس لئے اُسے یہ پتہ نہ لگا کہ جس چیز کو میں دبا رہی ہوں۔ وہ حضور کی ناگیں نہیں ہیں بلکہ پلنگ کی پیٹی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھانوی آج بڑی سردی ہے۔ بھاؤ کہنے لگی: ہاں جی تدے تے تہا ڈی لتاں نکوہی دانگو ہویاں ہو یاں ایں۔ یعنی جی ہاں جی تو آج آپ کی لاتیں نکوہی کی طرح سخت ہو رہی ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب نے جو بھاؤ کو سردی کی طرف توجہ دلائی تو اس میں بھی غالباً یہ جتنا مقصود تھا کہ آج شاید سردی کی شدت کی وجہ سے تہا دی حس کمزور ہو رہی ہے اور تمہیں پتہ نہیں لگا کہ کس چیز کو دبا رہی ہو۔ مگر اس نے سامنے سے اور ہی لطیف کر دیا۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ بھاؤ مذکورہ قادیان کے ایک قریب کے گاؤں بسر کی رہنے والی تھی۔ اور اپنے ماحول کے لحاظ سے اچھی مصلحہ اور دیندار تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ قریباً ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ کہیں سے ایک بہت بڑا لوبہ چینی کا پیالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا جس کی بڑائی کی وجہ سے معلوم نہیں اہل بیت نے یا خود حضرت صاحب نے اس کا نام

۷۸۰

۷۸۱

B
A
C
K

کس خیال میں پھر رہے تھے۔ درنہ حضور کو اکیلے پھرتے لدھیانہ میں نہ دیکھا تھا۔ اور خاکسار بھی اسی خیال سے سامنے نہ ہوا کہ شاید کوئی مجید ہوگا۔ پھر اسی لدھیانہ میں خاکسار نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ جب حضرت اقدس علیہ السلام دہلی سے واپس لدھیانہ تشریف لائے۔ تو حضور کی زیارت کے لئے اس قدر سہینش پر مجرم ہو گیا تھا کہ بڑے بڑے معزز لوگ آدمیوں کی کثرت اور دھکا پیل سے زمین پر گر گئے تھے اور پولیس والے بھی عاجز آ گئے تھے گرد و غبار آسمان کو جابجا تھا۔ اور حضور اقدس علیہ السلام نے بھی بڑی محبت سے لوگوں کو فرمایا کہ ہم تو یہاں چوبیس گھنٹے ٹھہریں گے ملنے والے وہاں قیاسگاہ پر آجائیں۔ ایک وقت اکیلے یہاں پھرتے دیکھا اور پھر یہی دیکھا کہ اس قدر مجرم آپ کی زیارت کے لئے جمع ہو گیا تھا۔

اس موقع الذکر سفر میں حضور علیہ السلام نے لدھیانہ میں ایک لیکچر دیا جس میں مہندو میسانی مسلمان اور بڑے بڑے معزز لوگ موجود تھے۔ تین گھنٹے حضور اقدس نے تقریر فرمائی۔ حالانکہ بوجہ سفر وہاں کچھ طبیعت بھی درست نہ تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اس لئے حضور اقدس نے بوجہ سفر روزہ نہ رکھا تھا۔ اب حضور اقدس نے تین گھنٹہ تقریر جو فرمائی تو طبیعت پر منفعت ساماری ہوا۔ مولوی محمد احسن صاحب نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا۔ جس پر ناواقف مسلمانوں نے اعتراض کیا کہ مرزا رمضان میں دودھ پیتا ہے۔ اور شور کرنا چاہا۔ لیکن چونکہ پولیس کا انتظام اچھا تھا۔ فوڈ یہ شور کرنے والے مسلمان وہاں سے نکال دیئے گئے۔ اس موقع پر یہاں پر تین تقاریر ہوئیں۔ اول مولوی سید محمد حسن صاحب کی دوسرے حضرت مولوی فواد الدین صاحب کی۔ تیسرے حضور اقدس علیہ السلام کی پھر یہاں سے حضور ارحم سر تشریف لے گئے۔ وہاں سنا ہے کہ مخالفوں کی طرف سے سنگباری بھی ہوئی خاکسار عرض کرتا ہے کہ بازار میں اکیلے پھرنے کی بات تو خیر ہوتی مگر مجھے بات سمجھ میں نہیں آتی کہ حضور بازار کے اندر من صدی میں پھر رہے تھے۔ اور جسم پر کوٹ نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت صاحب کا طریق تھا کہ گھر سے باہر ہمیشہ کوٹ پہنکر نکلتے تھے پس اگر میر صاحب کو کوئی فطی نہیں لگی تو اس وقت کوئی خاص بات ہوگی یا جلدی میں کسی کام کی وجہ سے نکل آئے ہوں گے۔ یا کوٹ کا خیال نہیں آیا ہوگا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مجھ سے میری لڑکی زینب بیگم نے بیان کیا کہ تین ماہ کے قریب حضرت اقدس علیہ السلام کی خدمت

میں رہی ہوں۔ گرمیوں میں پنکھا وغیرہ اور اسی طرح کی خدمت کرتی تھی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ نصف رات یا اس سے زیادہ مجھ کو پنکھا ہلاتے گزر جاتی تھی۔ مجھ کو اس آٹنا میں کسی قسم کی تنکنا نہ لکھیں۔ مجھ کو نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ خوشی سے دل بھر جاتا تھا۔ دو دفعہ ایسا موقع آیا کہ عشاء کی نماز سے سنے کہ صبح کی اذان تک مجھے ساری رات خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پھر بھی اس حالت میں مجھ کو نہ نیند نہ غموگی اور نہ تنکنا معلوم ہوئی۔ بلکہ خوشی اور سرور پیدا ہوتا تھا۔ اسی طرح جب مبارک احمد صاحب بیمار ہوئے۔ تو مجھ کو ان کی خدمت کے لئے بھی اسی طرح کئی راتیں گزارنی پڑیں۔ تو حضور نے فرمایا کہ رتبہ اس قدر خدمت کرتی ہے کہ ہمیں اس سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ اور آپ کئی دفعہ اپنا تبرک مجھے دیا کرتے تھے۔

۹۱۱ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیحؑ کے درس میں جب آیت وما ابزى نفسی ان النفس لا تاتادق بالسوء الا ما رحمہ ربی۔ ان ربی غفورٌ رحیمٌ آیا کرتی۔ تو آپ کہا کرتے تھے کہ یہ عزیزِ مہر کی بیوی کا قول ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے سامنے بھی یہ بات کسی دوست نے پیش کر دی۔ کہ مولوی صاحب اسے لے لیتے اور عزیز کا قول کہتے ہیں۔ حضرت صاحب فرمانے لگے۔ کیا کسی کا فریاد کا رعبوت کے منہ سے بھی ایسی معرفت کی بات نکل سکتی ہے۔ اس فقرہ کا تو لفظ لفظ کمال معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تو سوائے نبی کے کسی کا کلام نہیں ہو سکتا۔ یہ عجز اور اعتزازِ کمزوری کا اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی صفات کا ذکر یہ انبیاء ہی کی شان ہے۔ آیت کا مضمون ہی بتا رہا ہے۔ کہ یوسف کے سوا اللہ کوئی اسے نہیں کہہ سکتا۔

خاکسارِ عمرؑ کرتا ہے کہ اس دفعہ کا ذکر روایت ۲۷۳ میں بھی آچکا ہے۔

۹۱۲ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیحؑ علیہ السلام نے ایک دفعہ کسی تکلیف کے علاج کے لئے اس عاجز کو یہ حکم دیا کہ ڈاکٹر محمد حسین صاحب لاہوری ساکن بمبائی دروازہ سے (جو مدت ہوئے فوت ہو چکے ہیں) نسخہ لکھوا کر لاؤ۔ اور اپنا حال بھی لکھ دیا۔ اور تبایسی دیا چنانچہ میں ڈاکٹر صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے نسخہ لاکر حضرت صاحب کو دیا۔ ڈاکٹر صاحب سے معلوم ہوا کہ حضرت صاحب ان سے پہلے

اور اچھی روٹی رکھتا تھا۔ مگر حضرت مولوی صاحب بجمال بے نفسی و مسکینی مدتوں اسی کھانے کو کھاتے رہے اور کوئی اشارہ تک اس کی اس حرکت کے متعلق نہ کیا۔ پھر اس کے بعد وہ زمانہ آیا کہ لوگ اپنے گھروں میں انتظام کھانے کا کرنے لگے تو ان دنوں میں چند دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت مولوی صاحب اگر کبھی بیمار ہوتے اور حضرت صاحب کو معلوم ہوتا کہ مولوی صاحب کے کھانے کا انتظام ٹھیک نہیں ہے تو آپ اپنے ہاں سے ان کے لئے کھانا بھجوانا شروع کر دیتے تھے۔ جو مدت تک باقاعدہ ان کے لئے جاتا رہتا تھا۔

۹۵۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- ڈاکٹر میر محمد سنیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے لاہور کی پہلی شادی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گورداسپور میں کرائی تھی۔ جب رشتہ ہونے لگا۔ تو لڑکی کو دیکھنے کے لئے حضور نے ایک عورت کو گورداسپور بھیجا تاکہ وہ آکر رپورٹ کرے کہ لڑکی صورت و شکل وغیرہ میں کیسی ہے اور مولوی صاحب کے لئے موزوں بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ وہ عورت گئی۔ جاتے ہوئے اسے ایک یادداشت لکھ کر دی گئی۔ یہ کاغذیں نے کھا تھا اور حضرت صاحب نے مشورہ حضرت ام المؤمنین لکھوایا تھا۔ اس میں مختلف باتیں نوٹ کرائی تھیں۔ مثلاً یہ کہ لڑکی کا رنگ کیسا ہے۔ قد کتنا ہے۔ اس کی آنکھوں میں کوئی نقص تو نہیں۔ ناک۔ ہونٹ۔ گردن۔ دانت۔ چال و چلن وغیرہ کیسے ہیں۔ غرض بہت ساری باتیں ظاہری شکل و صورت کے متعلق لکھوا دی تھیں۔ کہ ان کی بابت خیال رکھے۔ اور دیکھ کر واپس آکر بیان کرے۔ جب وہ عورت واپس آئی اور اس نے ان سب باتوں کی بابت اچھا یقین دلایا۔ تو رشتہ ہو گیا۔ اسی طرح جب خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے اپنی بڑی لڑکی حضرت میاں صاحب (یعنی خلیفہ المسیح الثانی) کے لئے پیش کی۔ تو ان دنوں میں یہ خاکسار ڈاکٹر صاحب موصوف کے پاس چکرا تہ پہاڑ پر جہاں وہ متعین تھے۔ بطور تبدیل آب و ہوا کے گیا ہوا تھا۔ واپسی پر مجھ سے لڑکی کا حلیہ وغیرہ تفصیل سے پوچھا گیا۔ پھر حضرت میاں صاحب سے بھی شادی سے پہلے کئی لڑکیوں کا نام لے لے کر حضور نے ان کی والدہ کی معرفت دریافت کیا کہ ان کی کہاں مرضی ہے چنانچہ حضرت میاں صاحب نے بھی والدہ ناصر احمد کو انتخاب فرمایا اور اس کے بعد شادی ہو گئی۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم بھی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ شادی کر

مختار و نفیس و عالی

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

حکیم اللہ آزاد

ذکر حبیب

مُصَنَّف

حضرت قبلہ مفتی محمد صادق صاحب

جسے

مینجر بک ڈپو ایف اشاعت قادیان ضلع گورداسپور

شائع کیا

دسمبر ۱۹۳۶ء

تعداد ۱۰۰۰

بار اول

یہی مسئلہ پیش کیا۔ کہ آپ کی بعض تحریروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ حضرت صاحب نے اسکی تشریح فرمائی کہ میری مراد اس سے کیا ہے۔ جیسراُن مولوی صاحب نے کہا۔ کہ اچھا آپ تحریر کر دیں۔ کہ آپ کی تحریرات میں جہاں کہیں نبوت کا لفظ ہے، وہ ایسا نہیں۔ کہ جو ختم نبوت کے منافی ہو۔ اور اس سے مراد محدثیت ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ بیشک میں لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ اُسی وقت حضورؐ نے ایک تحریر لکھ کر مولوی صاحب کو دیدی۔ جو کہ انہوں نے اپنے پاس رکھ لی۔ تاکہ اُن لوگوں کو دکھائیں۔ جو اس وجہ سے حضرت صاحب پر کفر کا فتویٰ لگاتے تھے۔ انہی دنوں میں ایک دن بعض شریر لوگ مخالف مولویوں کے ہرکانے سے اُس مکان پر حملہ کر کے آگئے۔ جہاں پر ہم ٹھیرے ہوئے تھے۔ اور مکان کے اوپر زنانہ میں گھسنا چاہتے تھے۔ مگر چند احمدیوں نے جو ساتھ تھے۔ بڑی ہمت سے سیڑھیوں میں کھڑے ہو کر اُن لوگوں کو روکا۔ اور بعد میں پولیس کے پہنچ جانے سے وہ لوگ منتشر ہوئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امر سر جانے کی خبر سے بعض اور احباب بھی مختلف شہروں سے وہاں آگئے۔ چنانچہ کپور تھلہ سے محمد خاں صاحب مرحوم اور منشی ظفر احمد صاحب بہت دنوں وہاں ٹھیرے رہے۔ گرمی کا موسم تھا۔ اور منشی صاحب اور میں ہر دو خیف البدن اور چھوٹے قد کے آدمی ہونے کے سبب ایک ہی چارپائی پر دونوں لیٹ جاتے تھے۔ ایک شب دن بجے کے قریب میں تھیں میں چلا گیا۔ جو مکان کے قریب ہی تھا۔ اور تماشہ ختم ہونے پر دو بجے رات کو واپس آیا صبح منشی ظفر احمد صاحب نے میری عدم موجودگی میں حضرت صاحب کے پاس میری شکایت کی۔ کہ مفتی صاحب رات تھیں ٹھپلے گئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں فرمایا منشی ظفر احمد صاحب نے خود ہی مجھ سے ذکر کیا کہ میں تو حضرت صاحب کے پاس آپکی شکایت لیکر گیا تھا۔ اور میرا خیال تھا کہ حضرت صاحب آپکو بلا کر تنبیہ کریں گے۔ مگر حضورؐ نے تو صرف یہی فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔ اور اس سے معلومات حاصل ہوتے ہیں۔ میں نے کہا کہ

تَذَكُّرَةٌ

بمجموع الباءات
حضرت شیخ موعود علیہ السلام

الناشر
الشركة الإسلامية لمطب

شد جهان عشق بروے آشکار
زلزلہ کے متعلق دعا کی گئی۔ کہ کب آویگا۔ الہام ہوا:-

عَلَىٰ أُمُودِهِ الْقَدِيسِ

پھر الہام ہوا:-

رَبِّ لَا تُرْفِ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ

نوٹ:- پہلی کاپی کے بعد چند اوراق اور ملے۔ جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم مبارک سے مندرجہ ذیل رویا والہامات لکھے ہوئے تھے۔ جو کہ خلافتِ انبیاءِ ی ربوہ میں موجود ہیں۔ (مرتب)

مطابق ۲۴ ذی الحجہ روز شنبہ۔ آج میں نے بوقت صبح صادق چار بجے خواب میں دیکھا کہ ایک جوہلی ہے۔ اس میں میری بیوی والدہ محمودہ اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے۔ اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں۔ اور وہ پانی لاکر ایک گھڑے میں ڈال دیا ہے۔ میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی، یکایک سُرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سُرک لباس پہنے ہوئے۔ شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لئے اشتہار دئے تھے۔ لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی۔ گویا میں نے کہا۔ یا دل میں کہا کہ میں آگئی ہوں۔ میں نے کہا یا اللہ آجاوے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

اس سے دو چار روز پہلے خواب دیکھا تھا۔ کہ روشن بی بی میرے دالان کے دروازہ پر اکھڑی ہوئی ہے۔ اور میں دالان کے اندر بیٹھا ہوں

انے (ترجمہ از مرتب) عشق کا جہان اس پر کھل گیا۔ ۱۵ (ترجمہ از مرتب) پڑا اسے اصول پر۔

۱۵ (ترجمہ از مرتب) اے میرے رب مجھے قیامت نما زلزلہ نہ دکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ مفصل ذیل اودیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ اپنے صندوق میں رکھتے تھے۔ اور اپنی کوزیادہ استعمال کرتے تھے۔ انگریزی ادویہ میں سے کونین۔ ایسٹن سیرپ۔ فولاد۔ ارگٹ۔ وائٹیم ای کاک۔ کوکا اور کولا کے مرکبات۔ سپرٹ ایسٹن۔ بید مشک۔ سٹرنس وائن آف کاڈو لود آئل۔ کلووڈین کاکل پل سلفیورک ایسڈ ایرومیکٹک۔ ککائٹس ایمیشن۔ رکھا کرتے تھے۔ اور یونانی میں سے مُشک۔ عینہ کافور ہیننگ۔ جدوار۔ اور ایک مرکب جو غوثیلد کیا تھا یعنی تریاق الہی رکھا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ ہیننگ غراب کی مُشک ہے۔ اور فرماتے تھے کہ انیون میں عجیب و غریب فوائد ہیں۔ اسی لئے اسے حکماء نے تریاق کا نام دیا ہے۔ ان میں سے بعض دوائیں اپنے لئے ہوتی تھیں۔ اور بعض دوسروں کے لئے۔ کیونکہ اور لوگ بھی حضور کے پاس دوا لینے آیا کرتے تھے۔

۹۲۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد مبارک میں نماز صبح کے وقت کچھ پہلے تشریف لے آئے ابھی کوئی روشنی نہ ہوئی تھی۔ اس وقت آپ مسجد کے اندر اندر میرے میں ہی بیٹھے رہے۔ پھر جب ایک شخص نے آکر روشنی کی تو فرمانے لگے کہ دیکھو روشنی کے آگے ظلت کس طرح جھاگتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک روز پیر سراج الحق صاحب سرسادی اپنے علاقہ کے آموں کی تعریف کر رہے تھے کہ ہمارا علاقہ میں آم بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان کو کھاتے ہیں۔ تو گھٹلیوں کا ڈھیر لگا دیتے ہیں گویا لوگ کثرت سے آم چوستے ہیں۔ اس وقت حضرت اقدس بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ فرمایا جیسے جوام میٹھے ہوتے ہیں وہ عموماً ثقیل ہوتے ہیں اور جوام کسی قدر ترش ہوتے ہیں وہ سریع البصر ہوتے ہیں۔ پس میٹھے اور ترش دونوں جو سنے چاہئیں۔ کیونکہ قدرت نے ان کو ایسا ہی بنایا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :- میاں امام الدین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تکمیل ہدایت کا زمانہ تھا۔ اور مسیح موعود کا زمانہ تکمیل اشاعت کا زمانہ ہے۔

۹۳۰

۹۳۱

۹۱

۹۳۲

B
A
C
K

سمجھ کر ہلکا کر مہیا کہ لوٹے کو دھوئے وقت کرتے ہیں پھینک دیا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ یہ دودھ تھا۔ تو مجھے سخت ندامت ہوئی لیکن حضور نے بڑی نرمی اور دلجوئی سے فرمایا۔ اور بار بار فرمایا۔ کہ بہت اچھا ہوا کہ آپ نے اُسے پھینک دیا۔ یہ دودھ اب خراب ہو چکا تھا۔

فاکسار عرض کرتا ہے کہ علاوہ دلدادہ کے حضرت صاحب کا منشا یہ ہوگا کہ لوٹے وغیرہ کی قسم کے برتن میں اگر دودھ زیادہ دیر تک پڑا رہے تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔ نیز فاکسار عرض کرتا ہے کہ کیاں علیہ السلام صاحب حضرت صاحب کے پرانے غلصہ میں سے ہیں اور اب ایک عرصہ سے پٹوار کے کام سے ریٹائر ہو کر قادیان میں سکونت پذیر ہو چکے ہیں۔ نیز فاکسار عرض کرتا ہے کہ غشی عبدالعزیز صاحب کی بہت سی روایات مجھے مکرم مرزا عبدالحق صاحب دیکھ کر گورہا سپورٹس کھل کر دی ہیں۔ انجیلا اللہ خیر!۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ غشی عبدالعزیز صاحب اولوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ ایک شخص مسمیٰ سانوں ساکن سیکھواں نے میرے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی۔ اب وہ مقبرہ بہشتی میں دفن ہیں۔ ان کو نزول الماد کی بیماری تھی۔ حضرت خلیفہ اولؑ کو آنکھیں دکھائیں تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے پانی آکر مینائی بالکل جاتی رہے گی۔ تو پھر ان کا علاج کیا جائے گا۔ ان کو اس سے بہت مدد ہوئی۔ اس کے بعد انہوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ جب کبھی وہ قادیان آتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس بیٹھنے کا موقع پاتے تو حضور کا شعلہ مبارک اپنی آنکھوں سے لگا لیتے۔ کچھ عرصہ میں ہی ان کی بیماری نزول الماد جاتی رہی اور جب تک وہ زندہ رہے ان کی آنکھیں درست رہیں۔ کسی علاج وغیرہ کی ضرورت پیش نہ آئی۔

فاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر یہ روایت درست ہے تو اس قسم کی معجزہ شفا کے نمونے حضرت مسلم کی زندگی میں بھی کثرت سے ملتے ہیں اور حدیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی۔ تو ایک نرنگ تجربہ دیں رہے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو دھام عشق کے نام سے مشہور ہے۔ بنوا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفہ اولؑ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک جلاوطن

امیر کو کھلایا۔ تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں میٹھا پیدا ہوا۔ جس پر اس نے ہیرے کے کڑے ہمیں
نذر دیئے۔

نسخہ زہام عشق یہ ہے۔ جس میں ہر حرف سے دوا کے نام کا پہلا حرف مراد ہے۔
زعفران۔ دارچینی۔ جالغلی۔ افیون۔ مشک۔ عطر قرعہ۔ شکر۔ قزقل یعنی لونگ۔ ان سب
کو ہوزن کوٹ کر گولیاں بناتے ہیں اور روغن سم الفار میں چرب کر کے رکھتے ہیں اور روزانہ ایک
گولی استعمال کرتے ہیں۔

الہامی ہونے کے متعلق دو باتیں سنی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ نسخہ ہی الہام ہوا تھا۔ دوسرے
یہ کہ کسی نے نسخہ حقور کو بتایا۔ اور پھر الہام نے اسے استعمال کرنے کا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔
خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھ سے مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب فاضل نے بیان کیا کہ
روغن سم الفار کی مقدار اجزاء کی مقدار سے ڈھائی گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یعنی اگر یہ اجزاء ایک
ایک تولہ کی صورت میں جمع کئے جائیں تو روغن سم الفار ڈھائی تولہ ہوگا۔ اور اسی طرح مولوی صاحب
نے بیان کیا کہ ان اجزاء میں بعض اوقات مردارید بھی اسی نسبت سے یعنی فی تولہ جزو پر ڈھائی
تولہ مردارید زیادہ کر لیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اور
حضرت خلیفۃ المسیح اولؑ روغن سم الفار اس طرح تیار کروایا کرتے تھے کہ مثلاً ایک تولہ سم الفار
کو باریک پسکر اُسے دوسرو دودھ میں حل کر کے وہی کے طور پر جاگ لگا کر حمادیتے تھے اور پھر
اس وہی کو بلو کر جو ممکن نکلتا تھا اسے بصورت گھی صاف کر کے استعمال کرتے تھے۔ اور نسخہ میں
جو روغن سم الفار کی مقدار بتائی گئی ہے۔ وہ اسی روغن سم الفار کی مقدار ہے نہ کہ خود سم الفار
کی۔ اور تیار شدہ دوائی کی خوراک نصف رتی سے ایک رتی تک ہے جو دن رات میں ایک دفعہ
کھائی جاتی ہے اور کسی کبھی ناغہ بھی کرنا چاہیئے۔

۵۰۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود
علیہ السلام فرماتے تھے کہ ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور الہام ہے کہ نزلت الرحمة
علی الشلاشۃ العین وعلی اکاخریین۔ یعنی تمہارے تین اعضاء پر خدائی رحمت کا نزول
ہے ایک ان میں سے آنکھ ہے اور دو اور اعضاء ہیں۔ فرماتے تھے۔ دوسرے دو اعضاء کا نام

وَالَّذِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَنْحَقُوا إِلَيْهِمْ

کتاب خانہ سلوکر
1525
36
تالیف مجلس محمدیہ لاہور

اصحابِ احمد

جلد سیزدہم
صحابہ شریف گورداسپور

مؤلف

ملک صلاح الدین ایم۔ اے

الناشر:- احمدیہ بک ڈپو ربوہ

دسمبر ۱۹۶۶ء

بار اول

خدا نے خود مدد فرمادیا ہے۔ پھر شادی کرنے کے بعد سلسلہ فتوحات کا شروع ہو گیا۔ اور
یا وہ زمانہ تھا کہ باعث فقر و بھوک معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر بوجھ
تھا یا آب وہ دقت آگیا کہ بحساب اوسط تین سو آدمی ہر روز معدیالی و اطفال اور ساتھ
اس کے کئی غریب اور درویش اس لشکر خانہ میں روزی کھاتے ہیں۔ اور یہ پیشگوئی قلم شریعت
آدیر اور ملا دل آدیر ساکنان نادیان کو بھی قبل از وقت شتانی گئی تھی اور شیخ حامد علی اور چند
اور واقف کاروں کو اس سے اطلاع دے دی گئی تھی۔ ۱۱

محترم عرفانی صاحب کہتے ہیں کہ حضور شادی کے لئے دہلی تشریف لے گئے تو رایتوں میں حافظ صاحب
ایکے بھوسب سے نمایاں تھے۔ آپ ہی اس شادی میں تمام انتظامات کرنے والے تھے اور حضرت نہایت بے تکلفی
سے ہر ایک بات موقعہ کے مناسب حال آپ سے کرتے تھے۔ حضرت اقدس کا کوئی سفر دیا نہیں ہوا جس میں
حافظ صاحب بشرطیکہ وہ یہاں موجود ہوں ساتھ نہ ہوں۔ اور اس سفر کا سارا اہتمام و انتظام انہی کے
میر ہوتا تھا۔ ۱۲

کرم ہونوی عبدالرحمن صاحب جٹ حافظ صاحب سے روایت کرتے ہیں :-

حضرت سیح موعود علیہ السلام نے دگوبیا نومبر ۱۸۵۳ء میں، ایک روز مجھے فرمایا۔ میاں حامد علی! سفر
جانا ہے۔ چنانچہ یکہ کرایہ پر لیا۔ جب خاکبردوں کے محلہ کے قریب پہنچے تو مرزا امین بیگ صاحب سے
فرمایا کہ میں دہلی شادی کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ میں رخصتانہ اور ولیمہ ہو گا۔ یہ بات کسی کو نہ بتائیں۔ میں جا کر
خط لکھوں گا۔ اسی وقت سلطان احمد کی والدہ کو بتا دینا۔ تاکہ میری داپسی تک وہ رد و جواب دے۔ میں حضور کی
یہ بات سن کر سخت حیرت زدہ ہو گیا۔ کیونکہ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ حضور اس وقت ازدواجی زندگی کے قابل
نہ تھے۔ اور عرصہ سے میں مختلف حکیموں اور طبیبوں سے نسخے معلوم کر کے نوٹ کیا کرتا تھا کہ حضور کو کھلاتا تھا
لیکن کسی کا بھی اثر نہ ہوتا تھا۔ مرزا امین بیگ صاحب کی موجودگی میں تو میں نے اپنے تئیں مشکل مضطرب کیا لیکن
ہنر کے پل پر پہنچے تو عرض کیا۔ آپ کی مات اہت پر ادب نہ مجھ پر غصی ہے۔ پھر آپ نے شادی کا کیوں ارادہ فرمایا ہے
فرمایا کہ آپ کی بات درست ہے۔ لیکن میں کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ چل تو میں چلتا ہوں۔ اس
جواب پر میں کیا عرض کرتا۔ سو میں خاموش ہو گیا۔

۱۱ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶۔ نشان ۸۷۔ ۱۲ الحکم ۲۸، صفحہ ۹۔ حضرت ام المومنینؑ بیان کرتی ہیں
یہ شیخ حامد علی صاحب اللہ ملا دل صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے (سیرۃ النہدی حصہ اول روایت ۶۹) ولہذا
نے خاکسار مولف صاحب احمد کے استفسار پر بتایا تھا کہ وہ بطور براتی ساتھ گئے تھے اور شادی کی معین تاریخ بھی
مجھے بتائی تھی حضرت ام المومنینؑ کی روایت میں تاریخ نکاح ۲۷ محرم ۱۳۰۲ ہجری مذکور ہے۔

ہی میں حضرت میرزا صاحب کاٹ کے ہاں پہنچے تو ٹھیک میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ چند روز قبل ہی یوی صاحبہ حضرت سیدہ نصرت جہان بیگم صاحبہ، ایام سے پاک ہوئی تھیں۔ گھر پر ہی رخصتانہ عمل میں آیا۔ رخصتانہ کی رات میں نہایت بے قرار تھا کہ کیا ہوگا۔ چنانچہ شدت اضطراب کی وجہ سے میری نیند کا نور ہو گئی۔ اور میں رات بھر حضور کے بے نہایت تعریف سے دُعا میں مصروف رہا۔ صبح کی اذان ہوئی تو حضور میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے نماز فجر ادا کی۔ جس کے بعد فرمایا۔ اُو! لال قلعہ کی طرف سر کر آئیں۔ چنانچہ راستہ میں خود ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کفایت پر وہ پوشش اور باد فائے کہ رات یوی صاحبہ کو بھر تامل شروع ہو گئے اور میں چھٹی ہو گئی۔ چنانچہ اسی حالت میں حضور حضرت ام المومنینؓ کو مبارکبادیان تشریف دے آئے۔

کچھ عرصہ بعد حضرت میرزا صاحب نے حضور کو لکھا کہ آپ لڑائی کو چھوڑ جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ سمجھا کر لکھا کہ مجھے تعینیت کے کام کی وجہ سے خدمت نہیں آپ آکر لے جائیں۔ چنانچہ میرزا صاحب آکر لے گئے پھر دو تین ماہ بعد حضور کو لکھا کہ آپ آکر تہی کر لے جائیں۔ حضور نے ایک سو روپیہ سمجھا کر لکھا کہ آپ آکر چھوڑ جائیں۔ چنانچہ میرزا صاحب آکر چھوڑ گئے۔ حضرت ام المومنینؓ کے اخلاق عالیہ قابل تعریف ہیں کہ آپ نے اپنے والدین کے ہاں اور سہیلیوں سے اس بارہ میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔

میں حضور کے علاج میں پہلے ہی مصروف تھا۔ یوی صاحبہ کی واپسی پر آٹھ دس ماہ گزر گئے لیکن علاج بے اثر رہا۔ ایک روز میرزا صاحب نے میں فرمایا کہ تم لوگ دعویٰ محبت کرتے ہو۔ میں تمہارا امتحان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم حیران ہوئے کہ نہ معامد کیا امتحان ہوگا۔ تو فرمایا۔ میرے دل میں ایک بات ہے اس سے متعلق دُعا کرو۔ اور جو پتہ بتاؤ۔ چنانچہ حضور روزانہ ہم سے دریافت کرتے تھے کہ کیا خواب آئی ہے۔ دیگر احباب اپنی خود میں سناتے تو حضور فرماتے کہ یہ اس امر کے متعلق نہیں۔ مجھے کوئی خواب نہ آئی تھی۔ ایک روز موضع تھہ غلام بی اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کی میں نے اجازت لی اور ابھی قادیان سے نکلا ہی تھا کہ غیر اختیاراً ی طور پر میری زبان پر مدد و تفریق جاری ہو گیا۔ اور میں گاؤں تک درود شریف ہی پڑھتا گیا اور گھر پہنچا اور بچوں سے ملا کھانا کھایا۔ لیکن میری یہ خاص کیفیت اسی طرح قائم تھی۔ تھکا ماندہ تھا۔ سو گیا۔ رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ملے اور فرمایا۔ حامد علی! تمہاری کاپی میں جو فلاں نسخہ ہے وہ مرزا صاحب کو کیوں نہیں دیتے؟ اسی پر میں

ملے بلکہ حضور کے سلوک کی آپ نے اور آپ کی خادمہ نے تعریف کی (روایت حضرت نائی نائیؓ۔ میرزا علیہ السلام دوم روایت ۳۸) شادی کے متعلق سیرۃ الہدی حصہ اول میں حضرت ام المومنینؓ کی روایت نمبر ۶۷ پر ہے میں حضرت ڈاکٹر محمد علی صاحب نے تحریر فرمایا دعا کا دواؤں صاحبہ آپ کا خط شرف کرتا ہے اور ام۔ اسے مرزا صاحب نے جو بعض ملک آپ اپنے نام کا مختلف تحریر کر کے میں مبارک ہے۔ یکم محرم ۱۳۲۰ ہجری کو قادیان سے جادو اہل شریعت حامد علی روانہ ہوئے۔ امرتسر پر باوہی بخش و منشی عبدالحق مل گئے (جلد اول)۔

یعنی ۲۴ محرم ۱۳۲۰ ہجری صحیح ہے۔ م۔ ۱۔ کیونکہ میری پیدائش ۱۳۱۰ ہجری شروع میں اور یکم محرم ۱۳۲۰ ہجری ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۱۹ ہجری

بیدار ہو گیا۔ ادمحسب میں نکل کر دیکھا تو رات چاندنی ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا کہ صبح ہو گئی ہے۔ اور میں قادیان کو روانہ ہو گیا۔ جب میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب دہلے مکان کی بیشک دانی جبکہ پرہیزگیا تو حضور بیت الفکر میں ٹھہر رہے تھے اور اس وقت فجر کی اذان کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے کوچہ سے اسلام علیکم عرض کیا۔ تو حضور نے جواب دے کر دیکھا۔ کون ہے؟ عرض کیا۔ حامد علی۔ فرمایا۔ خیر ہے؟ عرض کیا کہ خیر ہے۔ اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خواب میان کی۔ فرمایا۔ یہی بات تھی جس کے لئے میں نے آپ دوستوں کو دُعا کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنی کاپی میں تحریر کر دہ دوا لڑائی پیسے کا معمولی نسخہ بنا کر حضور کو استعمال کروایا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا مفید ثابت ہوا کہ کچھ عرصہ تک حضور ہر نماز غسل کر کے پڑھتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد میں ایک اور نسخہ بھی بتا دیا جو بے حد مفید ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت ڈاکٹر میر محمد فیصل صاحب کی روایت ہے :-

”حافظ حامد علی صاحب مرحوم خادم سیرج موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ جب حضرت صاحب نے دوسری شادی کی تو ایک عمر تک تخریدیں بہنے اور مجاہدات کرنے کی وجہ سے آپ نے اپنے قویٰ میں ضعف محسوس کیا۔ اس پر وہ الہامی نسخہ جو ”ذجام عشق“ کے نام سے مشہور ہے بنا کر استعمال کیا۔ چنانچہ وہ نسخہ نہایت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ حضرت خلیفۃ اولیٰ بھی فرماتے تھے کہ میں نے یہ نسخہ ایک بے اولاد امیر کو کھلایا تو خدا کے فضل سے اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس پر اس نے میرے کے کڑے ہیں خذ دیئے“۔

یہ ساری تفصیل بفضل الہی کے نشان کی خاطر دی گئی ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں :-
”اس وقت میرا دل دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دلدلن سر اور شیش قلب کے رتق کی بیماری کا اثر بھی بکلی دور نہیں ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا کیونکہ میری حالت مردی کا عدم تھی۔ اور پیرانہ سانی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بلالوی نے مجھے خط لکھا تھا..... کہ آپ کو شادی نہیں کرنی چاہیے تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے خدا نے مجھے پوری توت و صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کئے“۔

لے سیرۃ الہدیٰ صفحہ سوم۔ روایت ۵۶۹۔ کتاب میں نسخہ درج ہے۔

”نزل انس“ صفحہ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ اور اس کے گواہوں میں بھی شیخ حامد علی صاحب کا نام درج ہے (دراغفہ ہوا حاشیہ صفحہ ۲۰۹)

و اعطاں کیں بدوہ بر محراب منبری کنند
چوں بخت می زند آں کو دگر می کنند

تایخ محبت

چند اہم — مگر — پوشیدہ اوراق

— حصہ اول —

— ملاحظہ —

دفتر انصاریہ

ایسماج ہوٹل ۷۷ سنت دگر لاہور

۱۱۔ کیا حضرت مسیح موعود نے بھی کبھی کسی کا بائیکاٹ و مقاطعہ کیا۔ یا مخالفین آپ کو دُکھ و تکلیف دیتے رہے۔ آپ کے راستہ میں دیواری کیچ کر شائع عام راستوں پر گزرنے سے روکتے رہے۔ آپ کے ماننے والوں کا بائیکاٹ و مقاطعہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ بعض احمدیوں کو سرزمینِ کلاں میں بڑی بے رحمی سے سخت سے سخت تکلیف کا تجربہ مشقِ جہنم کرنا سیکھا کر کیا گیا۔

۱۲۔ پھر کیا حضرت خلیفہ اول نے بھی کبھی اپنے معترضین کا بائیکاٹ کیا یا غلغلہ راندین کے نقش قدم پر چل کر اپنی بریت کرتے رہے۔ بائیکاٹ و مقاطعہ سے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی لازم آتی ہے اس لئے خدا تعالیٰ کے ماننے والے کفار و باطل پرستوں کے حربہ بائیکاٹ و مقاطعہ کو اختیار نہیں کر سکتے۔

مباحلہ جائز ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تین حوالات پیش خدمت ہیں۔ اس میں زنا کے الزام پر مباحلہ کرنے کی پوری پوری وضاحت موجود ہے۔ اس سے یہ ثابت ہے کہ زنا کے الزام دگانے والے خواہ جاہل و نادان پیش نہ بھی کریں۔ تو وہ میدانِ مباحلہ میں نکل آئیں۔ تو ان سے مباحلہ کرنا چاہیے چنانچہ حنفیہ کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

«مباحلہ صرف ایسے شخصوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع

اور یقین پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مغربی اور زانی قرار دیتے ہیں۔
(داعلم ۲۲، مارچ ۱۹۵۷ء)

۲۔ دوم اس خالہ کے ساتھ جو بے جا تہمت کسی پر لگا کر اور اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک ستورہ عورت کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ کیونکہ میں نے مجھ خود اس کو زنا کرتے دیکھا ہے یا مثلاً ایک شخص کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شراب خوس ہے کیونکہ مجھ خود اسے شراب پیتے دیکھا ہے۔ تو اس حالت میں بھی مباحلہ جائز ہے کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اپنے یقین اور رویت پر بنا رکھ کر ایک مومن عورت کو زانیہ یا جانیہ قرار دیتا ہے۔

(داعلم ۲۲، مارچ ۱۹۵۷ء)

۳۔ یہ تو اسی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے مجھ خود زنا کرتے دیکھا ہے یا مجھ خود شراب پیتے دیکھا ہے۔ اگر میں اس بے بنیاد و افتراء کے لئے مباحلہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا؟
(تبلیغ رسالت جلد ۵ ص ۱۰۱)

خلیفہ صاحب کی عیاری

خلیفہ صاحب ربوہ نے جب یہ دیکھا کہ میری بدینگی کا بھانڈا چورہ سے پھوٹ رہا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فتویٰ کی کٹی میں جاگو اہل کی بھی ضرورت نہیں اور کہیں احمدی جماعت کے افراد

مجھے مباہلہ کے لئے تیاری شروع نہ کر دہیں۔ فوراً کمال چاکر دستے سے پیڑیا
یوں بدلا کہ میں مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ مگر گناہم شخص دعوت مباہلہ سے
رہا ہے۔ اس لئے اس سے مباہلہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور پڑیہ
کے انفعلیں میں گواہیوں کو رد کرتے ہوئے میں زائد کی گواہی کو سراہا اور
پیل فرمایا۔

”کہ مجھے کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ میرے لئے میاں
ناہد کی گواہی ادا پنا حافظہ کافی ہے۔“

(الفضل، ۲۱ ستمبر ۱۹۵۹ء)

الفضل، ۲۱ جولائی ۱۹۵۹ء میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ نے
یہ بھی شککہ فرمایا ہے کہ ہر قتل مسد انسان سمجھ سکتا ہے کہ گناہم
شخص سے مباہلہ کون کر سکتا ہے۔“

(الفضل، ۲۱ جولائی ۱۹۵۹ء)

میاں زائد سے میری بیویاں پر ردہ نہیں کرتیں۔

پوچھ خلیفہ صاحب کو اپنے حافظہ پر تائید ہے۔ سو نہا بھی ان کے پس
کی بات نہیں۔ حفظہ ما تقدم کے طور پر یاد کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہاں ایڑی
میاں زائد میں جن کو آپ نے مورفہ، انفعلیں میں فرمایا تھا کہ میری بیویاں میاں زائد
سے پردہ نہیں کرتیں۔ اب انفعلیں میں عرض کر رہا تھا۔ یہ دونوں میں میاں زائد نے پوچھی
کر دیں جو ان کے میاں سے ظاہر ہے اس لئے خود سے ملاحظہ کیجئے۔

B
A
C
K

شہادت ذمہ دار

استغفر اللہ انت کنت صریح

چیلنج مباہلہ

بنام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان

صدق کذب میں فیصلہ کا آسان طریق

اب میاں زائد صاحب کا بیان مباہلہ بغیر تبصرہ کے شائع کرنے کی سعادت
حاصل کر رہے ہیں اور میاں محمود احمد صاحب ان کی گواہی از خود تسلیم کر چکے ہیں
اس لئے آپ بغیر کسی تاویل کے حضرت مسیح موعود کے فتویٰ کی مدد سے
میں آسن مباہلہ کو قبول فرمائیے۔ ”د مباہلہ ایسے لوگوں سے ہوتا ہے
جو اپنے قول کی قطع اور یقین کی بنا رکھ کر دوسرے کو مغتری اور زانی قرار
دیتے ہیں۔“ (اجازہ حکم)

M
O
R
E

کیونکہ آپ عجیب و غریب تفرقہ انگیز فتویٰ مثلاً یہ کہ تمام روئے زمین کے کلمہ گو مسلمان کافر ہیں۔ ان کے پیچھے نماز قطعی حرام ہے۔ ان کے اصران کے معصوم بچوں کا جنازہ تک پڑھنا ناجائز اصران سے کثرتہ و ناطہ حرام ہے صادر فرمانے کی وجہ سے مسلمانوں میں خصوصاً اود بانی دنیا میں عموماً کافی شہرت رکھتے ہیں۔ آنجناب کا دعویٰ ہے کہ آپ خدا کے متذکرہ خلیفۃ المسلمین ہیں۔ اور خدا نے ہی آپ کو دنیا کی ہدایت و اصلاح کے لئے مامور فرمایا ہے اور اگر فی زمانہ کوئی رد و عنایت کا جمع نمونہ اور اسلام کا سچا حامی علیہ جزا ہے۔ تو وہ آپ کی ذات والا صفات ہے۔

خلافت مآب کے ان عظیم الشان دعاوی نے ایک دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ اس قادر مطلق خیر و علیم جس سے کوئی نہاں در نہاں فعل پوش بندہ نہیں۔ اور جس نے ابتداء کے عالم سے مخلوق کو گلہری سے پہچانے کے سامان پیدا کئے اور بالآخر ہمارے مولے آقا سید الکونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ کسی ایسے شخص کو زیادہ مہلت دینا جو اس کے اوردانگے پاک رسول کے نام کی آڑ میں بندہ گان خدا کو گمراہ کر رہا ہو۔ آج اس سبب الاسباب کے پیدا کردہ یہ سامان ہیں کہ خود خلیفہ تادیان کے مخلص مرید آنجناب کے پوشیدہ رازوں کا انکشاف کر رہے ہیں اور عرصہ سے خلافت مآب کو جو پیشتر ازیں ہر مخالفت کو مباہلہ کے لئے بلایا کرتے تھے ان سے مشتبہ چال چلن پر مباہلہ کی دعوت دے رہے ہیں

مگر آج تک اس رو عنایت پاکیزگی اور تعلق بالائندہ کے مدعی کو مسلمان میں آنے کی جرأت نہیں۔

خاکسار اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کے لئے اور دنیا پر حقیقت کو بے نقاب اور جملہ برادران اسلامی کی آگاہی کے لئے بذریعہ شہدار ہذا اس امر کی اطلاع دیتا ہوں کہ یہ عاجز بھی عرصہ سے خلافت مآب کو یہی چیلنج دے رہا ہے کہ اگر ان کی ذات پر مانڈ کردہ الزامات غلط ہیں تو وہ میدان مباہلہ میں آکر اپنی رد و عنایت و صداقت کا ثبوت دیں مگر خلافت مآب نے آج تک اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا۔ آج پھر تمام الحجت بذریعہ اعلان ہذا میں خلیفہ تادیان کو چیلنج دیتا ہوں کہ ان کے دعاوی میں ذرہ بھر بھی صداقت ہے تو اپنے چال چلن پر الزامات کے خلاف دعا مباہلہ کریں تاکہ فریقین میں سے جو جھوٹا اور کاذب ہو وہ پیچھے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے اور دنیا اس مباہلہ کے نتیجے سے حق و باطل میں فیصلہ کر سکے۔ کیا میں امید کر دوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا دعویٰ کر کے اہل اسلام کے دلوں کو عجز و وح کرنے والا اور تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کا مصداق ہونے کا دعویٰ دار اس دعوت مباہلہ کو قبول کر کے اپنی صداقت کا ثبوت دے گا ذیل میں یہ عاجز اس ہستی کا فتویٰ درج کرتا ہے جس کے قائم مقام ہونے کا خلافت مآب کو دعویٰ ہے اور جس کو آپ بعد آنحضرت علی

اللہ علیہ وسلم حقیقی بنی تسلیم کرتے ہیں۔ تاکہ خلیفہ صاحب یہ کہنے کی جرأت نہ کر سکیں کہ ایسا مباحک جائز نہیں۔

مباحک ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول کی قطع اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو منفرد اور ذاتی تسلط دیتے ہیں

(وہ خیار الحکم)

شکسہ خلیفہ قادیان کا ایک سابق مرید محمد آغا خیار مباحک قادیان)

شہادت نمبر ۲

چونکہ شہادت نے صورتوں کو پہنے کی اجازت دی ہے اس لئے اس نام کو بے پرو نہیں کہا گیا۔ اس کی فی الحال ضرورت تو نہ تھی۔ لیکن اس خوف سے کہ خلیفہ صاحب کو ٹال ٹوٹل کا موقع نہ ملے کہ صورتوں کی گواہی کسی کی بھی نہیں ملے مباحک نامی اخبار قادیان میں بیان شائع ہوا ہے وہ ایک احمدی قادیانی خاتون کا ہے۔ وہ پیش خدمت ہے۔

ایک احمدی خاتون کا بیان

میں میاں صاحب کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں میں غلامی کر دینا چاہتی ہوں۔ کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں۔ میں اکثر اپنی

خدا مباحک قادیان نے سادہ ہی یہ لکھ دیا کہ ہمارے نزدیک قادیانی خاتون کی محبت قابل داد ہے۔ جو اس نے میں لکھ دیا ہے اگر خلیفہ صاحب مباحک قادیان کا نام کا اخبار کو کی اور بات ہے

B
A
C
K

M
O
R
E

سہیلیوں سے رشتہ ناکرتی تھی کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں۔ مگر غلبہ نہیں آتا تھا۔ کیونکہ ان کی مومنہ دعوت اور فیضی شہر میں آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاسکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے جوہر کام کے لئے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت غفلت احمدی میں۔ ایک رفقہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لئے دیا۔ جس میں اپنے ایک کام کے لئے اجازت مانگی تھی خیر میں رفقہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ جس نے اپنے ہمراہ ایک روٹی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی۔ اور ساتھ ہی واپس آگئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رفقہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی روٹی میرے ہمراہ تھی۔ جو پہلی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس روٹی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رفقہ پیش کیا۔ اور جواب کے لئے عرض کیا۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا۔ تجھ کو مست۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں۔ ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو غفلت دلا کر اندر داخل ہو گئے اور اس کا بھی باہر والا دھڑا نہ بند کر دیا اور کچلیاں لگا دیں جس کمرے میں میری وہ اندک چو تھا کھڑا تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے پھیر چار شروح کی اور مجھ سے برا فعل کر دینے

B
A
C
KM
O
R
E

کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی انہوں نے مجھے پلنگ پر گر کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر تو آدمی تھی کہ مجھ کو چلنے لگایا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے مکمل ہے۔ جسے لوگ شراب کہتے ہیں۔ انہوں نے بی ہو۔ کیونکہ ان کے ہوش بوجھ بھی درت نہیں تھے۔ مجھ کو دھکا دیا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تہااری بڑائی ہوگی۔ مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔

اور حضرت مرزا غلام احمد مدیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تصویر

شہادت نمبر ۳

خاکسار پرانا قادیان ہے اور قادیانی کا ہر فرد و بشر مجھے خوب جانتا ہے۔ ہجرت کا شوق مجھے بھی نامنہ گیر ہوا۔ اور میں قادیان ہجرت کر آیا قادیان میں سکونت اختیار کی بغلیف قادیان کے حکمہ قضا میں بھی کچھ عرصہ کام کیا۔ مگر دل میں آرزو آزاد روزگار کی تھی اور انخلاں مجبور کرتا تھا کہ اپنا کاروبار شروع کر کے خدمت دین بجالاؤں۔ چنانچہ خاکسار نے احمدیہ دھماکے کے نام۔ ایک دو خانہ کھولا۔ جس کے اشتہارات عموماً اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو بجا ہوگا کہ قادیان کی رہائش میری عقیدت کو زائل کرنے کا باعث ہوئی ورنہ اگر میں اور قادیانی مجائیوں کی طرح دور دور رہتا۔ تو آج مجھے اس تباہی کی

کے ایکٹروں کے سربسہ ملازوں کا انکشاف نہ ہوتا۔ یا اگر میں خاص قادیان میں اپنا مکان بنالیتا یا خلیفہ قادیان کا ملازم ہو جاتا۔ تو بھی مجھے آج اس اعلان کی جرأت نہ ہوتی.....

خاکسار شیخ شقائق احمد۔ احمدیہ دوا گھر قادیان

۱۰ شہادت نمبر ۴

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اسی کی قسم کھا کر میں کی جھوٹی قسم کھانا لعینوں کا کام ہے۔ یہ شہادت دیتا ہوں۔ کہ میں اس ایمان اوس یقین پر ہوں۔ کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد۔ دنیا دار، بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو۔ میں حلف کرنا کہ بعد از اٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں۔ اگر خلیفہ صاحب مباہلہ کے لئے نکلیں۔ تو میں مباہلہ کے لئے حاضر ہوں۔

یہ الفاظ میں نے ولی ارادہ سے لکھ دئے ہیں۔ تاکہ دوسروں کے لئے ان کی حقیقت کا انکشاف ہو سکے۔ والسلام

خاکسار

(ڈاکٹر محمد عبداللہ آکھنوں کا ہسپتال قادیان حال لاٹھی پور)

شہادت نمبر ۳

حلیفہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر یہ تحریر کرتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیا دار، عیش پرست اور بدچلن انسان ہے۔ میں ہر وقت اس سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں

مسٹر عبدالرشید احمدی قادیان

شہادت نمبر ۲

بیم صاحبہ ڈاکٹر عبداللطیف صاحب مرحوم ہم زلف خلیفہ ربوہ فرماتی ہیں۔ کہ مرزا محمود احمد خلیفہ ربوہ بدچلن، زنا کار انسان ہیں۔ میں نے ان کو خود زنا کرتے دیکھا۔ اور میں اپنے دونوں بیٹوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر بھوکہ بعد از اٹھانے کے لئے ہوں۔

۲ بے خوف مجاہد

خان عبدالرب خان صاحب برہم صدر انجن کے دفتر بیت المال میں کام کرتے تھے اور سر محمد ظفر اللہ کی کوٹھی کے ایک حصہ میں رہا کرتے تھے آپ نے مرزا محمود کی ہمیشہ کا دودھ بھی پیا ہوا ہے۔ اس سے آپ گہرے مراسم کا اندازہ لگا لیتے۔ باوجود اس قدر گہرے تعلقات کے جب حق کی بات کا قصہ آیا حق کو مقدم کر کے خدا کو خوش کر لیا۔

۳۴

امروا فقہ یہ ہے کہ آپ نے ایک مجلس قادیانی دوست کو مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیانی کی آلودہ زندگی کے مخفی و مخفی حقائق سنائے اس پر اس مجلس احمدی دوست نے مرزا محمود احمد صاحب کو کھکھ بھجھا کہ خان صاحب موصوف نے آپ کی بدچلتی کے واقعات سنا کر مجھے محو حیرت کر دیا ہے اور دلائل اس نے ایسے دیئے ہیں۔ جو میرے دل و دماغ پر اثر انداز ہوئے ہیں۔ اس شکایت کے جزد گھٹے بعد۔ مرزا بشیر احمد ایسے معروف قمر الانبیاء تھے خان صاحب موصوف کو بلا کر بھجھا یا کہ اگر موصوف کچھ باتیں دریافت کریں تو اس سے لاعلمی کا اظہار کر دینا آپ خاموش ہو گئے۔ مرزا بشیر احمد صاحب کے دل میں خیال آیا اب بس کام بن گیا۔ ان کے ایک آدمہ گھنڈہ بعد برہم صاحب کو قصر خلافت میں مرزا محمود احمد صاحب نے بلایا جب آپ وہاں گئے تو وہ مجلس احمدی دوست بھی موجود تھا اور خان صاحب موصوف کے والد محترم بھی وہیں تھے اور دو تین تنہا دار ایجنٹ بھی تھے اور سب کو اکٹھے کرنے کا مطلب یہ تھا۔ تاکہ رعب ڈال کر حق کو بدلا جاسکے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ خلیفہ صاحب نے جب خان صاحب موصوف سے دریافت کیا تو اس نے بے خوف جواب دے کہا جو کچھ میں نے آپ کے بدچلتی کے متعلق ان صاحب سے کہا وہ صرف جھوٹ درست ہے۔ آخر جب کام نہ بنا تو کھڑے ہو کر خلیفہ صاحب نے احسان گفٹے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ تم نے میری پیشرو کا دودھ بھی پیا ہوا۔ خاں صاحب موصوف نے کہا یہ درست ہے۔

B
A
C
KM
O
R
E

۳۵

لیکن یہ حق کا معاملہ ہے۔ دنیا داری کے مقابل میں حق مقدم ہے اور اس حق کے لئے ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مارتا ہے اس لئے آپ نے قصر خلافت سے آکر از خود جینت سے طیفہ گی کا اعلان کر دیا۔ آپ نے ایک کتاب بلائے دشمن بھی لکھی ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سوالوں سے ثابت کیا ہے کہ خلیفہ قادیانی غیر صالح ہے اس کا اشتہار اس کتاب کے چشمہ پلا حلقہ کریں خان صاحب کا ملفیہ بیان درج ذیل ہے۔

شہادت نمبر ۲

حلفیہ شہادت

میں شرعی طہر پورا پورا ملینان حاصل کرنے کے بعد خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب یعنی مرزا محمود احمد کا چال چلن نہایت خراب ہے اگر وہ مباہلہ کے لئے آمادگی کا اظہار کریں اور میں خدا کے فضل سے ان کے مد مقابل مباہلہ کے لئے ہزرت تیار ہوں۔
عبدالرب خاں برہم

شہادت نمبر ۳

حلفیہ شہادت

میری قادیانی جماعت سے طیفہ گی کے وجوہات منجملہ دیگر دلائل و کے برہین ایک ذمہ اعظم جناب خلیفہ صاحب کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں

ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ صاحب مقدس اند پاکیزہ انسان نہیں۔ بلکہ نہایت ہی سیاہ کار و مہربان ہے۔

اگر خلیفہ صاحب اس امر کے تصفیہ کے لئے مہربان کرنا چاہیں تو میں بلبیب خاطر میدان مہربان میں آنے کے لئے تیار ہوں۔ فقط (دعا گو، محقق، مکتب، فاروق سابق، مبلغ جماعت احمدیہ، قادیان)

شہادت نمبر ۹

حلفیہ شہادت

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جہوئی قسم کھا کر پچھتوں کا کام ہے۔ ہندو جو ذیل شہادت لکھتا ہوں۔ بیان کیا مجھے میری والدہ نے کہ میں حضرت خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کلمے رہا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان نامحرم لڑکیوں پر عمل سمہ نرم کر کے انہیں سلا دیا کرتے تھے۔ پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے لائے۔ تب بھی انہیں ہوش نہ ہوئی تھی۔

۲۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب انہیں میسر میوں پر اتارتے آ رہے تھے۔ میرے مقابل پہنچے۔ تو انہوں نے میری پچاتی کھڑی۔ میں نے زور سے پھڑکی۔

خالکسا۔ علی حسین

شہادت نمبر ۱۰

جناب ملک عزیز الرحمن صاحب جنرل میگزین احمدیہ حقیقت پسند پائل لایو قادیانی جماعت کے مشہور و معروف سرگرم مبلغ ملک عبدالرحمن صاحب خادم گجراتی مصنفہ احمدیہ پاکٹ بک کے حقیقی برادر ہیں آپ وقت زندگی ہو کر بدوہ میں عرصہ تک قیام پزیر رہے اور دفتر پرائیویٹ میگزین میں بطور سیرٹنٹ کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور آپ فائن ٹنٹس، اکانٹس کے انچارج بھی تھے۔ ان کی شہادت پیش خدمت ہے۔

حلفیہ شہادت

میں اس قہار خدا کی قسم کھا کر جس کی جہوئی قسم کھانا لغتوں کا کام ہے۔ یہ بیان کرتا ہوں کہ ڈاکٹر فقیر احمد صاحب ریاض واقف زندگی ربوہ و حال وادہ لونی، نے میرے سامنے میرے مکان واقعہ لاہور پر کئی ایک عجیبے واقعات بیان کئے ہیں۔ میں نے خلیفہ صاحب ربوہ کے اعلیٰ وجہ بدکار ہونے کا یقین کال ہو جاتا ہے۔ اس نے میرے ساتھ دو دوستوں کے سامنے بالوفاضت یہ بیان دیا کہ خلیفہ صاحب ربوہ صاحب اپنی بیویوں کے ساتھ عرصہ پر درگرم کے تحت بدکاری کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا کہ میں نے اس تمام بدکاری کو بچھم خود دیکھا اگر ڈاکٹر مذکورہ بالا تمام باتیں اس بیان مذکورہ بالا سے اخذ کر لیں۔ تو میں ان سے حلف منکرہ بعد اب کا مطالبہ کر دوں گا۔ مزید برآں

مجھے چنانچہ خلیفہ صاحب کے دفتر پر انجمن سیکرٹری میں بطور سرپرست ٹرسٹ کام کرنے اور خلیفہ صاحب کو نزدیک سے دیکھنے کا موقع ملا ہے جس میں بھی خلیفہ صاحب سے اس ضمن میں امدان کے جوئے دعویٰ مصلح موعود کے بارے میں مبادلو کرنے نو ہر وقت تیار ہوں۔ فقط

حک عزیز الرحمن جنرل بیکری احمدیہ تحقیقت پسند پارٹی لاہور

شہادت نمبر ۷

حلفیہ شہادت

اگرچہ میں نے خلیفہ صاحب... کا مطالبہ پورا کر دیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان تحریروں میں کسی نفس کا جو اثر نکال لیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ کہیں کہ میری زنا کا یہی کی دشمنیت نہیں کی گئی۔ اس لئے مبادلت میں کر سکتا۔ وقت کی بچت کی خاطر محمد یوسف صاحب ناز کا بیان دہرے

تأخرین ہے محمد یوسف ناز کا حلفیہ بیان

بسم الله الرحمن الرحيم محمد ۲ واصلی علی رسولہ الکریم
أشھد أن لا إله إلا الله وحده لا شریک لہ ما شھد أن
محمدًا عبْدُہ ورسولہ

میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور خاتم النبیین

ہیں۔ اور اسلام سچا مذہب ہے۔ میں اہمیت کو برحق سمجھتا ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے دعویٰ پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور مسیح موعود ماننا ہوں۔ امدان کے بعد میں محمد مہذب حلف اٹھاتا ہوں۔

۱۔ میں اپنے علم مشاہدہ اور روایت عینی اور آنکھوں دیکھی بات کی بنا پر خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس پاک ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ربوہ نے خود اپنے سامنے اپنی بیوی کے ساتھ غیر مرد سے زنا کر دیا۔ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں۔ تو خدا کی لعنت اور عذاب مجھ پر نازل ہو۔ اس بات پر مرزا بشیر الدین محمود احمد کے ساتھ بالمقابل حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔

وخط محمد یوسف ناز حضرت عبدالقادر بریلوی رحمہ اللہ کے جوابی رد و معقبہ شایعہ اور جوابی کراچی اور حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی تحریر میں مرزا محمود احمد کی تفسیر

شہادت نمبر ۱۲

خلیفہ صاحب کے رفیق کادریں کو ۱۳۲۷ھ میں اقلتان ہمارے لئے گئے تھے یعنی فاضل محل حضرت شیخ عبدالرحمن صاحب مصری مریوی فاضل بی اے مکمل بیان لکھے دیگا آپ کا خلیفہ صاحب بیعت کی علیحدگی کے اسباب کا بیان درج ہے۔ "موجودہ خلیفہ سخت بدملین ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتیں کا شکار

کھیلتا ہے۔ اس کام کے لئے اس نے بعض مردوں اور بعض عورتوں کو بطور ایجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ یہ معصوم لوگ بیوں اور لوگوں کو قابو کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے۔ جس میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں زنا ہوتا ہے۔ دور حاضر کا مذہبی آمر

B
A
C
K

جناب عبدالحمید صاحب اکبر احمدی مخلص نوجوان میں نقادیاں کی عمدہ سرزین ہیں آپ پیدا ہوئے اور مختلف طریق سے جماعت کی خدمت میں شہنشاہ ہے اس خدمت کی وجہ سے آپ اس قدر مقبول ہو گئے آپ کو سیکرٹری خدام الاحمدیہ ملتہ مسجد اقصیٰ منتخب کر لیا گیا۔ آپ ہر کس دن اس سے شرافت اور عقیدگی سے پیش آتے تھے۔ ان اوصاف حمیدہ کی وجہ سے مزید قبولیت حاصل ہو گئی اور میر مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ لاہور کی رکنیت بھی خدمت کے اصول کے پیش نظر اعزازی طور پر قبول فرمائی۔ ان کا حلیہ بیان پیش خدمت ہے۔

شہادت نمبر ۱۸
حلیہ شہادت

قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی قسم ہے مجھ کو قرآن پاک کی سچائی کی، قسم ہے مجھ کو حبیب کبریٰ کی مصداقیت کی، کہ میں اپنے قلبی علم کی بنا پر جناب عبدالرشید الدین محمود احمد صاحب خلیفہ ربوہ کو ایک

نا پاک انسان سمجھنے میں حق یقین پڑتا ہے۔ نیز مجھے اس بات پر بھی شہادت صدر حاصل ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان یعنی سلطان البیان، مقرر تہ توت بیان کا چمن جانا اور دیگر بہت سی امراض کا شکار رہنا مثلاً نسیان فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں۔ جو کہ خدا کے عزیز کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مقرر بیان کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔

علاوہ دیگر داسلوں کے آپ کے مخلص ترین مریدوں کی زبانی دکتا فوٹا آپ کے گناؤں کے دار کے بارہ میں عجیب و غریب انگنائات ہیں عاجز پر ہوئے۔ مثال کے طور پر آپ کے ایک مخلص مرید جناب محمد صدق صاحب شمس نے بارہا میر سے سامنے جناب خلیفہ صاحب کے چال چلن اور غیر شرعی افعال کے ترکیب ہونے کے بارہ میں بہت سے مکمل ثبوت اور غلیظہ صاحب کے پراپیوٹ خط پیش کئے۔

اس جگہ میں احتیاطاً یہ لکھ دیتا ہوں کہ اگر محترم صدیق صاحب کو میر سے بیان بالا کی محنت کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو میں ہر دم ان کے ساتھ اپنے اس بیان کی صداقت پر مابند کے لئے تیار ہوں۔

احقر العباد

عبدالحمید اکبر مکان نمبر ۵۔ بلاک وی ٹی ٹی روڈ
لاہور

B
A
C
K

شہادت نمبر ۱۲

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
جو جبار و قہار ہے۔ جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی اور مردود کا کام ہے
حسب ذیل شہادت دیتا ہوں۔

میں ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۳۶ء تک مرزا علی محمد صاحب کیس قادیان
کے گھر میں رہا۔ اس دوران میں کئی مرتبہ ایک عورت مسماۃ عزیزہ بیگم صاحبہ
کے خطوط غنیہ طریقہ سے ان حمایت پر عمل کرتے ہوئے کہ وہ ان خطوں
کا کسی سے بھی ذکر نہ کرنا۔ غنیہ محمود کے پاس سے جاتا رہا۔ غنیہ
مذکورہ بھی اس طریقہ سے اور ہدایت بالا کو دہراتے ہوئے جواب دیتا
رہا۔ خطوط انگریزی میں تھے۔

اس کے علاوہ اس عورت کو رات کے دس بجے بیرونی راستہ
سے لے جاتا رہا۔ جبکہ اس کا خاندان کہیں باہر ہوتا۔ عورت غیر معمولی
بناؤ سنگھار کر کے غنیہ کے دفتر میں آتی تھی۔ میں بموجب ہدایت
اسے گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد لے جاتا تھا۔

ان واقعات کے علاوہ بعض اور واقعات سے اس نتیجے پر
پہنچا ہوں کہ غنیہ صاحبہ کا خیال ملین خواب ہے اور میں بروقت
ان سے مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

حافظ عبدالسلام لپہر حافظ سلطان حامد خان صاحب استاد میاں ناصر احمد

شہادت نمبر ۱۵

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں
نے اپنی آنکھ سے حضرت صاحب دینی مرزا محمود احمد کو صادر
کے ساتھ زنا کرتے دیکھا۔ اگر میں جھوٹ لکھ رہا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے مجھ
پر لعنت ہو۔
غلام حسین احمدی

شہادت نمبر ۱۶

حلفیہ شہادت

مجھے دلی یقین ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب غنیہ قادیان نہایت
بدعین کو یکسر انسان ہے۔ بے شمار عینی شہادتیں جو مجھ تک پہنچ چکی ہیں
جس کی بنا پر میں یہ جاننے کے لئے تیار ہوں کہ واقعی غنیہ صاحبہ قادیان زانی
اور افلام باز و فاعل و فاعل بھی ہیں۔

اس دلی یقین کا ثبوت میں یہاں تک دے سکتا ہوں اگر غنیہ صاحبہ قادیان
اپنے کو یکسر حال میں کی صفائی کے لئے براہ راست کو تیار ہوں تو ہر طرح اسے
قبل کرنے کو تیار ہوں۔ (مرزا بشیر احمد لغیر)

حلفیہ شہادت

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے مرزا
بشیر الدین محمود احمد صاحب کو چشم خود زنا کرتے نہ دیکھا ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ
پر خدا کی لعنت ہو۔
شیخ بشیر احمد مقرر

مرزا محمود کی اپنی گواہی

حکیم عبدالعزیز صاحب سابق پریذیڈنٹ انجمن انصار احمدیہ قادیان پنجاب نے خلیفہ صاحب کی بدعتی کے پیش نظر مسجد اقصیٰ میں جب خلیفہ صاحب جمع عام کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ علی الاطلاق لکھ کر دیا کہ آپ زنا کار اور بدعتی ہیں۔ اس لئے میں آپ کی بیعت نہیں کر سکتا۔ آپ پر بھی ۱۹۳۱ء کے پرچہ لکھ کر دیا گیا۔ پندرہ مہینے دن ہسپتال میں رہے اور خلیفہ صاحب کو لٹکا رہے تھے۔ آپ نے مرزا محمود احمد صاحب کو ایک خط لکھا جس میں آپ نے تحریر کیا کہ تمنا ہے کہ آپ نے چار گواہوں کا ذکر لوگوں سے کیا ہے اگرچہ ہم سے تو نہیں کیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ اسی کے لئے تیاری فرمائیں۔ ہم صرف چار ہی نہیں۔ بلکہ بہت سی شہادتیں علاوہ عورتوں روکیوں اور روکیوں کی شہادت کے خود شہادۃ الہی اپنی شہادت بھی پیش کر سکیں گے۔ اگر ہم ثبوت نہ دے سکے تو آپ کی بریت ہو جائے گی اور ہم ہمیشہ کے لئے ذلیل ہونے کے علاوہ ہر قسم کی سزا جھگڑنے کے لئے بھی تیار ہیں حکیم صاحب موصوف کا حلقہ بیان درج ذیل ہے

شہادت نمبر ۱۸

حلقہ شہادت

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر جس کی جھوٹی

B
A
C
K

قسم کھانا لنتیوں کا کام ہے۔ یہ تحریر کرتا ہوں کہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت سے اس لئے علیحدہ ہوا تھا کہ میرے پاس ان کے خلاف احمدی روکیوں۔ روکیوں اور عورتوں کے صحیح واقعات پہنچے تھے جن کے ساتھ مرزا محمود احمد نے بدکاری کی قسم، اسی بنا پر میں نے مرزا محمود احمد صاحب کو لکھا تھا کہ آپ کے خلاف احمدی روکے روکیاں اور عورتیں اپنے واقعات بیان کرتی ہیں۔ ایسی صورت میں آپ یا جماعتی کمیشن کے سامنے معاملہ پیش ہونے دیں۔

یا میدان مبارک کے لئے تیار ہوں یا حلف مؤکد لعذاب اٹھائیں یا ہمیں موحد دیں۔ کہ ہم تمام واقعات پیش کر کے حلیہ سالانہ کے موقع پر تمام احمدیوں کی موجودگی میں آپ کے سامنے حلف مؤکد لعذاب اٹھائیں تاکہ روز بروز کا جھگڑا ختم ہو کر حق کا پول بالا ہو۔ لیکن مرزا محمود احمد صاحب کو کسی طریق پر بھی عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں ہوئی۔ سوائے کفار دلا حارب بائیکاٹ مقاطع استغاثی کرنے کے

۱۹۳۲ء سے لے کر آج تک میں اسی عقیدہ پر عمل و جدوجہد قائم ہوں کہ میان محمود احمد ایک ذاتی اور بدعتی انسان ہے جس کو خدا رسول اور اس کے خادم حضرت مسیح موعود سے کسی قسم کی کوئی نسبت نہیں۔ اگر میں اپنے اسی عقیدہ میں باطل رہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔

حکیم عیدالاعزیز سابق پریذیڈنٹ
انجمن انصار احمدیہ قادیان

حلفیہ شہادت

میں خدا کو حاضر حاضر جان کر جس کی جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے یہ
تجزیر کرتا ہوں کہ میں نے حضرت مرزا محمد احمد صاحب قادیان کو اپنی
آنکھ سے زنا کرنے دیکھا ہے
اور میں اقرار کرتا ہوں کہ اس نے میرے ساتھ بھی بد فعلی کی ہے
اگر میں جھوٹ بولوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔
میں یقین سے وہیں رہتا تھا
دینار احمد

B
A
C
K

161

حلفیہ شہادت

مصری عبدالرحمن صاحب کے بڑے ارٹھے حافظ بشیر احمد نے
میرے سامنے ہاتھ میں قرآن شریف لے کر یہ لفظ کہے خدا تعالیٰ مجھے
پارا پار کر دے اگر میں جھوٹ بولتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ صاحب نے میرے
ساتھ بد فعلی کی ہے

میں خدا کی قسم کھا کر یہ واقعہ لکھ رہا ہوں
و بقرہ خود محمد عبداللہ احمدی سینٹ فرنچیز باؤس مسلم ٹائون لاہور

B
A
C
K

حلفیہ شہادت

مرزا گل محمد صاحب مرحوم رآپ قادیان کے رئیس اعظم تھے اور
وہاں بڑی جائیداد کے مالک تھے، اور مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان
کے رکن تھے، ان کی دوسری بیوہ دھوٹی بیگم نے مجھے بیان کیا کہ خلیفہ
صاحب کو میں نے اپنی آنکھوں سے ان کی صاحبزادی اور بعض دوسری عورتوں
کے ساتھ زنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے خلیفہ صاحب سے ایک
دفعہ عرض کی حضور یہ کیا معاملہ ہے؟
آپ نے فرمایا کہ قرآن وحدیث میں اس کی اجازت ہے البتہ اس
کو عوام میں پھیلانے کی ممانعت ہے۔

B
A
C
K

نعمت باللہ من ذلک

میں خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر حلفیہ بیان تحریر کر رہی
ہوں۔ شاید میری مسلمان نہیں اور بھائی اس سے کوئی سمجھ حاصل کریں
فقط
سیدہ ام صاحبزادہ سید ابراہیم
من آباد۔ لاہور

M
O
R
E

حلفیہ شہادت

چوہدری علی محمد صاحب واقعہ زندگی اپنے خاندان میں صرف
ایکے ہی احمدی ہیں جنہوں نے سب کچھ قربان کر کے احمدیت جمعی لغت

کو پالیا۔ آپ لمبوی میں حوالدار تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کے بعد آپ نے احمدیت قبول کی۔ اللہ بخش صاحب تیسف کے برادر میر محمد بخش، ایڈیٹ امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کے ذریعہ آپ کو جماعت احمدیہ میں داخل ہوئے، اللہ کچھ دن بعد اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیا۔ مئی ۱۹۳۵ء میں قادیان سے بلا دیا۔ تو آپ بلا حیل و حجت پورے اخلاص و عقیدتِ مستدی کے ساتھ قادیان تشریف لے گئے اور خدمت کی ابتداء دفترِ وکیلِ انصاف محرابِ جدید سے کی اور پھر مختلف شعبہ جات میں تعینات کئے گئے۔

سندھ منگائیکسٹری کسٹری میں بطور کنٹینٹ مقرر کیا گیا۔ پھر اس دوران میں نمائندہ خصوصی بن کر دی آسٹریو افریقین لٹیر کراچی پیش آؤٹ کرنے کی غرض سے بھیجا گیا، اور سنڈی گوجہرہ میں بھی تحریکِ جدید کے اصول کی نگرانی کے لئے نمائندہ خاص مقرر کیا گیا اور پھر اندر مشرقی کسٹرن ڈیولپمنٹ کمپنی کے دفتر میں اکونٹنٹ مقرر کیا گیا۔ تجارت اور صنعت کے دفتر میں میڈی اکونٹنٹ مقرر کیا گیا اور دی پورٹ آف ڈائریکٹر کا میگزین مرزا محمود احمد کی ذاتی منظوری سے کیا گیا۔ جن کا پیئر میں مرزا مبارک احمد ہے۔ بدستور سالہا سال سندھ کی زمینوں۔ سلسلہ کے تجارتی کارخانوں۔ اور فضل عمر نیویٹ کا صاحب آؤٹ کرتے رہے۔ بسا اوقات قیامِ ربوہ

میں اکثر مالی خیانتوں کے قتل کے قتل پر آپ کو بطور کمیشن مقرر کیا جاتا اور بعض دفعہ دارالقضاء بھی قیاموں کے لئے آپ کو ہی کمیشن مقرر کرتے۔ آپ بطور محاسبِ خدام اور صدر مرکز میں بھی کام کرتے رہے۔ اور غلیظ صاحب چوہدری صاحب موصوف سے خاص ملاقاتیں بھی کیا کرتے تھے۔ سائلہ بلوچ وکیلِ مظلوم تھے جب کسی بات پر چوہدری صاحب کی شکایت غلیظ صاحب سے کی۔ غلیظ صاحب نے بالوصاحت جواب میں کہا۔ جو دوسرے ذیل ہے میرے نزدیک تو یہ محنت ادبیات داری سے کام کرتے ہیں۔

افرض چوہدری صاحب موصوف نے مختلف شعبہ جات میں اکونٹنٹ اور بطور نائب ایڈیٹر کے کام کئے ان کے علم اور قیاس کے پیش نظر ان کو تمام ضمنی راز ازبر بھی یاد ہیں۔ کہ روپیہ کیسے اور کس طریق سے منہم کیا جاتا ہے۔ چھاپنے کے ایک کتاب میں صاحبِ بنگلہ پیش کیا ہے۔ ادبی بیچ بھی دیا ہے۔ کہ یہاں مالی بدعنوانیوں، خیانتوں اور دغا بازیوں کے ریکارڈ کے رٹے میں مینی شاہد ہیں۔

بہر حال چوہدری صاحب موصوف کی خدمت جلیلہ قابلِ قدر میں رہتے پڑنے پر وقت کے تقاضوں کو ضرور پورا کر سینگے۔ قیامِ ربوہ میں ان سے جو محلات پیش آئے۔ اس کے ذرائع سے ان کا حلیہ بیان پیش خدمت ہے۔

میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر بس پاک ذات کی قسم کھاتا ہوں

MORE

”جلی جھوٹی قسم لھانا نصیحتوں کا کام ہے کہ صوفی روش نذیرین صاحب جو ربوہ میں انجمن کی چکی پر عرصہ تک لیلہ مستری کام کرتے تھے اور وہ زبان کے پڑنے رہنے والوں میں سے ہیں۔ اہل مجلس احمدی ہیں۔ اور ان کے مرزا محمد احمد صاحب اور ان کے خاندان کے بعض افراد سے قریبی تعلقات تھے۔ اور انھوں نے مرزا حنیف احمد ابن مرزا محمود احمد کے صوفی صاحب موصوف کے ساتھ نہایت عقیدت مند مراسم تھے۔ اور تعلیمی عقیدت کی بنا پر مرزا حنیف احمد گفتگوں صوفی صاحب کے پاس روزانہ دن کے گھر جا کر بیٹھتے اور بسا اوقات صوفی صاحب کو قصص خلافت میں اپنے ایک کمرہ خاص میں بھی لے جا کر ان کی خاطر دعا کرتے۔ انہوں نے مجھ سے بار بار بیان کیا کہ مرزا حنیف احمد صاحب کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جس کو تم لوگ خلیفہ احمد صالح الموعود سمجھتے ہو وہ ناکرنا ہے۔ اور یہ کہ مرزا حنیف نے اپنی آنکھوں سے اپنے والد کو ایسا کرتے دیکھا۔ صوفی صاحب نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے کبھی دفعہ مرزا حنیف احمد سے کہا کہ تم ایسا سنگین الزام لگانے سے قبل ابھی طرح اپنی یادداشت پر ضرور ڈالو کہیں ایسا تو نہیں کہ جس کو تم کوئی غیر مجسمہ عہدہ وراثت نہاری کوئی والدہ ہی تھیں۔ مبارک خدا کے قہر و غضب کے نیچے آ جاؤ۔ تو اس پر مرزا حنیف احمد اپنی زبانتعلیمی پر حلف اٹھاتے ہیں کہ ان کا والد پاک میرت نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی کوئی کرامت مشاہدہ نہیں کی۔ البتہ یہ تزیینت

کے ساتھ پائی ہے کہ کسی طرح انہیں ہلدار مہلدنسی دی غلبہ حاصل ہو جائے۔

اگر میں اس میان میں جھوٹا ہوں۔ اور افراد جماعت کو اس سے بعض دھوکا دینا مقصود ہے۔ تو خدا تعالیٰ مجھ پر امد میری بڑی بھول پر ایسا عجز ناک مذاہب نازل فرمائے جو شخص امد ہر دیدہ بینا کے لئے از دیار ایمان کا موجب ہو۔

ہاں اس نام نہاد خلیفہ کی مالی بد عنوانیوں، خلیاتوں اور دھاندلیوں کے ریکارڈ کی دوسری میں بھی شہادتیں ہیں کہ وہ کھاکر رہنے سارے نو سال تحریک جدیدہ اور انجمن احمدیہ کے مختلف شعبوں میں اکوٹھ اور ناب موجودہ تحریک حقیقت سے کام لیا ہے۔

B
A
C
KM
O
R
E

خاکسار

چوہدری علی محمد علی غنی عارف زندگی
عالم نامہ خصوصی کوہستان، لاہور

شہادت نمبر ۲۲

حلفیہ شہادت

جناب مولوی محمد صالح صاحب عارف زندگی سابق کارکن
وکالت، تحریک جدیدہ ربوہ، مولانا محمد یاسین صاحب تاجہرکتیہ کے
چشم و چراغ ہیں۔ یہاں ہی ہونے کے علاوہ مولانا احمدیہ کا بچہ تھا

اور مسجد شائع کرتے ہیں۔ آپ قادیان کی مقدس سرزمین ۱۴۱۲ھ میں پیدا ہوئے اور مولوی فاضل تنگ تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں مختلف شعبہ جات میں آپ نہایت خوش اسلوبی سے خدمت سرانجام دیتے رہے۔ قادیان میں مسجد خدام الامور کے جنرل سیکرٹری کے عہدہ پر فائز رہے۔

۲۔ زعمیم جس خدام الامور دارالحدود ربوہ

۳۔ نائب ظلم تبلیغ مسکن زعمیم خدام الامور ربوہ

۴۔ مسندہ دیوبند پبلشرز پشاور کے مدیر آفس میں کام کیا

۵۔ رسالہ دیوبند آف ریٹینشن اور سن رائزر اخبار کے منبر بھی ہے

۶۔ محقق احمد فار کا متحد خاص ربوہ بھی ہے۔ ان شعبہ جات

کے علاوہ بھی جماعتی طور پر جس خدمت پر بھی مامور کیا گیا ہے

دیانت اور تقویٰ کی راہ پر چل کر صحیح معنوں میں خدمت کی۔ آپ دیال

عبدالرحیم احمد جو خلیفہ صاحب کے داماد ہیں۔ ان کے پرسنل

اسسٹنٹ وکیل اتعلیم تحریک جدید ربوہ بھی تھے۔ آپ جس

مائنشتان اخلاص اور محنت سے کام کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے

آپ کے ذمہ مزید کام سپرد کئے جاتے تھے۔ آٹھ دس شعبہ جات

کی لاکھ دگی آپ کی مقبولیت کی نشاندہ ہے اور گہرے تعلقات کا اندازہ

بھی اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کا خلیفہ بیان ہدیہ ناظرین ہے

حلفیہ شہادت

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر سند رج ذیل سطحہ عرض اس لئے سپرد قلم کر رہا ہوں کہ جو لوگ اب بھی مرزا محمد احمد صاحب خلیفہ ربوہ کے تقدس کے قائل ہیں۔ ان کے لئے راہنمائی کا باعث ہونا اگرچہ درج ذیل بیان میں جھوٹا ہوں۔ تو خیر اقل کا عذاب تجھ پہ اور میرے اہل و عیال پر نازل ہو۔

میں پیدائشی احمدی ہوں اور شیعہ ملک میں مرزا محمد احمد صاحب

کی خلافت سے وابستہ رہا خلیفہ صاحب نے مجھے ایک خود ساختہ

فتنہ کے پسند میں جماعت ربوہ سے خارج کر دیا، ربوہ کے محول

سے باہر اگر خلیفہ صاحب کے کردار کے متعلق بہت ہی گھٹاؤ نے

حالات بنائے ہیں آئے۔ اس پر میں نے خلیفہ صاحب کی صاحبزادی ائمہ

ارشید بیگم، بیگم میاں عبدالرحیم احمد سے ملاقات کی۔ انہوں

نے خلیفہ صاحب کے پرجہنم اور بد قماش اہل بدکردار کی تصدیق

کی۔ باتیں تو بہت ہوئیں لیکن خاص بات قابل ذکر یہ تھی کہ جب

میں نے امتہ ارشید بیگم سے یہ کہا، کہ آپ کے خاوند

کو ان حالات کا علم ہے۔ تو انہوں نے کہا، کہ صاحب نور صاحب

آپ کو کیا بتلاؤں کہ ہمارا باپ ہمارے ساتھ کیا کچھ کرتا رہا ہے

اور اگر وہ تمام واقعات میں اپنے خاوند کو بتلا دوں تو وہ بھلا ایک

منٹ کئے لئے بھی اپنے گھر میں لہانے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ تو پھر
میں کہہ دل لگی۔ اس واقعہ پر ائمہ۔ اترشید کی آنکھوں میں آنسو
آگئے اور یہ لرزہ خیز بات سُنکر میں بھی ضبط نہ کر سکا۔ اور وہاں سے اٹھ
کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اس وقت میں ان واقعات کی بنا پر
جو میں ڈاکٹر نذیر احمد ریاض، محمد یوسف نانڈہ، حاجت پیر احمد راتوی
سے سن چکا ہوں۔ حق الیقین کی بنا پر خلیفہ صاحب کو ایک بدکردار اور
بدملین انسان سمجھتا ہوں، اور اسی کی بنا پر وہ آج خدا کے عذاب
میں گرفتار ہیں۔

خاکسار

ممدو مالچ تو رواقف زندگی، سابق کارکن۔ وکالت تعلیم
(تحریک ہمدید بلوہ)

شہادتِ نبیؐ حضرت ڈاکٹر نذیر احمد ریاض کی شہادت

خلیفہ داتا گاندول

حضرت ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض، مولوی فاضل واقف زندگی
خلیفہ بلوہ کے خالص فاضل تھے۔ اور خلیفہ صاحب نے انہیں خود سلسلہ
کے فرخ پست سکنت اور دواکٹر کی تعلیم دلوائی۔ ڈاکٹر صاحب بروموف
علاج مخصوصہ میں کافی سے زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ اور عرصہ
درائیک خلافت آپ کے چرنوں میں رہے۔ آپ نے حضرت

مولوی خیر علی صاحب کی سوانح حیات مقب کر کے خالق کی ہے جو تقریباً ۱۰ ہند
صفحات پختل ہے۔ آپ جامعۃ البشرین میں پروفیسر بھی تھے۔ آپ اپنی خدا
دادی باغی صلاحیت کی وجہ سے خلیفہ صاحب کی آوردہ زندگی سے بھی نہیں بلکند
خانہ کے ہر شعبہ سے پوری طرح واقف راز بھی ہیں۔ یعنی بہت سے خیمہ خود راز
راز خصوصی کے علاوہ آپ خلیفہ صاحب کے اصل کے متعلق فرماتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا جب تک ہم ربوہ میں رہے ہماری آپس میں کچھ
ایسی قلبی مہانت رچی کر باہم ملکہ طبیعت بے حد خوش ہوئی تھی کبھی شعر و شاعری
کے سلسلہ میں تو کبھی شخص کے معذرتی تقدس پر کچھ چینی کرنے میں بڑا رافت
آتا تھا۔ دراصل خلیفہ صاحب کا اصول ہے کہ

سے مت رکھو ذکر نہ کر جمع چاہی میں انہیں

(اور پختہ ترکہ دو مزاج خالقا ہی میں انہیں) (خوش)

اور خود خوب رنگ ریاں مناؤ۔ عیش و عشرت میں بسر کرو۔

ہم نے تو بھائی عدوس دل سے وقف کیا تھا۔ خدا ہمیں ضرور اس کا اجر دے گا
انہیں یہ غلوں پر نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ بہتر حکم و عدل سے خود فیصلہ کر دے گا
کو ٹھکرا کے ہوئے میرے کتنے قیمتی اور کتنے عزیز تھے۔

شروع شروع میرے دل کی عجیب کیفیت تھی، ہر وقت دل مختلف
افکار کی آماجگنا رہتا تھا، ماں باپ کی یاد، عزیزوں کی جدائی کا احساس
دوستوں کے بھڑکنے کا غم اور عارضوں کے تیزوں کی جھین بھی کچھ تھا لیکن
ہر راز تھا اس دل میں بخود عذرت

سب سے بڑا مسلم ملان کی غفلت میری ہے جس کی رخصتی میں ملان اپنے قندیل کو استوار رکھتا ہے۔ اور ہر افتاد پر ڈنگلے سے پھانسا ہے۔ اگر یہ کلی طور پر سمجھ جائے تو پھر کسی بے راہ روی کا احساس دلائیں نہیں رہتا اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلنے میں اپکارا ریا حق اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر

شہادتِ عطا حلفیہ شہادت

جناب غلام حسین صاحب احمدی فرماتے ہیں:-

میں نے اپنی شہادت کے علاوہ حبیب احمد کا بھی ذکر کیا تھا۔ وہ مجھے قادیان میں مل گئے۔ میں نے ان سے قسم دیکر حقیقت کو بتا دیا کہ انہوں نے قسم کھا کر مجھے بتلایا کہ حضرت صاحب دین مرزا محمد احمد نے دو مرتبہ ان سے لوطیت دینی منڈے بازی کی ہے ایک دفعہ قمر خلافت میں اللہ کے دعوہ ڈھنڈی میں تھیں نے اس سے تحریری شہادت مانگی تو پوری تفصیل کے ساتھ سنیں کہی کہ ناکمل لکھ کر دی حبیب احمد صاحب امان کی پوری پوری تصدیق فرما دیں جو درج ذیل ہے

بہرام اللہ مرزا رحیم دہلی عبد الوہاب علیہ الرحمہ وفضل علی رسولہ الکریم

محدث شریف جناب حاجی غلام حسین صاحب السلام دیکھو دعوت اللہ پر کائنات کے بعد اتنا سہل ہے کہ جو میں نے آپ کو کو جو بات بتائی تھی میں خدا کو مافوق فاضل جان کر کہتا ہوں کہ وہ بات بالکل صحیح ہے اگر میں جھوٹ بولوں تو خدا کی لعنت ہو مجھ پر

فانکارا حبیب احمد اعجاز

میں ملی وجہ البیوت شاید ناطق ہوں

شہادت نمبر ۶۶ راجہ بشیر احمد صاحب رازی خلف

کڑی عمری راجہ علی محمد صاحب رانی پور ڈنگل ڈنگل۔ میر جماعت احمدیہ مجھوت کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ نے خدمتِ دین کے لئے سترہ سال میں اپنے آپ کو وقف کیا اور پورے اخلاص کے ساتھ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا۔ اور ٹیلیڈ ربوہ کے بلا سے پر آپ ربوہ تشریف لے آئے اللہ نائب اڈیر صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے کام پر مامور کیا گیا آپ نے اس کام کو یا جو کام بھی آپ کے سپرد کئے جاتے نہایت ہی استقلال اور محنت اور دامتداری سے سرانجام دیتے رہے۔ آپ ربوہ کے کچے کو اٹھل میں رہائش پذیر تھے۔ اور دوستوں کے علاوہ آپ کے مسلم جناب فریح نذحق صاحب احمدیہ سنڈیکٹ سے ہوئے۔ تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی آلودہ زندگی کا ایسا عجیبانگ منظر پیش کیا، آپ ششدر رہ گئے۔ آپ کا ذہن اس آلودہ زندگی کو تسلیم نہیں کرتا تھا کہ ایسا مستند انسان بدکاری میں ہو سکتا۔ باوجود رفتہ رفتہ آپ کے سرگرم انداز و خصوصی ڈاکٹر نے نذیر صاحب میاں سے جو مجھے تو انہوں نے جس اس ناپاک انسان کے عشرت کدہ کی رنگیں جھلٹو کا ذکر فرمایا۔ اللہ ان کی مزید پختگی کے لئے اس رنگیں اور سنگین مجالس تک لے جانے کا وعدہ کر کے اس مجلس میں پیش آئی کر لیا۔ رازی صاحب

موصوفت جب اس مجالس خاص میں علماء زمانہ کی حاصل کر لی۔ اور اپنی آنکھوں سے یہ منظر کو دیکھا تو آپ جو حیرت ہو گئے بعد ازیں آپ نے علی الاعلان پوری دیانتداری سے اس نقشہ خصوصی کو جو علی وجہ شخصیت پورے اہلن ان کے ساتھ دیکھ چکے تھے اپنے دوستوں سے مکمل کھلا اظہار کرتے رہے۔ رازی صاحب موصوف کا جو اس خط بیان درج ذیل ہے آپ فرماتے ہیں

ارشادِ مجددی پنچا خلیفہ صاحب سے عدم وابستگی کی اصل وجہ تو وہی ہے جو

ہمارے مکرم بھائی مرزا محمد حسین صاحب بی کام

فرمایا کرتے ہیں کہ جو سفر ہم نے ماموریت سے شروع کیا۔ اسے آخرت پر ختم کرنا نہیں گوارا نہیں۔

مگر یہ اجمال شاید آپ کے لئے وجہ تسلی نہ بن سکے۔ لیکن فقرہ ہماری تذکرہ بھی سن لیجئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوٹوالہ میں خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے فقیر خانات کے سامنے رہائش پذیر تھے قرب مکان کے سب

شیخ نورالحق احمد "احمدیہ سنی کمیٹی"

سے۔ راہ رسم بڑھی۔ تو انہوں نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا جن کی روشنی میں ہمارا قصہ کا احوال نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعویٰ کے لئے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے۔

ڈاکٹر نذیر احمد صاحب ریاض

کاجن کی ہم رکاری میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ

میں چند ایسی ساقی گزارنے کا موقعہ ہاتھ آیا جس کے بعد میرے لئے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک دامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تفریع کافی نہ تھی اور میں اس بغض بندی علی وجہ البیعت خلیفہ صاحب ربوہ کی بد اعمالیوں پر مشتمل مطلق ہو گیا ہوں۔ میں صاحبِ تجرہ ہوں کہ یہ سب بد اعمالیاں ایک بھی سوچی ہوئی حکم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اور ان میں اتفاق یا جھول کا کوئی دخل نہیں جن دنوں ہم تھے۔

محباسب کا گھر پٹال

ان رنگین مجالس کے لئے سرسید و علامہ رشید علی تھانی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اب نہ جانتے کون سا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحبِ تذکرہ حلیج کرے تو میں ملت ہو کہ بعد اب اٹھانے کو تیار ہوں والسلام

شبیر رازی بی کام سابق نائب اڈیٹر صدی بخن احمد ربوہ

نوٹ:۔ صاحبِ گھر والی سے مراد اگر ایک شخص کو رات کے نو بجے کا وقت ہنر کیا کہ لئے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں شش بج چکے ہیں جیسا صاحبِ گھر والی نے پچاس وقت وہ شخص اندر نہیں آ سکتا

شہادتِ نبویہ چوہدری صلح الدین صاحب ناصر بنگالی

خلف

خال بسا اور ابو الہاشم خلی مرحوم چوہدری صاحب موصوف کے والد محترم نے بنگال میں جماعت احمدیہ کی قیادت کی اور آپ نے پوسٹہ خالص کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کو اُجاگر کیا۔ اور آپ نے مرزا محمد کی تفسیر کا انگریزی میں ترجمہ بطور خدمت کے کیا۔ اور آپ جب ریٹائر ہوئے تو آپ مع اہل خیال تانیا قرنین لے آئے۔ اور محلہ دارالافتاء میں ایک پستری کو محلی رہائش کے لئے تعمیر کی۔ اور آپ کے خاندان کو خلیفہ صاحب کے خاندان سے الہا تقید تھی اس تحریری قطعہ کی وجہ سے آپ خصوصیت سے واقف تازہ ہو گئے چوہدری صاحب مدظلہ کی تفسیر خدیجات میں بھی کام کرتے ہیں اور آپ کی آنکھنک نسائی محض دین کی خاطر شامل حال رہی۔ آپ بھی ربوہ میں کچے کوڑھل میں عرصہ تک رہائش پذیر رہے۔ لیکن جب آپ کو مرزا محمد کی ناپاک سیرت کا بخوبی علم ہو گیا۔ اور علی وجہ البصیرت حق الیقین تک پہنچ گئے تو آپ نے ربوہ کو خیر باد کہنے کا تشبیہ کر لیا۔ موقع پا کر آپ غنیہ محلہ سے ہیشہ گان اور والدہ محترمہ کو رات کی تاریکی میں لے کر لاہور روانہ ہو گئے اور پھر علی الاطلاق غنیہ صاحب کی ناپاک سیرت پر اخباروں اور ٹیلی ویژن میں بلاخوف اظہار فرماتے رہے۔ چہ دھری صاحب موصوف حقیقت پسند پارٹی کے پہلے جنرل سکریٹری رہے۔ آپ نے اس کام کو بھی اپنی صلاحیتوں کے پیش نظر حبِ دستہ مستعدی اور جانفشانی سے کام کیا۔ اس

بدکار اور بد اعمال انسان کے لئے آپ نے اپنے آپ کو وقف کیا۔ اور اس کی ناپاک سیرت پر اللہ م دینا اپنا فرض اولیں تصور کرتے ہیں۔ چوہدری صاحب گہرے راز داروں میں سے واقع ہوئے ہیں۔ لکھتے ہیں۔
قادمانی جماعت کے اند فدا یان احمدیت کے نام کی غنیہ نظم کو بے نقاب کیا جائے جو ایک نقاب پوش خطرناک قسم کی نوجوانوں کی تعلیم پر مبنی طور پر تشدد کی حامی ہے اور اس کے کسی راز کو افشا کرنے والے کا کام تمام کر دیا ہے اور ذیل کے احمدی حضرت کو عدم آباد تک پہنچا چکی ہے۔
۵۷ - ۶۱ - نوائے پاکستان

چوہدری صاحب کی مجاہدانہ سرگرمیوں کا اندازہ بہت سے اخباروں کے طالعہ مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے جس میں آپ نے طویل سٹ حلف گول کو دی ہے جو کچھ راز افشا کرنے کے جوہر میں ان کا کام تمام کر دیا گیا۔ طالعہ کے خوف سے مثال کے طور پر صرف ایک مثال پر اکتفا کرتا ہوں چوہدری صاحب نے اپنی عشیرہ عابدہ بگیم بنت خال بسا اور ابو الہاشم خال صاحب آف بنگال کے اہم واقعہ کا ذکر بھی فسدایا ہے۔ کہ ان کو بھی بذلیہ بتصدق مار کر اپنا تک موت سے خوب کیا گیا۔ ان کے خیال کے مطابق کو کہیں راز افشا نہ کرے

بہر حال چوہدری صاحب صیغ معقول میں حقیقت پسند واقعہ ہوئے ہیں۔ ان کا ہر کام ویانتہ راز اور اخلاص پر مبنی ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو مزید استقامت بخشے۔ علاوہ انہیں جب محجرات میں جلسہ ہوا

شہادت نمبر ۲۸

امام جماعت احمدیہ (قادیان) ربوہ کے متعلق

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مصلح موعود

کی
شہادت

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب خلیفہ صاحب کے ماضی اور
خسر بھی ہیں۔ آپ کی قطعی رائے ہے کہ خلیفہ عیاش ہو۔ تو میں ڈاکٹر
ہوں۔ اور میں جانتا ہوں کہ عیاشی کی وجہ سے نہ دماغ کام کرتا
ہے۔ اور نہ عقل اور نہ ہی سرکات صحیح طور پر کر سکتا ہے۔ سب تو بیک
برباد ہو جاتے ہیں۔ جس کو انگریزی میں 'mad' کہتے ہیں۔ زنا انسان
کو بنیاد سے نکال دیتا ہے حضرت ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں۔
..... بڑا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ خلیفہ عیاش ہے اس کے متعلق میں

تو آپ نے اس وقت بھی صداقت کو پورے طور سے روشن کیا کہ ہم نے
تقدس کے پردے میں جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ وہی ہماری اس سے
علیحدگی کا باعث بننا۔ چنانچہ چودھری صاحب فرماتے ہیں۔

لاہور انڈیا چودھری ملاح الدین صاحب جو مشرقی پاکستان کے
بہنے والے ہیں۔ بنگالی میں تقریر کی اور بتایا کہ ہم نے تقدس کے پردے میں
جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ہماری اس جماعت سے علیحدگی اس کا نتیجہ
ہے۔ انہوں نے بتایا۔ میں مشرقی پاکستان کے ایک معزز خاندان کا نوجوان
ہوں اور امام جماعت احمدیہ کی دعائیں کی وجہ سے علیحدہ ہو گیا ہوں اور
دیانتداری سے محبتا ہوں۔ کہ ان کے خلاف آئین کا ایک واضح نمونہ
ہے۔ نوائے پاکستان ۲۸۔۳۰۔۵۶

کہتا ہوں۔ میں ڈاکٹر ہوں۔ اللہ میں جانتا ہوں۔ کہ وہ لوگ جو پتھریلے ہی تھیں
میں پڑھ جائیں۔ وہ وہ ہو جاتے ہیں جنہیں انگریزی میں دیکھ دیکھ کر کہتے ہیں
ایسے انسان کا دماغ کام کرتا ہے۔ نہ عقل دست رہتی ہے۔ نہ سڑک
صحیح طور پر کرتا ہے، غرض سب قوی اس کے برہاد ہو جاتے ہیں۔ اور سر
سے لے کر پیر تک اس پر نظر ڈالنے سے فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ
وہ حیا میں پڑھ کر اپنے آپ کو برہاد کر چکا ہے۔ اسی لئے
کہتے ہیں۔

الْكَفَّاءُ يُخْرِجُ الْبَنَاءُ

کرنا انسان کو بنیاد سے نکال دیتا ہے

الفضل، ۱۰ جولائی ۱۹۷۲ء

جادو وہ جو سچے سچے ہو کر لو لے

خلیفہ ربوہ بیٹھنے اسی اسماض میں بتلا میں...
..... ان کا دماغ ماؤٹ ہو چکا ہے۔ نہ عقل کام کرتی
ہے۔ اعضا صحیح طور پر کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا
ہے کہ زنا انسانی کو بنیاد سے نکال دیتا ہے۔ سن و سن ہی حالت طاری
ہے خبیث مرض یعنی فالج کا شکار ہیں۔ خصوصاً آپ نے ان کی عقل
فہم کا اندازہ جلد سب لائے پر بخوبی لگایا ہو گا۔ کہ کس طرح وہ
اپنی عقل کو ٹھکانے لگاتے رہے اور حاشیہ پر دار درمیان میں
نقہ دیتے رہے۔ مگر یہ نقہ بے سود ثابت ہوا لاکھ پوند لگاؤ

B
A
C
K

حق پسند اصحاب کی توجہ کے لئے

اپنی طرف سے نہایت انصاف کے ساتھ کچھ حواجات حضرت مسیح
موجود علیہ السلام پیش کر دیجئے ہیں۔ تاکہ فیصلہ میں آسانی رہے اہل دانش
اور طالبان حق کے لئے نہایت ضروری ہے کہ محدث سے دل سے ان تمام
واقعات کو جو خلیفہ کے چال چلن پر سالہا سال سے بیان کئے جا رہے ہیں
اور وہ انہیں ٹال رہے ہیں۔ آپ نے دلائل کی روشنی میں موازنہ کر کے خلیفہ
صاحب کا احتساب کرنا ہے تاکہ حضرت مسیح موجود علیہ السلام کا اصول
جو بد چلن اور بدکار کے متعلق موجود ہے۔ اسکی بے حرمتی نہ ہو۔ اگر آپ
نے اس اصول کو جرأت مندانہ اقدام سے اجاگر کر دیا۔ تو آنے والی نسلیں
آپ کی اس جرأت کو جو اصول کے لئے برقی جائے گی قدر منزلت کی نگاہوں
سے دیکھیں گی۔

خلادہ ازیں انسان غلطی کا پتلا ہے۔ اصول جانا کوئی بات نہیں ہوتی
چونکہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب دیم لے معتمد جو اہل یاسے دیگر خواہ
دار علما اس امر کے لئے کوشاں رہتے ہیں کہ اس خلافت کو مضبوطی سے
پکڑو مابین بعض حوالے ان چپ پان کئے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس نے
زانی ابدکار عیاش کے متعلق ایک قطعی فیصلہ دیا ہے جو درج ذیل ہے
۱۔ ماباد صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قوی کی قطع اور یقین
پر بنا رکھ کر کسی دوسرے کو مغتری اور زانی قرار دیتے ہیں واکھم ۴۴ مارچ ۱۹۷۱ء

M
O
R
E

۲۔ یہ تو اسکی قسم کی بات ہے جیسے کوئی کسی کی نسبت یہ کہے کہ میں نے اسے پتھ خود زنا کرتے دیکھا یا پتھ خود شراب پیتے دیکھا۔ اگر میں اس بے بنیاد افواہ کو مان لیتا تو اللہ کیا کرتا۔ (تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ نمبر ۲)

تو اس کی طرف آنے میں چھپکچھاٹ کیوں بہت آپ کا دعویٰ ہے کہ خلیفہ صاحب سے خدا خلوت اور خلوت میں باتیں کرتا ہے۔ اس عدالت میں حضرت اقدس کا حوالہ بھی یہی مطالبہ کرتا ہے پھر ڈرتے کیوں ہو۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا۔ حضرت اقدس کا تعلق فیصلہ ہے یا آپ کی نگاہ میں حضرت اقدس کی کتابوں میں ایسا حوالہ موجود ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ بدکار عیاش بھی مصلح موعود ہو سکتا ہے تو خدا کی قسم اگر یہ حوالہ میرے ہیرے علم اندھ میں آگیا تو میں سر تسلیم خم کر دوں گا۔ ورنہ بصورت دیگر آپ فرض ہو گا۔ کہ حضرت اقدس کے ان حوالوں کی موجودگی میں جو بدکار کے لئے آپ نے لکھا ہے۔ عمل کرنا ہو گا۔ اور جماعت کے ہر فرد کو احتساب کرنا پڑے گا۔

بدکردار مصلح موعود نہیں ہو سکتا

یہ بات اظہر من الشمس ہو چکی ہے کہ خلیفہ صاحب بدکار، عیاش بدعین انسان ہیں۔ بدکردار مصلح موعود نہیں ہو سکتا اور اپنی اس بدعاشی کو چھپانے کی خاطر مختلف بہانے اور سیل و جھٹ۔ قتل و دہشت گردی

۴۲

اور صدر انجمن احمدیہ کا روپیہ مقدمے میں منافع کیا جاتا ہے۔ پھر انفضل میں یوں کہا جاتا ہے کہ زنا کرنا جرم نہیں اسکی تشہیر جرم ہے۔ زنا تو آپ عین شریعت کے مطابق کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا تو جرم نہیں۔ مگر مبارک حضرت اقدس کے فرماں کے مطابق کیا جاتا ہے۔ وہ جرم ہے۔ غلیظ صاحب نے حضرت اقدس کی تعلیم کو پس و پیش ڈال کر اپنا سکہ جانے کی کوشش کی مقدس اصطلاح سے اپنے آپ کو نونا کبھی صحابہ کرام کے متعلق پڑھنا کا مطالبہ کیا اور کبھی آنحضرت صلیم سے بھی آگے بڑھنے کا قدم اٹھایا۔ اللہ واللہ ایسے شخص کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ اس کو اس دنیا میں جو منزل دی ہے وہ ایک زندہ نشان ہے۔ چلتے پھرتے سے بھی عاری ہے۔ بدعا کسی قدر اوف ہو چکا ہے فالج نے اس کو ہنسا کر رہا لیا ہے (انفضل ہم رنگ شکر)

ایسے شخص کو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے قادیان کی مقدس سرزمین میں بھی جیکہ غیب نہیں ہوئی۔ دراصل اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گتہ دی مچھی سب کو خواب کرتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس ناپاک وجود کو وہاں سے نکال کر مقدس بستی کو محفوظ کر لیا۔

میں عرض کر رہا تھا۔ کہ آب حاشیہ بردار اس کو سہارا دیے ہوئے ہیں۔ کبھی جیسے کہ زور اس کو ہوش میں لایا جاتا ہے۔ کبھی ٹیپ ریکارڈ سن کر جماعت کو تسلی دی جاتی ہے۔ بار بار طرین سے اس میں پیوند لگائے گئے۔ لیکن جب ایک عمارت بوسیدہ ہو جاتی ہے۔ اس کے پیوند کہاں تک سہارا دے سکتے ہیں۔ بالآخر اس بوسیدہ عمارت کو طیش نیش

کر کے از سر نو بنانی پڑتی ہے۔ یہی حال خلیفہ کا ہے۔ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے قعر منزلت میں گر چکا ہے۔ اس وقت سہارا بے سود ہے۔ یہ غلط طعنے سہارے دیکھنے والوں کے لئے اس شخص کی بد کرداری کا زندہ ثبوت ہے۔ یہ ناپاک وجود ختم ہو کر رہے گا۔ اور حضرت اقدس کا اہل برہنہ آپ تاب سے بچکے گا۔ خدا کے گھر میں دیر ضرور ہے اندھیر نہیں۔

میں نے احمدی بزرگو! بھائیو! اداہمنوں! محبت احمدیہ کا ہر فرد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصولوں کو اپنانے کے لئے بے تاب ہے۔ ان سے استعاذہ ہے کہ خلیفہ صاحب اس وقت زندہ ہیں۔ ان کی موجودگی میں جس اسلامی شریعت کو آپ پسند فرمادیں فیصلہ کی راہ نکالیں۔ انسان کی سرحد بوجہ کے مطابق تین ہی صورتیں قابل عمل ہیں۔

عدالت کیشن سہیلہ

اظہار واقعہ کو بذریعہ زبانی نہیں کہا جاسکتا

حضرت رقدس ازالہ اسلام میں فرماتے ہیں۔

”دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گودہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو۔ دوسری شے ہے۔ ہر ایک محقق اور سچ گو کا یہ فرض ہوتا ہے۔ کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گمراہی کے لائن تک پہنچا دے

پھر اگر وہ پس منظر افروز نہ ہو۔ تو ہوا کسے دانہ اور دام منہ! خلیفہ صاحب کی بد اعمالیوں کے متعلق قلمت اقبال اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حراجات اور شہادتیں درج ہیں

میں ہدف پسند اور فہیدہ اصحاب سے دشمنات کرتا ہوں۔ بخیر عمل سے تمہیں پیش کر دیں ہیں۔ جو صورت آپ کے لئے آسان ہو۔ اس پر عمل کریں۔ ورنہ بصورت دیگر اگر اس میں لیت و حل کیا گیا۔ تو وہ اپنے متعلق شکوک ہیں اضافہ کر سیکے۔ لیکن یاد رکھیں۔ خلیفہ صاحب اپنی بد کرداری اور کدورتوں کو ابھی طرح جانتے ہیں۔ وہ کبھی بھی مباہلہ کے لئے میدان میں نہیں نکلیں گے۔

وَلَا يَكْتُمُونَ مَا كَانُوا يَكْتُمُونَ اِنَّهُمْ اَتَيْنَاكَ مَتَّ اَيُّدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں بھی مرزا محمود احمد صاحب پر کیش متفر کیا گیا اور ثابت تھا۔ مگر بدنامی کے خوف سے اس کو دنگنہ کیا گیا۔ اگر ہمارے بزرگان قلمت اس وقت اس خوف کو بالائے حاق رکھ کر اس کو گندے پتھر کی طرح نکال دیتے تو آج اس بدنامی اور لعنت سے محفوظ رہتے۔

بس آپ اپنے فرضوں کو پہچانیں۔ اس بد خدا وند کو مباہلہ کی صورت میں خسران کی عدالت میں لائیں۔ تاکہ تقدس اور پاکسازی الم نشرح ہو کہ جماعت احمدیہ کے لئے خصوصاً ہدایت کا موجب ہو۔
طالب دعا۔ (خادم قلمت مظہر ملتانی)

B
A
C
K

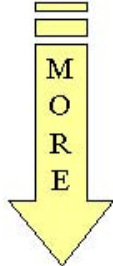
B
A
C
K

انتباہ!

حجۃ شہادتیں اور غلبہ بیان کتاب ہذا میں درج ہیں۔ ان کی اصل تحریرات موجود ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو اصل تحریرات کے کسٹڈین کریجے جادیں گے۔ تاہم اگر کوئی صاحب کسی دباؤ کے ماتحت یا جماعت احمدیہ ربوہ کے سربراہ یا بالخصوص مرزا بشیر احمد صاحب، ایم اے "قرآن و نبی" کے کیریکٹر کے متعلق بھی شہادتیں موجود ہیں جو کسی وقت منظر عام پر لائی جاسکتی ہیں، اپنے حکیمانہ اور غلبہ لاطعل انداز میں ان بیانات کی تردید کیلئے جوش کریں تو اس موقع پر بھی انہیں قہار و جبار کی عدالت میں آنا ہوگا۔ اور کوئی بعد از حلف اٹھانا ہوگا جو صاحب نزدیک کریں۔ ان کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ بالمثال کم از کم دو مند انھیں کے سامنے مسجد میں کھڑے ہو کر برگزیدہ شہادت مندرجہ ذیل کو کہہ کر بعد از حلف اٹھائیں

میں اس خدا سے ذرا بڑا ہوں جی و قیوم اور قہار و جبار کی قسم کھا کر بتا ہوں جس کے ہاتھ میں تیرن جان ہے۔ اور جس کی بھولی قسم کھانا لعنتوں کا کام ہے۔ اور میں اپنے بھائی، بیٹوں، بیوی، بہنوں، ان، باپ، بھتیجے و خیمت بھی جو رشتہ دار زندہ یا مرنے والے ہوں۔ ان کا نام کاٹ دیا جائے۔ سر پر ہاتھ رکھ کر کہہ کر کوئی بعد از حلف اٹھانا ہوں کہ جناب مرزا محمود احمد و صاحب امام جماعت احمدیہ ربوہ نے کبھی نہ پایا

M
O
R
E



لواطت نہیں کی۔ اور میری طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ میں نے ان کے دامن کو ایسی بدکاری سے داغ دار قرار دیا ہے۔ بالکل غلط ہے۔ میں نے کبھی نہ انہیں بدکار اور زانیہ کہا اور نہ کہا۔ اور نہ ہی کوئی ایسی بات ان کی طرف منسوب کی۔ اور نہ ہی میں نے کوئی تحریر لکھ کر دی۔

میں میرے خدا میں تجھے حاضر و ناظر جان کر یہ کہتا ہوں۔ کہ میرا یہ بیان بالکل سچ اور واقعات کے مطابق ہے اور میں نے کسی ترغیب یا ترہیب یا کسی بھی قسم کے دباؤ کے ماتحت یہ بیان نہیں دیا۔ میں جانتا ہوں۔ کہ تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں۔ تیری قوت سے بڑھ کر کوئی قوت نہیں۔ تو ہی جسے چاہے عزت دیتا اور جسے چاہے ذلیل کرتا ہے۔

اے میرے خدا اگر اوپر کے سارے بیان میں بھولنا ہوں اور غریب دغا، مکاری، چال بازی، لفظوں کے ہیر پھیر، فقرہ بازی اور خیانت سے کام لے رہا ہوں۔ تو تیرا قہر تلوار کی مانند مجھ پر پڑے۔ تیرا غضب مجھے بھیم کر دے۔ ذلت تباہی۔ غربت، بیماری، عزیزوں، رشتہ داروں۔ بیوی بچوں کی موت اور مصائب و آلام کی مار۔ مجھ پر مار اور اپنے ہیبت ناک ہاتھ کے ساتھ مجھے تباہ و برباد کر کے رکھ دے۔ میرے درو دیوار پر آگ برسے۔ میرے دشمنوں کو خوش

کر دے۔ میں ذلیل اور رسوا ہو جاؤں۔ اور میری اہل میرے
باپ کی نسل منقطع ہو جائے۔ اور ابد الابد کے لئے مجھے پھینچیں
برستی رہیں۔ اور تیرے عفو کی یاد مجھے کبھی نہ ڈالیں

لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

فیصلہ عدالت عالیہ لاہور

بہ نگرانی شیخ عبدالرحمن مصری قادیان

ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جو حکم شیخ عبدالرحمن مصری کی اپیل کے خلاف دیا ہے
اس پر نظر ثانی کیلئے درخواست ہے۔ شیخ عبدالرحمن مصری سے جسٹس فٹ کلاس
کے حکم کے ماتحت ۱۱ واریج شدہ کو ضمانت حفظ اس طلب کی گئی تھی اور اس حکم
کے

خلاف ڈپٹی کمشنر نے ۲۲ مئی ۱۹۷۱ء کو اپیل کو مسترد کر دیا تھا۔ اہل ابد عدالت
ہذا میں نظر ثانی کی درخواست دے رہا ہے۔ چنانچہ اس عدالت کے ایک قاضی نے
نے حکومت کو معافی کا نوٹس دیا۔

موجودہ کارروائی کی قریب کا اصل باعث وہ اختلاف ہے جو جماعت احمدیہ
گھوٹان کے اہل عدالتی ہوئے۔ اور مختلف گمنام اس الجھن کا صمد ہے جو علیحدہ سے
شدید اختلاف کے باعث علیحدہ ہو چکی ہے۔ وہ جماعت گمنام کے خلاف
اصل الزام یہ ہے کہ اس نے دو پورسٹس لے کئے۔ اولاً پی۔ اے اگر پٹ جو
مورخ ۱۲ جون ۱۹۷۱ء کو شائع ہوا اور ثانیاً اگر پٹ پی۔ جی جو ۱۲ جولائی ۱۹۷۱ء
کو شائع کیا گیا۔ ان دو پورسٹس کے ذریعے درخواست گمنام نے اپنا مالی انصاف
جیان کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ پورسٹس کائے خود قابل اعتراض ہیں۔

مدعی نے اگر شہابی ہی میں سے ایک پیر کی بنا پر اپنا دعویٰ قائم کیا ہے جو اس طرح شریعہ ہوتا ہے۔

”میرے حوزہ میرے بزرگ آپ نے اپنے ایک بے قصور بھائی۔ ان اس بھائی کو جو محض کپ ٹھکن کی ایک خطرناک ظلم کے تحت سے چھڑانے کے لئے اپنی عزت اپنے دل اپنے فریاد معاش اٹھانے انا م کو قرآن کریم ہے۔۔۔“
مدعی کا اصرار ایک اندر پر بھی ہے۔ جس کا خلاصہ یوں دیا جاسکتا ہے
موجودہ غلطی میں ایسے سخت عیوب ہیں کہ اسے معزول کرنا ضروری ہے
لہذا میں نے اپنے آپ کو جماعت سے اس لئے غلطیہ کیا ہے تاکہ میں ایک نئے غلطیہ کے انتخاب کے لئے جہد جہد کر سکوں۔“

میری رائے میں مذکورہ بالا قسم کے بیانات بھلے خود ایسے نہیں ہیں کہ ان کی بنا پر کسی شخص کی حفاظت اس کی ضمانت طلب کی جائے۔ مگر عدالت میں درخواست کنندہ نے ایک تحریری بیان دیا ہے۔ جس کے دلائل میں اس نے کہا ہے۔

”موجودہ غلطی سخت بد چلن ہے۔ یہ تقدس کے پردہ میں عورتوں کا شکار کہلاتا ہے اس کام کے لئے اس نے بعض موعظ اور بعض موعظوں کو بطور اجنٹ رکھا ہوا ہے۔ ان کے ذریعہ معصوم لڑکیوں اور لڑکوں کو تباہ کرتا ہے۔ اس نے ایک سوسائٹی بنائی ہوئی ہے۔ جن میں مواد عورتیں شامل ہیں اور اس سوسائٹی میں فساد ہوتا ہے۔“

درخواست کنندہ نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ

وہ قوم کو اس قسم کے گنہگار شخص سے آزاد کرانے۔

اب اگر یہ ستر کو جس کا خلاصہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ درخواست کنندہ کے اس بیان کی حقیقت میں جو اس نے عدالت میں دیا ہے پڑھا جائے۔ جیسا کہ بہت سے پڑھنے والے ایسا کریں گے تو ان کا شک کہ اللہ ہی پر جانے گا۔
لہذا میری رائے میں یہ امر قابل اعتراض ہو جاتا اور حفظ اس کی ضمانت طلبی کا متقاضی ہے۔

ایک اور امر بھی ہے۔ مودقہ ۲۳ بھولانی کو غلطیہ نے ایک خطبہ دیا۔ جو بعد میں یکم اگست کے اخبار الفضل میں ہو کر جماعت کا سرکاری پرچہ ہے۔ چپا۔

اس خطبہ میں غلطیہ نے جماعت سے غلطیہ ہونے والوں شخصوں پر حملے کئے ہیں اور اپنے الفاظ ان کی نسبت استعمال کئے ہیں جن کی نہایت میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ وہ منحوس *unfortunate* اور افسوسناک تھے
اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلطیہ میں نے جو اس انجن کا سیکرٹری تھا جس کے صدر شیخ عبدالعزیز مصری ہیں۔ ان کا انتخاب کھٹا۔ جس میں اس نے یہ کہا۔

”اسی لئے قوم بار بار جماعت سے آفٹ کش کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ تنگیوں کے ذریعہ تمام اصول اور فہموں اور محض مدد غنی حقائق پیش ہو کر اس قضیہ کا جلد فیصلہ ہو جائے۔ کہ کس کا مخالفان فتنہ کا مرکز یا مخالف دیگر وہ ہے جو غلطیہ نے بیان کیا۔“

اب اس بیان میں غلطیہ کے خطبہ کے بیان کی طرف اشارہ ہے جس میں

اس نے اپنے دشمنوں اور غزیرین کے خاندانوں کے حقائق یہ کہا تھا کہ بن میں سے حیا اللہ پاکیزگی جاتی ہے گی اور وہ فحش کا اڈا بن جائیں گے۔ میری رائے میں غزیرین کے اس پوسٹر کا مطلب صاف اور واضح ہے اور ایسی ہی قادیان میں اس کا مطلب سمجھا گیا کہیں کہ صرف دونوں بعد رسات انگشت کو ایک مقصوب مذہبی مجنوں نے غزیرین کو چھک زخم لگایا۔

میاں محمد امین خان نے بعد رسات کفندہ کا ذکر کیا ہے اس امر پر زور دیا ہے کہ شیخ عبدالرحمن مصری اس آخری پوسٹر کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ انجن ایک مختصر سی کیفیت رکھتی تھی جس کا صدر عبدالرحمن اور سیکرٹری غزیرین تھے۔ اس پوسٹر کا کھانا تھا جہاں سب دستیاب نہیں ہو سکتا۔ البتہ اس کی نقل ایک کانٹیلین نے کی تھی جس کا یہ بیان ہے کہ اس کے مجھے غزیرین سیکرٹری مجلس احمدیہ کے دستخط تھے۔ محمد اس امر کے بر غلط غزیرین کے لڑکے نے اصل مسودہ پیش کیا ہے۔ جو اس کے باپ نے اس کی نوکری میں کھا تھا۔ اور جس کے نیچے صرف اس قلم مستحضر غزیرین لکھا ہے۔ میں کانٹیلین کے بیان کو قابل قبول سمجھتا ہوں۔ کیونکہ آگے جو بحث کہنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ جو وجہ صفائی کے گواہ میں پائی جاتی ہے۔ یعنی یہ کہ اس کا مقصد اپنے لہجہ کو چھڑانا ہے۔

یہ امر کہ غزیرین نے اصل مسودہ پر سیکرٹری کے الفاظ نہ لکھے تھے۔ ظاہر نہیں کرتا۔ کہ صاف کردہ اور شائع کفندہ کا ہی یہ الفاظ نہیں لکھے گئے تھے۔ میری رائے میں شیخ عبدالرحمن پر بھی اس پوسٹر کی ذمہ داری

ماخذ ہوتی ہے۔ خصوصاً اس بیان کے سامنے جو انہوں نے عدالت میں دیا ہے۔

ان حالات میں مقامی حکام نے شیخ عبدالرحمان کے بر غلط جو کچھ کا عدالتی حفظہ اس کی ضمانت کی کہ وہ مناسب تھی۔

ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کہ ہماری ضمانت نہیں ہے اور یہ ضمانت دی جا چکی ہے۔ اور نصف سے لے کر مرمر گزری چکا ہے۔ لہذا عدالت مسترد کی جاتی ہے۔

ایف ڈیو سکیمپ رستخط

عدالت عالیہ انٹیکورٹ لاہور (مقدمہ نمبر ۱۰۰۰)

فَتَمَيِّزُوا الْمَوْتَ اِنَّ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
 قادیان کریمہ بلوچان کا نشان کریمہ

مباحلہ

مجلس اعیان مباحلہ
 مجلس عبدالکلیم علی

مجلس اعیان مباحلہ
 مجلس عبدالکلیم علی

مجلس اعیان مباحلہ
 مجلس عبدالکلیم علی

جلد قادیان ماہ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ مطابق جون ۱۹۱۰ء نمبر ۱

خلیفہ قادیان کا کچا چٹھا

جیاسوڑا فسال کا انتخاب

ایک قادیانی خاتون سنسنی مبین

مجھے بنگلہ سگر اگر زبردستی میری عزت برباد کر دی

صفحہ ۸-۹ پر ملاحظہ فرمائیے

فہرست مضامین
 دعوت اسلام کا بنیادی حق ۷
 قادیان کے بارے میں کچھ حقائق ۸
 قادیان کا نام کی حقیقت ۹
 مسلمانوں کو قادیان سے دور رکھنا ۱۰
 آپ بیتی میں انصاف ۱۱
 قادیان کے حالات کی مدقت کا شروع ۱۲
 قمر خانی میں نزول ۱۳
 خدایہ قادیان میں شکیں ۱۴
 انیسویں صدی ۱۵
 قادیان کے چلتے پڑھنے والے ۱۶
 خلیفہ قادیان کی کھیاں افشاں ۱۷
 نفوت پر سلام ۱۸
 خلیفہ قادیان کی دوری ۱۹
 قادیان کا معنی کے خوفناک مراد سے ۲۰

خلیفہ قادیان کا کیا چھٹا

جیسا سوزا فعال کا ارتکاب
ایک قادیانی خاتون کا سنسنی خیز بیان

(فصل مطابقت اصل)

[illegible][illegible][illegible][illegible]

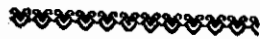
جہاد لیسٹ

قادیانی خاتون کا بیان پڑھنے سے قبل اس صفحہ کا مطالعہ ضروری ہے

[illegible][illegible]

۱۲) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۳) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۴) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۵) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۶) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۷) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۸) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۱۹) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔
 ۲۰) حضرت امام علیؑ کا یہ قول ہے کہ "مَنْ لَمْ يَكُنْ لِقَائِي فَتَرَكْتُهُ" (جو شخص میری ملاقات نہ کرے گا، میں اسے چھوڑ دوں گا)۔

پاپائے ربوہ کے خلاف ایک مرید کا استغاثہ



مرزائیوں کی

روحانی شکار گاہ

تحریر

عبد الرزاق مہتمم

ابنہ بہائم عبدالمؤمنین صفا قادیا فاضل

دعوت

شاہنشاہی خادبان رسول لاہور

M
O
R
E

(۲) ایک خاندان کی بیماری دوسرے خاندان میں (یعنی اولاد وغیرہ) میں آجاتی سنی ہوگی دودھ کو ایک دفعہ جاگ نکا دی جائے تو پھر وہی جاگ کام آتی رہتی ہے۔ بعینہ اسی طرح اب یہ جاگ آخر (یعنی عیاشیوں کی رنگ رلیاں) اپنی مغلیہ خاندان کی نسل ہوتے اس خاندان میں بھی لگتی ضروری تھی سو لگتی اور خوب لگتی اور غالباً انکی طرز عیاشیوں کو بھی مات کر دیا ہوگا۔

جناب سیکرٹری صاحب ہوشیار باش جاگتے رہیں نظر ہارہ جلوہ قریب آ رہا ہے دل مضبوط کر لیجئے ہوش و حواس قائم رکھئے گا۔ قادیان کے عوام ہماری اس خاندان سے وابستگی چولی دامن کا ساتھ سمجھتے تھے۔

ایک دن ہوتا کیا ہے خود فرمائیے گا حضرت خلیفہ ثانی حکم فرماتے ہیں عشار کے بعد ام طاہر کے معن والی بیٹیوں کی طرف سے آنا چنانچہ حاضر ہو کر دستک دی حضور خود دروازہ کھول کر اپنے ساتھ معن میں لے گئے کیا

دیکھتا ہوں کہ دو بڑی چادر پائیاں ہیں جن پر بستر لگے ہیں جنکی پوزیشن یوں تھی

سرمانہ شمال قبیلہ رخ والی چادر پائی کے پاس لے جا کر اس پر بیٹھنے کا حکم دیا تو دوسری پر حضور لیٹ گئے مقام خلیفہ

کے تقدس کے خیال سے کبھی برابر میں بیٹھنے کا وہم و خیال بھی نہ ہوتا تھا اسی شش و پنج میں حیران پریشان کھڑا ہوا تھا الہی کیا شام کی

ہے کیا مصیبت آئے والی ہے کہ اتنے میں حضور تشریف لائے پکار کر بھلتے ہوئے فرمایا کہ نہ کرو شراب و نہیں جس کے چند ہی سیکند بعد چار پانی بڑبھی یاد کے نیچے سے کچھ حرکت معلوم ہوئی۔ سکڑا۔ سنبھلا کہ ایک چنگی پیٹھ پر کھٹی ہے۔ گھبرایا ہوش و حواس گم ہی تھے کہ اب چادر کے نیچے سے کوئی ذرا زیادہ ہلنا معلوم ہوا دراصل کوٹ لی گئی تھی کوٹ لیتے پھر دوچار چچکیاں کھٹی ہیں میں پھر بھی صدمہ بگم بنا بیٹھا تھا کہ پھر حضور آئے شراب و نہیں لیٹ جاؤ فراتے چادر کے اندر نہ کر کے اس صاحبہ سے کچھ کہا جس نے نفعت اٹھتے ہوئے اپنے بازو میری مکر کے گرد حائل کرتے کھینچ کر اپنے اوپر لٹایا اس کھینچنے کے نتیجہ میں سر ہاتھ اچانک جو اس جسم نفیس سے لگے تو جراتی ہوئی کہ مختصر الفت تنگی پڑی ہیں اُدھر میں بے حس و حرکت پتھر بنا پڑا تھا مجھے علم نہ ہو سکا کس وقت میرے بھی کپڑے اتار پھینکے اور کہے پوری طرح اپنے اوپر لٹانے لگیں بدستی کی شرارتیں کرنے "آخر جبیت ان کی ہوئی ہار میری" گویا ان ٹرینڈ کو ٹرینڈ کر کے مستقل ممبر سرورہانی یہ نام میرا دیا ہوا ہے اکا اعزاز بخشا گیا امان یہ صاحبہ آخر کون تھیں آپ جستجو حضور کو رہے ہونگے لیکن فی الحال بغیر نام بتانے اتنا عرض کئے دیتا ہوں کہ وہ صاحبہ حضور خلیفہ ثانی کی بیٹی صاحبہ تھیں بس پھر کیا تھا یا بچوں گئی میں سرگراہی

میں والا معاملہ آئے دن ملاوے دن ہو یا رات دفتر یا چوکیدار کی گھر پہلے بھی روک ٹوک نہ تھی مگر اب تو بالکل ہی ختم سیدھے اوپر بیٹھیں سے بڑھتے اب جگہات کے پیش ہونے یا کئے جانے لگے پہلے پہل تو گھر دل میں پھر قصر خلافت کے ایک کمرہ ملحوظ ہاتھ روم میں جو دراصل مستقل داد عیش کی رنگ رلیوں کے لئے مخصوص فرمایا ہوا تھا۔ جہاں بیک وقت ایک ہی بیٹی اور یا بیگم صاحبہ سے خود بھی اکثر شریک رنگ رلیاں ہو جاتے گویا تینوں ایک ہی چار پانی پر پڑے محو مستیاں ہوتے (مختصر سیکرٹری صاحبہ اور عامہ اسلام میں پردہ کا حکم سمجھ نہ پایا جاتا ہے لیکن یہاں دیکھتے ہیں آپ کا امور عامہ خلیفہ کے اس پردہ زادہ پر کیا نوٹس لیتا ہے کوئی جماعت سے خارج کرتا ہے) خبر یہ آپ کی درد سوری ہے۔

ناراض تو نہیں ہو گئے ابھی تو ابتدائے عشق ہے آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے بقول کہاوت "پانہ ٹریا متھا سٹریا" ابھی تو سنسنی خیز جلوں کی روشنائی ہوتی باقی ہے ہندو دل تابوں میں رکھنے جناب ہوشیار رہیں غور فرمائیں ایک عرصہ جبکہ ایک بیٹی سے دونوں ہی رنگ رلیاں منسلک محو مستیاں تھے کہ موزوں نے اگر نماز کی اطلاع دی مجھے یوں فرمایا تم مزے کرتے چلو میں نماز پڑھا کر ابھی آیا۔ چنانچہ اسی حالت

میں جبکہ میں شرابور تھے وفتو تو درکنار اعضا بھی نہ دھوئے نماز
طہری نہیں نوافل پھر بیٹے کے سینہ پر پڑے غرق عیش و عشرت ہو گئے
کیا خوب کہا ہے؎

”تیرا دل تجھے صنم آشنا تجھے کیا نے گا نمازیں“

جس کسی نے بھی یہ کہا خوب با موقع اور غالباً انہی کی ذات مبارک کا
نقشہ اللہ نے کچھ ایسا ہے مختصر کرنے کے لئے اللہ کو حاضر ناظر کرتے
جن سے یہ رنگ رلیاں منافی منوائی گئیں فی الحال تعداد لکھ دیتا ہوں
بوقت کارروائی اساتے گرامی سے مطلع کروں گا۔ بیگمات تین صاحبزادیاں
بھی تین ان دو صاحبزادیوں سے دو دفعہ ایک تو قریباً مستقل۔

یہاں نیچے ہاتھوں ایک بیگم صاحبہ (بڑی) ام ناصر کی حسرت جو قبر میں
ساتھ لے گئے ہوں فرمایا دیکھو ام ناصر ہیں کہ یہ شریک محفل نہیں ہوں
تجھی تو موٹی بھینس ہوتی جاتی ہیں اس کے مقابل خود فرمایا جیسے ام مظفر
کو دیکھو کسی خوبصورت نازک سی چلتی پھرتی ہیں کیونکہ یہ کروائی رہتی
ہیں گویا عبادتوں کو بھی نہ بخشا گیا یہ خیال ذہن نشین ہونا ضروری ہے
جن سے یا صاحب مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوا۔ وہ پاک و صاف ہیں
اور الفاظ ”رنگ یا مطلب“ جس کی نسبت بیان کئے یا کہے گئے وہی
تو میرے نزدیک رہا ہوا کسی کا بلاوجہ مبالغہ قطعاً قطعاً اشارہ بھی نہ

کروں گا انشاء اللہ

انسان گنہگار ہے اور ضرور ہے لیکن حد سے تجاوز نہ ارکان اسلام
سے استہزاء شاید کوئی نام کا مسلمان بھی نہ کرے گا چہ جائیکہ جو خود کو
مقام خلیفہ پر کھڑا کرے استغفر اللہ ربی جناب عالی یہ تو رہی نماز اور اس
کا احترام اب خدا اچھی طرح سے سنبھال کر اپنی غیرت کے جوش کو دبا کر قرآن
پاک کی عظمت پر اس اور الوہام خلیفہ کے اس چاند سے مکھڑے کی زبان
مبارک سے ادا کئے ہوئے ہوئے خواہ ایک دفعہ دوسرے کی نسبت
کہ وہ یوں کہتا ہے اول تو اگر کسی نے ان کے سامنے کہے بھی تو غیرت کا
تعاوض اس کو ڈانٹتے تھاجے جائیکہ ان الفاظ کو اپنی زبان مبارک سے
نہ صرف ایک دفعہ بلکہ دعائی کی حدیثوں کہ پھر دوسری دفعہ وہی دہرائے
جاتے ہیں۔ جناب عالی یقین جانیں ان کے کھنکھ کی جھج میں نہ ہمت نہ
ہی سکت ہے سمجھانے کی کوشش کروں گا یوں کہا نعوذ باللہ نعوذ
باللہ قرآن پاک کا نام لیتے ہیں میں اس کو اپنے
پر مارتا ہوں استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ شرم کے مارے
میری آنکھیں زمین میں گر گئیں کاٹھ تو جسم میں خون کا قطرہ نہیں کیا
یہی مقام خلیفہ ہے اور یہی وہ بلند بانگ پر جان ہے کہ ہم ہی ہیں
جو خدمت قرآن فلاں فلاں زبانوں میں کر رہے ہیں اور ادھر

اسی قرآن پاک کی فضیلت و عظمت کا عمل بجاوردہ صورت مومنان کو قوت کا فراں سے دیا جاتا ہے توبہ توبہ۔

یہ بھی بتائے جاؤں کہ یہ کس موڈ میں کہے گئے ایک بیگم صاحبہ کو حضور کے ہر طرے کے قرب صلاح مشورے وغیرہ وغیرہ کی بنا پر جیتی کہا جاتا اور مانا جاتا تھا اور اہل قادیان کی مستورات خصوصاً جانتی تھیں بعد منانے رنگ رلیاں حضور کی خوشنودی کے لئے کھڑے ہو گئیں گو تھے کہ ان بیگم صاحبہ نے مجھے اپنے سینہ سے لگاتے کہا ”آپ مجھے اپنی جیتی کہتے ہیں یہ میرا چہیتا ہے“ باواقعہ خوب مذاق ہوا جس میں نعوذ باللہ وہ الفاظ دو مرتبہ کہے گئے یہ الفاظ پنجابی میں نام لیتے کہے گئے جو ان کی غلط کی جیتی جاگتی حقیقت و اصلیت اسلام اور رسول مقبول صلعم ہے وابستگی کی نمایاں جھلک دیتی ہے اب ان کی اصلیت ضمیر کی نصیحت و وصیت بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ فرما ہی لے جاؤں فرمایا

”میں نے تمام بچوں کو کہہ دیا ہوا ہے کہ جس کے اولاد نہ ہو ایک دوسرے سے کر لی جائے۔ سبحان اللہ کیا یہ نصیحت و وصیت خلیفہ کو زیب دیتی ہے۔ گویا اس صحائف ثابیت ہو گیا کہ یہ رنگ رلیاں صرف حضور کی ذات مبارک تک ہی محدود نہیں بلکہ کل اولاد کیا لڑکے اور کیا لڑکیاں جن کو

پہلے ہی استعمال کرنا کرنا شروع کر دیا ہوا ہے تو بھلا اس صورت میں لڑکے کہاں حقیقی و پرہیزگار ہو سکتے ہیں تبھی تو یہ ردنا حق بجانب ہے کہ ماؤں بہنوں بیٹیوں بھیاؤں کی عزت و ناموس ہر وقت خطرے میں ہے۔ اب ان مغفلات میں سے ایک اور فرمان ملاحظہ فرما لیا جائے۔

فرمایا لوگ باہر سے تبرک کے لئے اپنی بیویاں۔ بیٹیاں بہنیں بھیجتے رہتے ہیں لیکن پھر بھی جنون عشق بازی سے تسلی نہیں ہوتی مجبوراً پنجابی کہادت کہ جننے لائی کوئی کرے کی کوئی کے مطابق بے شرمیوں کے ساتھ بے شرم ہونا ہی پڑے گا۔ مجبوراً حقیقت حال بیان کرنا پڑے گی وہ یہ کہ نونڈے بازی کروانے کا بھی شوق باقی تھا۔ چنانچہ یہ چکر میرے ساتھ بھی ہو چکا ہے لیکن چونکہ مجھے اس قبیح عادت سے نفرت تھی مجبوراً خود ہی کروٹ لیتے اعضاء پکڑ کے اپنے میں ڈالنے کی ناکام عیاشی تو اس پر ایک دفعہ یوں فرمایا کہ خلیفہ صلاح الدین کا رجسٹر میں سالانہ قلم دو ہی پنجابی فقط اعضاء کتنا موٹا اور لمبا ہے اب اس سے غور کریں کہ ان کی عادات و رنگ رلیاں اور عشق مزاجی میرے اس لفظ ممبر محض سیر روحانی سے بالکل صحیح اور صحیح ثابت ہو گیا ابھی اور بھی ممبر اور ممبرات محض ہیں جن کی تعداد جو میرے علم میں ہے پندرہ بیس

اور ان سے آگے جاگ لازمی تھے گی جاگ کا کام ہی یہی ہے۔ اب واقعات کرسچینستانوں کے ایک کا ذکر لاہور کے اخبارات میں ہوا خبریوں میں کہ مرزا قادیانی ہوٹل سے ایک لڑکی لے اڑے یہ بریغینٹر ہوٹل لاہور کا واقعہ ہے ایک دوسرے کو بھیجنے پر ناکامی کے بعد مجھے حکم ملا بعد کامیابی شاہنشاہ علی الغرض اسے لے کر سینما جو محلہ کے بت کے پاس ریڈ کراس آفس کے بالمقابل ہے (پلازا سینما ناقل) مع حملہ گئے (نظر دل کے قریب یکدم بھاگ بھاگ کارروں میں بیٹھ یہ جا وہ جا بعد میں علم ہوا کہ کیبن میں یہ کرسچین لڑکی فعل میں لے ہوئے پیار وغیرہ کرتے تھے باہر کسی کی نظر کا نظارہ ہو گیا تو یا نام کو استانی اندر خانہ عیاشی۔ اب یہاں اصل معاملہ یوں بیٹھتا ہے کہ قادیان پہنچ کر سینما یعنی میں کل دنیا جہان کی خرابیاں گنوائیں خطبہ جمعہ کے شیخ سے اخبارات رسائل تقاضیہ کے ذریعہ سینما یعنی سے سختی سے منع فرمایا جاتا ہے مگر اس سے پہلے جب بھی لاہور گئے سینما ضرور دیکھا جاتا آیا خیال شریف میں۔

جناب سیکرٹری صاحب امور عام معلوم ہوتا ہے سینما یعنی سختی سے منع ہونے پر آپ کا حلق خشک ہو گیا ہے فکر نہ کریں میرے پاس تری کا بھی سامان موجود ہے۔ سو محترم من وہ یوں قادیان سے کار لاہور جاتی دلوں سے محترم شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ

بعد رنج کے ذریعہ شراب کا کی پھیل سیٹ کے نیچے چھپا کر لائی جاتی تاکہ عیاشی میں کوئی کمی نہ رہ سکے (حلق ٹھیک ہو گیا ہوگا) مگر صاحب میں میں معافی چاہوں گا اوپر لکھا تو توجہ مظالم "تھا لیکن مظالم کی بجائے عیاشیوں کی داستانوں میں پڑ گئے مگر جناب مجبور ہوا تھا سو چلے میسے ساتھ قصر خلافت کے اس مخصوص کمرہ رنگینوں میں جسے اس اولوالعزم خلیفہ نے مغلوں کی عیاشیوں کا گہوارہ بنا رکھا تھا ملاحظہ ہو بحیثیت قرن نوٹو گرافی ایسے ایسے رنگین نظاروں سے بھلا نظر کیونکر چوک سکتی تھی ہذا ہر ہی پہلو سے اچھی طرح محفوظ ہوئے بس اور بس یہی ۲۷ سالہ وجہ مظالم ہے جن کی تلاش کے لئے چوریاں خانہ تلاشیاں تالے ڈیکھنری میں توڑے تڑوائے گئے۔ سر توڑ کوئیں فرماتے اٹری چوٹی کا زور لگاتے نالام و نامراد ہوتے ذلت کے انتہا گر طے میں ڈیکیاں ہی کھاتے رہے۔ اب جبکہ خاموش بیٹھے بھی صبر آ یا مجبور کر دیا "تم صبر کرو وقت آئے دو" سو وقت آ گیا ہے ڈیکوں کی بجائے ڈوبے کا بھلا ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے ایسی رنگینوں کی تصاویر بھلا کوئی گھروں میں رکھتا ہے خصوصاً جبکہ تلاش میں ہر قسم ذلت کے حربے استعمال کئے کروائے جاتے ہوں اب وقت آیا ہے ان کے منظر عام پر لانے کا جو پیش

کئے جائیں گے تا ان کی عیاشیوں کو حقیقی رنگ میں نکال دینے کے لئے بوقت کارروائی مدد و معاون ہوں۔ جناب والا شاید جو وجہ مظالم درج کی ہے اس سے غلط مفہوم اخذ کریں کہ اس خاکسار کا سارا وقت انہی مشاغل میں مبتلا رکھا جاتا تھا زیادہ نہیں صرف تین واقعات گوش گزار کر دوں جیسا کہ اوپر لکھ چکا ہوں کہ ہمارا اس خاندان سے عقیدہ گہرا تعلق رہا ہے جس کی وجہ سے حضور کے ذاتی باڈی گارڈ کے طور پر ہر وقت ہی حاضر خدمت رہتے جس کی وجہ سے نہ صرف قادیان بلکہ حضور کی ہر کابی میں قادیان سے باہر جانے کا شرف نصیب رہا چنانچہ اور مواقع کے علاوہ تین اہم واقعہ پیش کرتا ہوں۔

۱۔ دہلی کے ایک جلسہ میں تلامذہ کے لئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو حکم ہوا تلامذہ میں زیر زیر کی غلطی بسا اوقات سہوا ہو ہی جاتی ہے مگر دماغ تو مقصد دراصل جلسہ کو درجہ برہم کرنے کا تھا ایک ملٹے نے کھڑے ہو کے شور مچانا شروع کیا ہی تھا کہ اس کے دوسرے ساتھی بھی اس کے ساتھ مل کر گنگے بکواس کرنے نتیجہ میں ہلا گلا ہوا ایسا میدان صاف کہ ان کو ہمیش یاد رہے گا۔

۲۔ دوسرے سیالکوٹ میں حضور کی تقریر جمہوری ہو گئی جہاں

پتھروں کی بارش چاروں طرف سے ہوئی میری ڈیوٹی بالکل حضور کے پیچھے تھی سانسے کی طرف چوبدری محمد عظیم باجوہ اس وقت غالباً نائب یا تحصیل دار تھے جنہوں نے منہ پر پتھر کھلے خون بہتا رہا مگر حکم ناموش کھڑے رہنے کا تھا کھڑے رہے حکم میں تو ملنے کے وقت ملا البتہ حکومت کو خبردار کیا گیا کہ پانچ منٹ میں اگر انتظام کر سکتے ہو تو کر لو ورنہ میں (یعنی حضور) انتظام کر دکھاؤں گا۔

(۳) تیسرا ہشیار پور اس مکان میں جہاں حضرت مسیح پاک نے چلا سکا تھا حضور بھی بغرض دعا و ہاں تشریف لے گئے مکہ کے وردازہ سے باہر گوکہ منتظمین نے انتظام پرہ کیا تھا مگر حضور نے حضرت والد صاحب قبلہ کو وردازہ کے باہر کھڑے ہونے کا حکم فرمایا مجھے مددگار۔ و معاون (حضرت والد صاحب) تا اگر کوئی کام یا بات وغیرہ ہو تو خود دیاں سے نہ نہیں بلکہ مجھے بھیجیں بہر حال مطلب اس نکھنے کا یہ ہے کہ کام کرنا ہمیں ہی آتا ہے۔ ایام جلسہ حضور کی روانگی برائے جلسہ واپسی مسیح کے پیچھے باڈی گارڈ وغیرہ انہی خدمات بے لوث نے ان کے دلوں میں حسد ملین دکھو در کو جنم دیا دھر خاندان کی نظروں میں گراتے جمہوری غلط من گھڑت رپورٹیں دیتے منہ کی کھاتے ہم پھر بھی حاضر خدمت ہی رہے اور ہر قسم کے مظالم سے برداشت کئے

کلام محمود

منقول کلام

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
اصلاح المؤمنین

۴۱

دوڑے جاتے ہیں بائید بتا سکتے باب
 غافلویوں پر رہے ہو عاشق چنگ و باب
 نست ہو کیوں اس قدر غافل کے اقبال پر
 کیا ہوا کیوں عقل پر ان سب کے پتھر بڑ گئے
 اپنے پیچھے چھوڑے جاتے ہیں یہ اک حسن ہیں
 امر بالفرد کا بیڑا اٹھاتے ہیں جو لوگ
 پر جو سول کی دھماکے واسطے کرتے ہیں کام
 وہ شجر ہیں سنگباروں کو بھی جو دیتے ہیں پھل
 لوگ ان کے لاکھ دشمن ہوں ہر سب کے دوست ہیں
 یا الہی آپ ہی اب میری نصرت کیجئے
 کیا بتاؤں کس قدر کمزوریوں میں ہوں پینا
 میں ہوں غافل ہاتھ مجھ کو یوں ہی جانے دیجئے
 تھکی بڑی محنتی جتنا کیا دنیا سے پیار

شاید آجائے غفر مونسے دل آ رہے نقاب
 آسمان پر کھل رہے ہیں آج سب عرفاں کباب
 اس شہرِ خواب کی تم کیوں چھوڑ بیٹھے ہو کتاب
 چھوڑ کیوں عاشق دنیا بھرتے ہیں شمع و شتاب
 مبالغے جاتے ہیں یہ امن کیوں بھلائے بھٹا
 ان کو دینا چاہتے ہیں ہر طرح کا یہ مذاہب
 ادوی ہوتی ہے انکی عروشان و آب و تاب
 ساری دنیا سے بڑا لائن کا برتا ہے وہاب
 فلک کے بدے میں ہیں وہ پھینکتے شک و گلاب
 کام ہیں لاکھوں مگر ہے زندگی شل و جناب
 سب جہاں بیزار ہو جائے جو بوں جن جناب
 شاہ ہو کر آپ کیا ایسے گے فقیروں سے حساب
 پانی بکھے تھے جسے وہ تعاقبت میں ملے

ردار تشہید الاذان - ماہ فروری ۱۹۱۳ء

اہم اور یادگار تحریریں

شہر سدوم

شفیق مرزا

معروف سکالر و دانشور جناب شفیق مرزا پہلے قادیانی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ سن شعور کو پہنچنے پر قادیانیوں کے اللہ تلے، قادیانی رہنماؤں کی جنسی انارکی و اخلاق باختگی کو دیکھا تو قادیانیت سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس وقت وہ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے لوگوں کی آنکھ کا تارا ہیں۔ قدرت حق نے بڑی خوبیوں سے نوازا ہے۔ عربی، انگریزی، اردو، پنجابی سمیت کئی زبانوں پر دسترس حاصل ہے۔ ان کے قلب میں درد، سوچ میں گہرائی اور قلم میں روانی ہے۔ ان کا قلم دشمن کے سینے میں تیر کی طرح پیوست ہوتا ہے۔ گھر کے بھیدی ہونے کے ناتے قادیانیت کی عیاشیوں و بد معاشیوں کی تفصیلات پر مشتمل ایک شہرہ آفاق کتاب ”شہر سدوم“ ترتیب دی ہے، جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ مختلف اوقات میں قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ آج کل روزنامہ ”جنگ“ سے وابستہ ہیں۔

”کسی شخص یا گروہ کی جنسی انارکی کے واقعات کا تذکرہ یا ان کی اشاعت عام طور پر ناپسندیدہ خیال کی جاتی ہے۔ ہمیں بھی اصولاً اس سے اتفاق ہے لیکن اس امر کی وضاحت ضروری

سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مذہب کا لبادہ اوڑھ کر خلق خدا کو گمراہ کرے اور ”تقدس“ کی آڑ میں مجبور مریدوں کی عصمتوں کے خون گیسے ہوئی کھیلے، سینکڑوں گھروں کو ویران کر دے، انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقدس افراد کے بارے میں ڈاڑھی خانی کرے تو اسے محض اس بناء پر نظر انداز کر دینا کہ وہ ایک مذہبی دکان کا بااثر مالک ہے، قانوناً، شرعاً، اخلاقاً ہر لحاظ سے نادرست اور ناواقف ہے۔ قرآن مجید نے مظلوم کو نہایت واضح الفاظ میں ظالم کے خلاف آواز حق بلند کرنے کی اجازت دی ہے۔ بقولہ تعالیٰ لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم مرزا غلام احمد نے جس زبان میں گل افشانی کی ہے، کوئی بھی مہذب انسان اسے پسند نہیں کر سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور خاص ان کا نشانہ بنے ہیں۔ گو دیگر انبیاء کرام اور صلحاء امت میں سے بھی شاید ہی کوئی فرد ایسا ہوگا جو ان کی ”سلطان القلمی“ کی زد میں نہ آیا ہو۔ مسلمانوں کو ”کنجریوں کی اولاد“ قرار دینا، مولانا سعد اللہ لدھیانوی کو ”شخص“ اور ”نطفۃ السفہا“ کے نام سے خطاب کرنا، منظرہ مد میں مسلمانوں کے شہرہ آفاق مناظر کو ”بھونکنے والا کتا“ کے الفاظ سے یاد کرنا اور اس نوع کی دیگر بے شمار دشنام طرازیوں پر سعید فطرت کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ وہ کون سی نفسیاتی الجھن ہے، جو نبوت کا دعویٰ کرنے والے اس شخص کو ایسے الفاظ استعمال کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔

مرزا غلام احمد کے بعد ان کے بیٹے مرزا محمود نے اپنے بلند بانگ دعاوی کی آڑ لے کر جن قبیح حرکات کا ارتکاب کیا، ان کی طرف سب سے پہلی انگلی پیر سراج الحق نعمانی نے اٹھائی اور اس ”ابن صالح“ کے کرتوتوں کے بارے میں ایک رقعہ لکھ کر مرزا غلام احمد کی پکڑی میں رکھ دیا، گو پیر کا بیٹا ”مریدوں کی عدالت“ سے شبہ کا فائدہ حاصل کر کے بچ گیا، لیکن اس کے دل میں یہ بات پوری طرح جاگزیں ہوگئی کہ مریدوں کی تطہیر دینی ہی کافی نہیں، معاشی جبر کے ساتھ ساتھ ان پر ریاستی جبر کے جھنڈے بھی استعمال کیے جائیں تاکہ وہ کبھی سچ بات کہنے کی جرات نہ کر سکیں۔ پیر سراج الحق نعمانی نے اظہار حق کا جو ”جرم“ کیا تھا، اس کی پاداش میں مرزا محمود نے ساری عمر اسے جین نہ لینے دیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس پر تشدد کیا۔ اطمینان کامل کے بعد مرزا محمود پھر اپنے دھندے میں مصروف ہو گیا اور اس کی اہرمنی احتیاطوں کے باوجود ہر چند سال کے بعد اس پر بدکاری کے الزامات لگتے رہے۔ مباہلے کی دعوتیں دی جاتی رہیں، مگر وہاں ایک خامشی تھی سب کے جواب میں۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا، بڑے بڑے مخلص مرید، واقف راز ہو کر ایک ہی نوعیت کے الزامات لگا کر علیحدہ ہوتے گئے اور انسانیت سوز بایکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔ حیران کن امر یہ ہے کہ تین تین یا پانچ سال بعد الزامات لگانے والے ایک دوسرے سے قطعاً نا آشنا ہیں مگر

الزامات کی نوعیت ایک ہی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا محمود یا اس کے خاندان کے افراد نے کبھی بھی حلف موکد بعد اب اٹھا کر اپنے ”مصلح موعود“ کی پاکیزگی کی قسم نہیں کھائی۔ مرزا محمود کی سیرت کے تذکرہ میں ان کی ازواج اور بعض دیگر رشتہ داروں کا نام بھی آیا ہے۔ ہم ان کے نام حذف کر دیتے کیونکہ وہ ہمارے مخاطب نہیں لیکن اس خیال سے کہ ریکارڈ درست رہے، نیز اس بناء پر کہ وہ بھی اس بدکار اعظم کی شریک جرم ہیں، ہم نے ان کے نام بھی اسی طرح رہنے دیئے ہیں۔ حال ہی میں ہفت روزہ ”نصرت“ کراچی (14 مارچ 1979ء) سے متعلق ایک صحافی خاتون نے خلیفہ جی کی ایک سراپا مہر بیوی سے پوچھا کہ اتنی کنسی میں آپ کی شادی مرزا محمود ایسے بوڑھے سے کیسے ہو گئی تو انہوں نے جواباً کہا جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضور ﷺ سے ہو گئی تھی۔ اس جواب سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس عظمت کدے کا ہر فرد مقدسین امت پر کچھ اچھالنے کی مذموم سعی کس دیدہ دلیری سے کرتا ہے اور پھر ہمارے بعض اخبار نویس حضرات کس بے خبری سے اسے اچھالتے اور اجالتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ سراپا مہر بیوی وہ ہیں جن کے بارے میں ان کی غلطوں کے ایک راز دار کا بیان عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے کہ ان کے موئے زہار موجود نہیں ہیں اور ان کی بے رحمی ایک ایسا امر ہے جس سے ہر باخبر قادیانی واقف ہے۔ ایک قادیانی مبلغ نے اپنی اہلیہ کے حوالے سے مولف کو حلفاً بتایا کہ ان صاحبہ نے خود اس پالتو مولوی کی بیوی کو بتایا کہ ”میں بے رحم ہوں“۔ میں ان کا نام بھی لکھ سکتا ہوں مگر اس خیال سے کہ کہیں اس کی گزارشہ الاؤنس والی ملازمت ختم نہ ہو جائے، اس سے احتراز کرتا ہوں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جنہیں کسی بھی کلینک میں چیک کیا جاسکتا ہے۔ یہ ضیاع کس کشتی کی وجہ سے ہوا تھا، اس کا تحریر میں لانا مناسب نہیں، صرف ان سے اتنی گزارش ہے کہ وہ آئندہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ یا کسی اور مقدس ہستی پر الزام تراشی سے باز رہیں ورنہ ساری داستان کھول دی جائے گی اور پھوپھا جی کی کارکردگی الم نشرح ہو جائے گی۔

مرزا محمود احمد کے جنسی عدوان پر جن لوگوں نے موکد بعد اب قسمیں کھائی ہیں یا ان کی زندگی کے اس پہلو سے نقاب سرکائی ہے، ان کا تعلق مخالفین سے نہیں، ایسے مریدوں سے ہے جو قادیانیت کی خاطر سب کچھ بچ کر گئے تھے۔ ان میں خود مرزا محمود کے نہایت قریبی عزیز، ہم زلف اور بردارانِ نبوتی تک شامل ہیں اور بالواسطہ شہادتوں میں ان کے پسران اور دختران تک کے بیانات موجود ہیں، جن کی آج تک تردید نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی کی گئی ہے (اس کا سبب اشاعتِ فحش سے اجتناب و گریز نہیں، بلکہ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی

تصدیق کے لیے اس قدر ثبوت، شہادتیں اور قرائن موجود ہیں، جن کا انکار ناممکن ہے۔

ان الزامات کی صحت، صداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان مریدین میں سے جو لوگ انتہائی اخلاص کے ساتھ قادیانیت کو سچا سمجھتے تھے اور مرزا محمود کو خلیفہ برحق مانتے تھے، ان کی رنگین راتوں سے واقف ہو کر نہ صرف قادیانیت سے علیحدہ ہوئے بلکہ خدا کے وجود سے بھی منکر ہو گئے۔ ایک شخص کو پاکبازی کا مجسمہ مان کر اس کو کاروگر میں مشغول دیکھ کر جس قسم کا رد عمل ہو سکتا ہے، یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ ان میں سماعی یقین رکھنے والے لوگ ہی نہیں، عملی تجربہ سے گزرے ہوئے افراد بھی ہیں۔

دوسرا طبقہ مرزا محمود احمد کو تو جو لیس سیزر کا ہم مشرب سمجھتا ہے مگر کسی نہ کسی رنگ میں قادیانی عقائد سے چمٹا ہوا ہے۔ آپ اسے ہر دو طبقہ کی عدم واقفیت یا جہالت کہیں، سیرے نزدیک دونوں قسم کا رد عمل الزامات کی صحت پر برہان قاطع ہے۔ ماہرین جرمیات کا کہنا ہے کہ Perfect Crime وہ ہوتا ہے جو کبھی Trace نہ ہو سکے، مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آدم سے لے کر آج تک ایک بھی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جو اصطلاحاً پرفیکٹ کرائم کہلا سکے کیونکہ جرم ذہن کی Abnormal حالت میں ہوتا ہے، اس لیے کوئی نہ کوئی ایسی حرکت ضرور ہو جاتی ہے، کوئی ایسا Flaw ضرور رہ جاتا ہے، جس سے مجرم کی نشاندہی ہو جاتی ہے مثلاً ایک قاتل نقش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں چار پانچ مقامات پر پھینک کر یہ خیال کرتا ہے کہ اس نے قتل کے نشانات تک کو مٹا دیا ہے، مگر عملاً وہ اتنے ہی مقامات پر اپنے جرم کے نشانات چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس پس منظر میں اگر مرزا محمود کی تقاریر اور بیانات کا جائزہ لیں تو کئی شواہد، ان کے جرائم کی چغلی کھاتے ہیں۔ جیس میں عریاں رقص دیکھنے کا تذکرہ خود انہوں نے اپنی زبان سے کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

”جب میں ولایت گیا تو مجھے خصوصیت سے خیال تھا کہ یورپین سوسائٹی کا عیب والا حصہ بھی دیکھوں گا۔ قیام انگلستان کے دوران میں، مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ واپسی پر جب ہم فرانس آئے تو میں نے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب سے، جو میرے ساتھ تھے، کہا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ دکھائیں، جہاں یورپین سوسائٹی عریاں نظر آ سکے۔ وہ بھی فرانس سے واقف تو نہ تھے مگر مجھے ایک ادبیرا میں لے گئے، جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ چودھری صاحب نے بتایا یہ وہی سوسائٹی کی جگہ ہے، اسے دیکھ کر آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ میری

نظر چونکہ کمزور ہے، اس لیے دور کی چیز اچھی طرح سے نہیں دیکھ سکتا۔
تھوڑی دیر کے بعد جو دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ سینکڑوں عورتیں بیٹھی ہیں۔
میں نے چودھری صاحب سے کہا، کیا یہ نگلی ہیں؟ انہوں نے یہ بتایا کہ یہ نگلی
نہیں بلکہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں مگر باوجود اس کے نگلی معلوم ہوتی ہیں۔“

(”الفضل“ 28 جنوری 1924ء)

مکروفریب ایک ایسی چیز ہے کہ انسان زیادہ دیر تک اس پر پردہ ڈالنے میں کامیاب
نہیں ہو سکتا۔ دانستہ یا نادانستہ ایسی باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جن سے اصلیت سامنے آ جاتی ہے۔
خلیفہ جی نے اپنی ایک شادی کے موقع پر کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خچر پر سوار ہوں
اور اس کی تعبیر میں نے یہ کی ہے کہ اس بیوی سے اولاد نہیں ہوگی۔ اب واقعہ یہ ہے کہ اس بیوی
سے کوئی اولاد نہیں اور خلیفہ جی کا یہ ”خواب“ اس پس منظر میں تھا کہ وہ خاتون جو ہر نسائیت ہی
سے محروم ہو چکی تھیں۔ اب مرید اسے بھی اپنے پیر کا کمال سمجھتے ہیں کہ اس کی پیش گوئی کس طرح
پوری ہوئی، حالانکہ یہ معاملہ پیش خبری کا نہیں، پیش بینی بلکہ دروں بینی کا ہے۔

خلیفہ جی کے ایک صاحبزادے کی رنگت اور شکل و شباہت سے کچھ ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ
ان کی صورت ایک ڈرائیور سے ملتی ہے، لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں تو ”کار خاص“ کے
نمائندوں نے خلیفہ جی کو اطلاع دی، اور انہوں نے انگریز عورتوں کے گھروں میں سیاہ فام بچے
پیدا ہونے پر ایک خطبہ دے مارا، حالانکہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس پر ایک طویل مثالوں سے
مزین لیکچر دیا جاتا، مگر کہتے ہیں، چور کی داڑھی میں تنکا۔

ایسے ہی وہ اپنی ایک بیوی کی وفات پر پرانی یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
”شادی سے پیشتر جب کہ مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ لڑکی میری زوجیت میں
آئے گی، ایک دن میں گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی
سفید لباس پہنے کٹی سمٹائی، شرمائی لجائی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی ہے....“

(”سیرۃ ام طاہرہ“ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ، ربوہ)

اب سفید لباس پر نظر پڑ سکتی ہے لیکن سمٹنے سمٹانے، شرمانے لجانے اور دیوار کے ساتھ
کھڑے ہونے اور چہرے کی کیفیات کا تفصیلی معائنہ کسی نیک چلن انسان کا کام نہیں، ہمیں ”رائل
فیملی“ کے کسی فرد کے بارے میں نیک چلنی کا حسن ظن نہیں کیونکہ اس ماحول میں معجزۂ بیخ جانا بھی
ممکن نظر نہیں آتا، مگر ہم ان کے بارے میں کف لسان ہی کو پسند کرتے ہیں۔ چونکہ سربراہان

قادیانیت عموماً اور مرزا احمد محمود خصوصاً اس ڈرامے کے خصوصی کردار ہیں اس لیے ان کے بہرہ پر کوئی پھینکنا اور لوگوں کو گمراہی کی دلدل سے نکالنا انتہائی ضروری ہے، ضمناً قادیان اور ربوہ کی اخلاقی حالت کا ذکر بھی آ گیا ہے، اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو قادیانیت یقیناً شجرہ خبیثہ ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر گھومنے والی سسلی جیشن اور لنک میکوڈ روڈ پر مقیم حنیفاں اس کی شاہد ہیں۔ قادیانی امت اپنے ”نبی“ کی اتباع میں اپنے ہر مخالف کی بے روزگاری، مصیبت اور موت پر جشن مناتی ہے اور اسے مطلقاً اس امر کا احساس نہیں ہوتا کہ یہ انتہا درجہ کی قساوت قلبی، شقاوت دہنی اور انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانی امت پر ایسا عذاب نازل کیا ہے کہ اب ان کا ہر قابل ذکر فرد ایسی رسوا کن بیماری سے مرتا ہے کہ اس میں ہر صاحب بصیرت کے لیے سامان عبرت موجود ہے۔ فالج کی بیماری کو خود مرزا غلام احمد نے ”دھک کی مار“ اور ”سخت بلا“ ایسے الفاظ سے یاد کیا ہے اور اب قادیانی امت کی گندی ذہنیت کی وجہ سے یہ بیماری اللہ تبارک و تعالیٰ نے سزا کے طور پر قادیانیوں کے لیے کچھ اس طرح مخصوص کر دی ہے کہ ایک واقف حال قادیانی کا کہنا ہے: ”اب تو حال یہ ہے کہ جو شخص فالج سے نہ مرے، وہ قادیانی ہی نہیں۔“ مرزا محمود احمد نے اپنے باوا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے امت مسلمہ کے اکابر اور جید علماء دین کے وصال پر جشن مسرت منایا اور ان کا یہ وعدہ اب تک چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قادیانیت کے گوسالہ سامری مرزا محمود کو ”فالج کا شکار“ بنا کر دس سال تک رہیں بستر و بالش کر دیا اور اس عبرت ناک رنگ میں اس کو اعضا و جوارح اور حافظہ سے محروم کر دیا کہ وہ مجنوں کی طرح سر ہلاتا رہتا تھا اور اس کی ٹانگیں بید لرزاں کا نظارہ پیش کرتی تھیں، گویا وہ ”لایموت فیہا ولا یحیی“ کی تصویر تھا، مگر قادیانی مذہبی انڈسٹری کے مالکان اس حالت میں بھی الٹا ”اخبار“ اس کے ہاتھ میں پکڑا کر ”زیارت“ کے نام پر مریدوں سے پیسہ بٹورتے رہے اور پھر سات بجے شام مرجانے والے اس ”مصلح موعود“ کی دو بجے شب تک صفائی ہوتی رہی اور ”سرکاری اعلان“ میں اس کی موت کا وقت دو بج کر دس منٹ بتایا گیا اور اس عرصہ میں اس کی الجھی ہوئی دائی کو ہائیڈروجن یا کسی اور چیز سے رنگ کر اسے طلائی کلر دیا گیا اور خط بنایا گیا اور غارہ لگا کر اس کے چہرے پر ”نور“ وارد کیا گیا، تاکہ مریدوں پر اس کی ”اولیائی“ ثابت کی جاسکے۔ حیرت ہے کہ جب کوئی مسلمان دنیاوی زندگی کے دن پورے کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے تو قادیانی اس کی بیماری کو ”عذاب الہی“ قرار دیتے ہیں لیکن ان کے اپنے اکابر ذلیل موت کا شکار بنتے ہیں تو یہ ”اہلواء“ بن جاتا ہے اور اس کے لیے دلائل دیتے ہوئے قادیانی تمام وہ روایات پیش کرتے ہیں جن کو وہ خود بھی تسلیم

نہیں کرتے۔ شاہ فیصلؒ کی شہادت پر قادیانی امت کا خوشی منانا ایک ایسا المناک واقعہ ہے جس پر جس قدر بھی نفرین کی جائے، کم ہے اور سابق وزیر اعظم پاکستان کے پھانسی پانے پر ہفت روزہ ”لاہور“ کا یہ لکھنا کہ اس۔ بہ مرزا غلام احمد کی ایک پیشین گوئی پوری ہوئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے عہد میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، مسخ شدہ قادیانی ذہنیت کی شہادت ہے۔ حضور ﷺ کے بعد جو جماعت یا فرقہ کسی شخص کو نبی تسلیم کرتا ہے، وہ قرآن و حدیث کی رو سے کافر اور دائرۃ اسلام سے خارج ہے، اسے کوئی شخص بھی مسلمان قرار نہیں دے سکتا اور خدا کے فضل سے تمام امت مسلمہ اب بھی بالاتفاق قادیانیوں کو کافر ہی سمجھتی ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔

تقدیس کے بادہ خانے میں

1857ء کی ناکام جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر انگریزوں کے مظالم کی داستان اس قدر مہیب اور خونچکاں ہے کہ اس کا تصور کرتے ہوئے بھی روح کپکپاتی اور سینہ بریاں ہوتا ہے۔ معاشی طور پر ملت اسلامیہ پہلے ہی پسی ہوئی تھی، سیاسی آزادی کی اس عظیم تحریک نے دم توڑا تو انگریز کی اہرنی فراست اس نتیجہ پر پہنچی کہ جب تک مسلمانوں سے دینی روح، انقلابی شعور اور جذبہ جہاد کو محو کر کے انہیں چلتے پھرتے لاشے نہ بنا دیا جائے، اس وقت تک ہمارے سامراجی عزائم تکمیل نہیں رہیں گے۔ جاگیردار طبقہ اپنے مفادات کی خاطر پہلے ہی فرنگی حکومت کی مدد و ثناء میں مصروف تھا۔ ”علماء“ کا ایک گروہ بھی قرآن حکیم کی آیات کو من مانے معانی پہنا کر تاج برطانیہ کی حمایت کر کے اپنی چاندی کر رہا تھا مگر انگریز سرکار ان سارے انتظامات سے مطمئن نہ تھی، اس کے نزدیک مسلمانوں کا انقلابی شعور کسی وقت بھی سلطنت برطانیہ کے لیے خطرہ بن سکتا تھا، اس لیے اس نے مسلمانوں کی دینی غیرت، سیاسی بصیرت اور قومی روح پر ڈاکو ڈالنے کے لیے ایک ایسے خاندان کا انتخاب کیا جو اپنی سفلی و غداری میں کوئی ثانی نہ رکھتا تھا اور اس کا بڑے سے بڑا فرد بھی سرکار دربار میں کرسی مل جانے کو باعث افتخار سمجھتا تھا۔ اس مکروہ منصوبہ کو انجام تک پہنچانے اور مسلمانوں کی وحدت ملی کو پاش پاش کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب عمل میں لایا گیا، جس نے حضور سرور کائنات ﷺ کی ختم نبوت کو داغ دار کرنے کے لیے (العیاذ باللہ) اپنی بے سرو پا تاویلات سے امت مسلمہ میں اس قدر فکری انتشار برپا کیا کہ انگریز کو اپنے گھناؤنے مقاصد کے حصول کے لیے برصغیر میں ایک ایسی جماعت میسر آ گئی جو ”الہامی بنیادوں“ پر غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتی رہی اور آج انگریز کے چلے جانے کے بعد گو اس کی حیثیت متروکہ

داشتہ کی سی رہ گئی ہے، مگر پھر بھی وہ اسرائیل سے تعلقات استوار کر کے، عربوں میں نتیجہ جہاد کا پرچار کر کے، انہیں یہود کی غلامی پر آمادہ کرنے کی مذموم جدوجہد میں مصروف ہو کر وہی فریضہ سرانجام دے رہی ہے جو اس کے آقا یان ولی نعمت نے اس کے سپرد کیا تھا۔ حضرت سید الانبیاء علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے وحدت انسانیت کا جو انٹرنیشنل فکر، ختم نبوت کی شکل میں دیا تھا، قادیانی امت نے اس کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے نئی نبوت کا نالکہ رچا کر وحدت ملت اسلامیہ ہی کو سبوتاژ کرنے کی سعی نامسعود شروع کر دی۔ دین سے تعلق کے نتیجے میں اس مسیحیت جدیدہ پر اللہ تعالیٰ کی ایسی پھینکار نازل ہوئی کہ خود ”نبوت باطلہ کا گھرانہ“ عصمت و عفت کی تیز سے عاری ہو کر اس طرح معصیت کا ملبہ دوزخ بنا، کہ قریب ترین مریدوں نے اسے ”فحش کا مرکز“ قرار دیا۔ گویہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر واضح رنگ میں جنسی عصیان کا تو کوئی الزام نہ لگا مگر اس کو تسلیم کیے بغیر بھی کوئی چارہ نہیں کہ ان کی جنسی زندگی ناآسوگی کا شکار رہی۔ اگر محمدی بیگم کے پاجامے منگوا کر سو گھننے والی روایت کے ساتھ ساتھ، اس مظلوم خاتون کے بارہ میں آسمانی نکاح کے تمام ”الہامات“ بھی طاق لسیاں پر رکھ دیئے جائیں اور بڑھاپے میں مولوی حکیم نور الدین کے نسخہ ”زوجام عشق“ کے سہارے پچاس مردوں کی قوت حاصل کر لینے کے دعاوی کے ساتھ ایک نوجوان لڑکی کو حبلہ عقد میں لانے اور پھر بوجہ اس کی غیر معمولی فرمانبرداری کا تذکرہ نہ بھی کیا جائے تو بھی ان کی تحریرات میں ایسے شواہد بکثرت ملتے ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ان کی عائلی زندگی خوشگوار نہ تھی اور معاشرتی سطح پر پہلی بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں محض ”بچھے دی ماں“ بن کر رہ جانا، بڑا دلدوز واقعہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اتنے بلند بانگ دعاوی کے باوجود مرزا صاحب جب بھی اپنے ناقدین کو جواب دینے پر آمادہ ہوئے، انہوں نے الزامی جوابات کی کینیں گاہ پر بیٹھ کر درشت کلامی ہی پر اکتفا نہ کیا بلکہ اشارے کنائے میں ہی نہیں، اکثر اوقات واضح الفاظ میں ایسی باتیں کہہ گئے جو ان کے دعاوی کی مناسبت سے ہرگز ان کے شایان شان نہ تھیں، مثلاً ہندوؤں کے خدا کو ناف سے چھانچے نیچے قرار دینا اور ماسٹر مرلی دھر کے محض یہ کہہ دینے پر کہ آپ تو لاچار اور قرض دار ہیں، انہیں یہ جواب دینا کہ ہمارے ہاں ہندو جانوں کا یہ طریق ہے کہ جب انہوں نے کسی کو اپنی دختر نیک اختر، نکاح میں دینی ہوتی ہے، تو وہ خفیہ طور پر جا کر اس کے کھاتہ، کھيون اور خسرہ نمبر کا پتہ کرتے ہیں مگر ہمارے تمہارے درمیان تو ایسا کوئی معاملہ نہیں۔ پنجابی میں یہ کہنے کے مترادف ہے ”تو مینوں کڑی تے نہیں دینی“۔ ہم اس جواب کا تجزیہ خود قادیانی حضرات پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قادیانی خلافت کی نیلی فلموں میں مرزا محمود احمد ہمیشہ ہی ایک ایسا ہیرو رہا ہے، جس کے ساتھ کسی ولن نے ٹکر لینے کی جسارت نہیں کی۔ ان پر جنسی بے اعتدالی کا سب سے پہلا الزام 1905ء میں لگا اور ان کے والد مرزا غلام احمد نے اس کی تحقیقات کے لیے ایک چار رکنی کمیٹی مقرر کر دی، جس نے الزام ثابت ہو جانے کے باوجود چار گواہوں کا سہارا لے کر شبہ کا فائدہ دے کر ملزم کو بچایا۔ عبدالرب برہم خاں 335 اے پیپلز کالونی فیصل آباد کا حلیفہ بیان ہے کہ اس کمیٹی کے ایک رکن مولوی محمد علی لاہوری سے انہوں نے اس بارہ میں استفسار کیا تو مولوی صاحب نے بتایا کہ الزام تو ثابت ہو چکا تھا مگر ہم نے ملزم کو Benefit of Doubt دے کر چھوڑ دیا۔ 1914ء میں جب گدی نشینی کے لیے جنگ اقتدار چھڑی تو دہلی کی محلاتی سازشوں کے ماہرین نے ایک مذہبی جماعت کی سربراہی کے لیے بائیس سال کے ایک ایسے چھوکرے کو ”منتخب“ کر لیا، جس میں پیر کا بیٹا ہونے کے علاوہ کوئی خصوصیت موجود نہ تھی۔ ایسا برخود غلط اور کندہ ناتراش قسم کا آدمی عمر کے پچپانی دور میں ایک ایسے منصب پر فائز ہوا جسے بظاہر ایک تقدس حاصل تھا۔ مرزا محمود نے تقدس کے اس کٹھنرے کو اپنے لیے پناہ گاہ سمجھتے ہوئے جنسی عصیان کا وہ ہولناک ڈرامہ کھیلا کہ الامان والحفیظ۔

بلوغت سے لے کر مکمل طور پر مفلوج ہو جانے تک ہر چند سال کے وقفہ کے بعد القابات کی رداؤں میں ملفوف اس پیرزادے پر مسلسل بدکاری کے الزامات مخلص مریدوں کی طرف سے لگتے رہے، مہابلہ کی دعوتیں دی جاتی رہیں مگر ذہنی طور پر پورا ملحد و بے دین ہونے کے باوجود اس کو کبھی بھی جرات نہ ہوئی کہ کسی مظلوم مرید کی دعوت مہابلہ پر میدان میں نکلے۔ جب بھی کسی ارادت مند نے واقعہ راز دروں ہو کر لکھارا تو قادیانی گماشتوں اور معیشت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ملاؤں نے ایک طرف اخبارات و جرائد میں ہاہا کار شروع کر دی اور دوسری طرف اس محرم راز کو بدترین سوشل بائیکاٹ کا نشانہ بنایا گیا اور اسے اقتصادی و معاشری الجھنوں میں مبتلا کرنے پر ہزاروں روپے خرچ کر کے جب کسی قدر کامیابی ہوئی تو اسے اپنے بد معاش پیر کا ”معجزہ“ قرار دیا گیا۔

کوئی شخص اپنی والدہ پر الزام تراشی کی جرات نہیں کرتا اور اگر خدا نخواستہ وہ اس پر مجبور ہو جاتا ہے تو صرف یہ کہہ کر اس کو خاموش کرانے کی کوشش کرنا کہ دیکھو یہ بہت بری بات ہے، مناسب نہیں۔ اس امر کا جائزہ لینا بھی تو ضروری ہے کہ وہ کن المناک حالات سے دوچار ہوا کہ اسے اپنی، اتنی عزیز ہستی کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے پیش کرنا پڑا۔ پیر کی جلوتیں اگر اس کی

خلوتوں سے نالاں ہوں تو مریدوں کا اسی سانچے میں ڈھل جانا، ایک لازمی امر ہے۔ مرزا محمود احمد جب گدڑی نشین ہوا تو اس نے اپنے باوا کی نبوت کو نعوذ باللہ..... ع

احمد ثانی نے رکھ لی احمد اول کی لاج

کے مقام پر پہنچایا۔ کبھی مسلمانوں کو اہل کتاب کے برابر قرار دیا اور کبھی انہیں ہندوؤں اور سکھوں سے مشابہت دے کر ان کے بچوں تک کے جنازوں کو حرام قرار دے دیا۔ قادیانیت کا غالب عنصر اس دور میں اس نچلے اور متوسط طبقے پر مشتمل تھا جو معاشی طور پر پسماندہ ہونے کی وجہ سے پیش گوئیوں کی فضا میں رہتے ہوئے چین محسوس کرتا تھا اور انگریز سے وفاداری کی قادیانی سند اس کی ملازمت کو محفوظ رکھتی تھی۔ جب نئی نبوت، تکفیر مسلمین اور ان کے جنازوں کا بائیکاٹ، انتہا کو پہنچا تو مذکورہ بالا دونوں طبقوں نے قادیان کی طرف بھاگنا شروع کر دیا کہ وہاں رہائش اختیار کریں کیونکہ جس معاشرہ کو ایک ”نبی“ کے انکار کی بناء پر کافر قرار دے کر وہ علیحدہ ہوئے تھے، وہاں رہنا اب ان کے لیے ناممکن تھا۔ قادیان میں مرزا محمود احمد نے اپنے خاندان کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لیے مریدوں کے چندے سے خریدی ہوئی زمین کچھ اپنے عزیزوں کے ذریعے نہایت مہنگے داموں فروخت کی مگر رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت اس کا انتقال ان کے نام نہ کروایا گیا۔ اس طرح وہ اپنے معاشرہ سے کٹ کر قادیانیت کے دام میں اس طرح پھنسے کہ

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن!

اپنی سوسائٹی سے علیحدہ ہو کر، اب ایک نئی جگہ پر نئے حالات کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ ہر جائز و ناجائز خوشامد کر کے پیر اور اس کے لواحقین کا قرب حاصل کرتے اور انہوں نے وقت اور حالات کے دباؤ کے ماتحت ایسا ہی کیا۔ مگر پیر نے مجبور مریدوں کی عزتوں پر ڈاکہ ڈال کر سینکڑوں عصمتوں کے آگینے تار تار کر دیئے اور اگر کوئی بے بس مرید بلبلہ اٹھا تو اسے شہر سے نکال دینے اور مقاطعہ کر دینے کی دھمکیاں دے کر خاموش رہنے کی تلقین کی۔ فخر الدین ملتانی ایسے کئی لوگوں کو قتل کروا کر دہشت کی فضا پیدا کی گئی مگر اس تمام یزیدی اہتمام کے باوجود مرزا محمود، اپنی پاکبازی کا ڈھونگ رچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ گا ہے ماہے اس دریا سے ایسی موج اٹھتی کہ ”ذریعت مبشرہ“ کے بارے میں جملہ ”الہامات“ ”کسوف“ اور ”رویاء“ دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ یوں تو مرزا محمود کی زندگی کا شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جو بدکاری کی غلاظت سے آلودہ نہ ہو اور جس میں اس پر زنا کاری کا الزام نہ لگا ہو، لیکن ذیل میں ہم ان الزامات و بیانات کا تذکرہ کرتے ہیں جن کی گونج اخبارات و رسائل ہی میں نہیں، ملک کی عدالتوں تک میں سنی گئی اور اس کے ساتھ بعض بالکل نئی

روایات بھی درج کرتے ہیں جو آج تک اشاعت پذیر نہیں ہو سکیں۔ قادیانی امت کی جنسی تاریخ پر اس سے پیشتر متعدد کتب آچکی ہیں، لیکن وہ تقاضائے حالات کے ماتحت، جس رنگ میں پیش کی گئیں، اس کی بہت سی وجوہ تھیں۔ آئندہ سطور میں ہم کوشش کریں گے کہ ان روایات کو ذرا وضاحت سے پیش کریں اور اس سے پیشتر جو چیزیں اجمال سے بیان ہوئی ہیں، ان کی تفصیل کر دیں کیونکہ اگر اس وقت اس کام کو سرانجام نہ دیا گیا تو آنے والا مورخ، بہت سی معلومات سے محروم ہو جائے گا کیونکہ پرانے لوگوں میں سے جو لوگ صبح گئے یا شام گئے، کی منزل میں ہیں، وہ نہ ان سے مل سکے گا اور نہ ان دل دوز واقعات کو سن سکے گا جو خود ان پر یا ان کی اولاد پر گزرے ہیں۔ یہ سب شہادتیں موکد بعد اب قسموں کے ساتھ دی گئی ہیں اور یہ تمام افراد قادیانی امت کے خواص میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں مگر چند ایسے بھی ہیں جو اپنی برین واشنگ کی وجہ سے کسی نہ کسی رنگ میں قادیانیت سے وابستہ ہیں۔ مگر وہ قادیانی ”مصلح موعود“ کو پورے یقین، پورے وثوق اور پورے ایمان کے ساتھ جو لیس سیزر کا مثل، راسپوٹین کا بروز اور ہرموڈیس کا ظل کامل سمجھتے ہیں اور ہر عدالت میں اپنی گواہی ریکارڈ کرانے کے لیے تیار ہیں۔ ممکن ہے بعض لوگ یہ بھی خیال کریں کہ برائی کی اشاعت کا طریق مناسب نہیں، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس امر کو مد نظر رکھیں کہ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے، جن میں سے بعض کی اپنی عصمت کی ردا چاک ہوئی اور اظہار حق کی پاداش میں ان پر وہ مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ دنوں پر وارد ہوتے تو راتیں بن جاتیں۔ یہ اظہار ان مظلوموں کی طرف سے ہے جنہیں خدا نے بھی یہ حق دے رکھا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ

مباہلہ والوں کی للکار

مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور میاں زاہد، حال امرتسر مارکیٹ برائڈر تھ روڈ لاہور کے نام کے ساتھ ”مباہلہ والے“ کا لفظ نعتی ہو کر رہ گیا ہے۔ ان مظلوموں نے 1927ء میں اپنی ایک ہمشیرہ سکیہ بیگم پر مرزا محمود کی دست درازی کے خلاف اس زور سے صدائے احتجاج بلند کی کہ قلا-فت میں مقیم مذہبی مہنتوں کی روٹیں کپکپا اٹھیں۔ قادیانی غنڈوں نے ان کے مکان کو آتش کر دیا اور جناب میاں زاہد کے اپنے بیان کے مطابق اگر مولانا حکیم نور الدین کی اہلیہ محترمہ ان کو بروقت خبردار نہ کر دیتیں تو وہ سب اسی رات قادیانیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش

کر چکے ہوتے۔ انہوں نے مرزا محمود احمد کے ناقوس خصوصی ”الفضل“ کے کذب و افترا کا جواب دینے کے لیے ”مہبلہ“ نامی اخبار جاری کیا، جس کی پیشانی پر یہ شعر درج ہوتا تھا۔

خون اسرائیل آ جاتا ہے آخر جوش میں

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسم سامری

یہ مظلوم خاتون قادیانی فرقہ کے صوبائی امیر مرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا کی اہلیہ ہیں۔ وہ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کی بناء پر اب بھی ربوہ کے پاپائے ثانی کو بدکردار سمجھتی ہیں۔ یہ سانحہ اس طرح ظہور میں آیا کہ وہ کسی کام کی خاطر ”قصر خلافت“ میں گئیں۔ مرزا محمود نے اپنی گھناؤنی فطرت کے مطابق ان کے ساتھ زیادتی کا ارتکاب کیا۔ انہوں نے واپس آ کر سارا معاملہ اپنے شوہر کے گوش گزار کر دیا۔ مرید خاوند نے اپنی زوجہ پر اعتماد کر کے پیر پر تین حرف بھیجنے کی بجائے اس معاملہ کی تحقیق کا ارادہ کیا اور پاپائے ثانی کے پاس پہنچا۔ پیر تو، رنگ ماسٹر تھا، اسے مریدوں کو نچانے کا فن خوب آتا تھا، اس نے بڑی ”معصومیت“ سے کہا: مجھے خود اس معاملہ کی سمجھ نہیں آ رہی، سیکنہ بیگم بڑی نیک اور پاک باز لڑکی ہے۔ اس نے ایسی حرکت کیوں کی ہے۔ میں دعا کروں گا، آپ کل فلاں وقت تشریف لائیں۔ جب مرزا عبدالحق دوسرے دن پہنچے تو شاطر پیر اپنا عیارانہ منصوبہ مکمل کر چکا تھا۔ اس نے مرید کے لیے دام بچھاتے ہوئے کہا: میں نے اس معاملہ پر غور کیا ہے، دعا بھی کی ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی ہے کہ چونکہ میں خلیفہ ہوں، ”مصلح موعود“ ہوں، اس لیے سیکنہ بیگم ایک روحانی تعلق کی بناء پر مجھ سے محبت رکھتی ہے اور اس قسم کا جذبہ الفت جب پوری طرح قلب و ذہن پر مستولی ہو جاتا ہے تو اس وقت بعض عورتیں خواب کے عالم میں دیکھتی ہیں کہ انہوں نے فلاں مرد سے ایسا تعلق قائم کیا ہے اور اس خیال کا استیلاء و غلبہ ان پر اس قدر ہوتا ہے کہ وہ اس کو بیداری کا واقعہ سمجھ لیتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی مرزا محمود نے طب کی ایک کتاب نکال کر دکھا دی کہ دیکھ لو اطباء نے بھی اس مرض کا ذکر کیا ہے۔ اس پر مرید مطمئن ہو کر گھر واپس آیا تو اہلیہ کے استفسار کرنے پر مرید خاوند نے کہا: ”تم بھی سچ کہتی ہو اور حضرت صاحب بھی سچ کہتے ہیں“

”ایک احمدی خاتون کا بیان“

مذکورہ بالا عنوان کے تحت ایک مظلوم خاتون کا بیان اخبار ”مہبلہ“ قادیان میں اشاعت پذیر ہوا تھا، گو اس وقت یہ چیلنج بھی دے دیا گیا تھا کہ اگر ”خلیفہ صاحب“ مہبلہ کے لیے آمادہ

ہوں تو نام کے اظہار میں کوئی ادنیٰ تاہل بھی نہیں ہوگا۔ مگر چونکہ اس کو سالہ سامری کو مقابل پر نکلنے کی جرات نہ ہوئی، اس لیے نام کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔ اب ہم ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر یہ درج کر رہے ہیں کہ وہ خاتون قادیان کے دکاندار شیخ نور الدین صاحب کی صاحبزادی عائشہ تھیں۔ ان کے بھائی شیخ عبداللہ المعروف عبداللہ سوداگر آج کل ساہیوال میں مقیم ہیں۔ عائشہ بیگم تھوڑا عرصہ ہوا، انتقال کر گئی ہیں، اب ہم وہ بیان درج کرتے ہیں۔

”میں میاں صاحب کے متعلق عرض کرنا چاہتی ہوں اور لوگوں میں ظاہر کر دینا چاہتی ہوں کہ وہ کیسی روحانیت رکھتے ہیں؟ میں اکثر اپنی سہیلیوں سے سنا کرتی تھیں کہ وہ بڑے زانی شخص ہیں مگر اعتبار نہیں آتا تھا کیونکہ ان کی مومنانہ صورت اور نیچی شرمیلی آنکھیں ہرگز یہ اجازت نہ دیتی تھیں کہ ان پر ایسا الزام لگایا جاسکے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ میرے والد صاحب نے، جو ہر کام کے لیے حضور سے اجازت حاصل کیا کرتے تھے اور بہت غفلت احمدی تھے، ایک رقعہ حضرت صاحب کو پہنچانے کے لیے دیا، جس میں اپنے کام کے لیے اجازت مانگی تھی۔ خیر میں یہ رقعہ لے کر گئی۔ اس وقت میاں صاحب نئے مکان (قصر خلافت) میں مقیم تھے۔ میں نے اپنے ہمراہ ایک لڑکی لی جو وہاں تک میرے ساتھ گئی اور ساتھ ہی واپس آ گئی۔ چند دن بعد مجھے پھر ایک رقعہ لے کر جانا پڑا۔ اس وقت بھی وہی لڑکی میرے ہمراہ تھی۔ جونہی ہم دونوں میاں صاحب کی نشست گاہ میں پہنچیں تو اس لڑکی کو کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ میں اکیلی رہ گئی۔ میں نے رقعہ پیش کیا اور جواب کے لیے عرض کیا، مگر انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو جواب دے دوں گا، گھبراؤ مت۔ باہر ایک دو آدمی میرا انتظار کر رہے ہیں، ان سے مل آؤں۔ مجھے یہ کہہ کر، اس کمرے کے باہر کی طرف چلے گئے اور چند منٹ بعد پیچھے کے تمام کمروں کو قفل لگا کر اندر داخل ہوئے اور اس کا بھی باہر والا دروازہ بند کر دیا اور پٹیاں لگا دیں۔ جس کمرے میں بیٹھی تھی، وہ اندر کا چوتھا کمرہ تھا۔ میں یہ حالت دیکھ کر سخت گھبرائی اور طرح طرح کے خیال دل میں آنے لگے۔ آخر میاں صاحب نے مجھ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور مجھ سے برا فعل کروانے کو کہا۔ میں نے انکار کیا۔ آخر زبردستی

انہوں نے مجھے پلنگ پر گرا کر میری عزت برباد کر دی اور ان کے منہ سے اس قدر بو آ رہی تھی کہ مجھ کو چکر آ گیا اور وہ گفتگو بھی ایسی کرتے تھے کہ بازاری آدمی بھی ایسی نہیں کرتے۔ ممکن ہے جسے لوگ شراب کہتے ہیں، انہوں نے پی ہو کیونکہ ان کے ہوش و حواس بھی درست نہیں تھے۔ مجھ کو دھمکایا کہ اگر کسی سے ذکر کیا تو تمہاری بدنامی ہوگی، مجھ پر کوئی شک بھی نہ کرے گا۔“

مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات

”جب اس شاطر سیاست کے خفیہ اڈوں پر حکومت چھاپہ مارتی تھی تو یہ اسلحہ اور کاغذات کمال ہوشیاری سے زیر زمین دفن کر دیتا تھا۔ قادیان کی سر زمین میں فسادات کے موقع پر احمدی نوجوانوں اور سابق فوجیوں کے ہاتھوں جو ماڈرن اسلحہ مہیا کیا اور ان کی فوجی گاڑیاں حرکت میں آئیں تو اس پر حکومت کی جانب سے یکدم چھاپہ پڑا، جس کی اطلاع قبل از وقت خلیفہ کو نہ ہو سکی کیونکہ وہاں احمدی سی۔ آئی۔ ڈی ناکام رہی لیکن خلیفہ کی اپنی اہرنی فراست ان کے کام آئی کیونکہ جب پولیس سر پر آگئی تو اس ”مقدس پاکہاز مسلم مصلح دوراں“ نے اپنی مستورات کی چھاتیوں پر خفیہ دستاویزات باندھ کر کوٹھی دار السلام (قادیان) بھجوا دیں اور قادیانی فوجیوں نے فوراً اسلحہ زیر زمین کر دیا۔“

مخدرات میدان معصیت میں

”طویل مشاہدے کے بعد یقین ہوا اور حیر پرستی کے برگِ حشیش کا اثر زائل ہوا لیکن سارا ماجرا بیان کرنے کی استعداد مفقود ہو گئی۔ چونکہ سیاہ کاریاں محیر العقول تھیں، اس لیے ان کی نوعیت اس سیاہ کار کے لیے مدافعت بن گئی۔ کون مان سکتا ہے کہ اس نے محرم اور غیر محرم کی تمیز کو روند کر رکھ دیا تھا اور اس کے لیے وہ اپنی جہنمی محفل میں کہا کرتا تھا کہ

”آدم کی اولاد کی افزائش ہی اس طرح ہوئی ہے کہ کوئی مقدس

سے مقدس رشتہ مجامعت میں حائل نہیں ہو سکتا۔“

العیاذ باللہ۔

جیسا کہ اس تالیف میں ایک جگہ محمد یوسف ناز کا بیان نقل ہوا ہے، وہ اپنی مخدرات کو میدان معصیت میں پیش کرتا اور اس کے تربیت یافتگان ان سے حظ اندوز ہوتے اور خود اس روح فرسا منظر کا تماشا کر کے ابلیسی لذت محسوس کرتے۔“

خلوت سیدہ کے وقت کلام الہی کی توہین

”مبینہ طور پر خلوت سیدہ (خلوت صحیحہ ناقل) کے وقت قرآن کریم کو پاس رکھنے والا بھی خدا کی گرفت سے بچ جائے تو اللہ تعالیٰ کے عظیم صبر بخشنے کے بعد ہی اس کی سیاہ کاریوں کے وسیع و عریض رقبہ کو جاننے والا اپنے ایمان کی دولت کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔۔۔ جب یہ شخص اپنے باپ کو بھی نہیں بخشتا تو یہ کیا نہ کرتا ہوگا۔“

مولف ”فتنہ انکار ختم نبوت“ سے ان الفاظ کی وضاحت چاہی گئی تو انہوں نے کہا کہ:-

”مصلح الدین سعدی نے موکد بعد اب قسم کھا کر مجھے بتایا کہ ایک دن، میں مرزا محمود کی ہدایت پر ایک لڑکی کے ساتھ وادعیش دے رہا تھا کہ وہ آیا۔ اس نے لڑکی کے سرینوں کے نیچے سے قرآن پاک نکالا۔“ (استغفر اللہ)

آخری فقرہ کے بارہ میں ان کا کہنا ہے کہ مولوی فضل دین صاحب نے انہیں بتایا کہ انہیں ان کے بڑے بھائی مولوی علی محمد صاحب اجیری نے بتایا تھا کہ مرزا محمود اپنی محفل خاص میں کہا کرتا تھا کہ ”حضرت مسیح موعود“ بھی یہی کام کرتے تھے۔

تین سہیلیاں، تین کہانیاں

قادیان اور ربوہ میں بے شمار ایسی کہانیاں جنم لیتی ہیں جو مجبور مریدوں کی ارادت اور قادیانی گستاخوں کے تشدد کے باعث ہمیشہ کے لیے دفن ہو جاتی ہیں اور اس ریاست اندر ریاست کو مذہب کے لبادے میں ہر شرمناک کارروائی کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے اور حکومت کا قانون، عاجز اور بے بس ہی نہیں، لاوارث اور یتیم ہو جاتا ہے۔ انہی کہانوں میں سے ایک کہانی غلام رسول پٹھان کی بیٹی کلثوم کی ہے، جس کی نعش تالاب میں پائی گئی۔ اسی لڑکی کلثوم کی سیکلی عابدہ بنت ابو الہاشم خاں بنگالی کو شکار کے بہانے باہر لے جایا گیا اور ترکی ضلع جہلم میں ”انفاقہ“ گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ تیسری سیکلی امت الحفیظ صاحبہ بنت چوہدری غلام حسین صاحب ابھی بقید حیات

ہیں۔ اگر وہ اپنی دو سہیلیوں کے ”اتفاقیت“ قتل پر روشنی ڈال سکیں تو تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے لکھا جائے گا اور اس طرح مرزا محمود احمد کی ”کرامات“ میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

”مصلح موعود“ کی کہانی حکیم عبدالوہاب کی زبانی

حکیم عبدالوہاب عمر قادیانی امت کے ”خلیفہ اول“ مولانا نور الدین کے صاحبزادے ہیں۔ ان کا بچپن اور جوانی ”قصر خلافت“ کے درو دیوار کے سائے میں گزری ہے اور اس آسیب کا سایہ جس پر بھی پڑا ہے، اس نے مشاہدہ پر اکتفا کم ہی کیا ہے، وہ حق الیقین کے تجربے سے گزرا ہے، یہی حال حکیم صاحب کا ہے اگرچہ اس مرتبے میں متعدد دوسرے افراد بھی ان کے شریک ہیں، لیکن انہیں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنی داستان بھی بغیر کسی لاگ لپٹ کے کہہ سکتے ہیں اور اپنے اوپر قادیانیوں کے معروف طریق کے مطابق تقدس کی جعلی روانہیں اوڑھتے اور اگر اس اظہار حقیقت میں ان کا کوئی عزیز زد میں آ جائے تو وہ اسے بچانے کی بھی زیادہ جدوجہد نہیں کرتے، عموماً وہ اپنی آپ بیتی حکایت عن الغیر کے طور پر سناتے ہیں اور گوان روایات کے مندرجات بتا دیتے ہیں کہ ان کا مرکزی کردار وہ خود ہی ہیں لیکن اگر کوئی پیچھے پڑ کر کریدنا ہی چاہے کہ یہ نوجوان کون تھا، تو وہ بتا دیتے ہیں ”کہ یہ میں ہی تھا“۔ انہوں نے بتایا:

- 1- ”1924ء میں مرزا محمود بغرض سیر و تفریح کشمیر تشریف لے گئے۔ دریائے جہلم میں پیرا کی میں مصروف تھے کہ مرزا محمود نے غوطہ لگا کر ایک سولہ سالہ نوجوان کے منارہ وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو ان کے دواخانہ کے انچارج جناب اکرم بٹ نے پوچھا: آپ کو کیسے پتہ چلا؟ تو وہ بولے: یہ میں ہی تھا۔“
- 2- ”قصر خلافت“ قادیان کے گول کمرہ سے ملحق ایک اور کمرہ ہے۔ مرزا محمود احمد نے ایک نوجوان سے کہا: اندر ایک لڑکی ہے، جاؤ اس سے دل بہلاؤ۔ وہ اندر گیا اور اس کے سینے کے اہراموں سے کھیلنا چاہا۔ اس لڑکی نے مزاحمت کی اور وہ نوجوان بے نیل مرام واپس لوٹ آیا۔ مرزا محمود نے اس نوجوان کو کہا: تم بڑے وحشی ہو۔ جواباً کہا گیا کہ اگر جسم کے ان اجماروں کو نہ چھیڑا جائے تو مزہ کیا خاک ہوگا۔ مرزا محمود نے کہا: لڑکی کی اس مدافعت کا سبب یہ ہے کہ وہ ڈرتی ہے کہ

”اس طرح کہیں اس نشیب و فراز کا تناسب نہ بدل جائے۔“

3- ”ایک دفعہ آپ کی بیگم مریم نے اس نوجوان کو خط لکھا کہ فلاں وقت مسجد مبارک (قادیان) کی چھت سے ملحقہ کمرہ کے پاس آ کر دروازہ کھٹکھٹانا تو میں تمہیں اندر بلا لوں گی۔ دروازہ کھلا تو اس نوجوان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اس نے دیکھا کہ بیگم صاحبہ ریشم میں ملبوس سولہ سنگھار کیے موجود تھیں۔ اس نوجوان نے کبھی کوئی عورت نہ دیکھی تھی، چہ جائیکہ ایسی خوبصورت عورت۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ اس نوجوان نے کہا کہ حضور اجازت ہے۔ انہوں نے جواب دیا: ایسی باتیں پوچھ کر کی جاتی ہیں۔ اس وقت نوجوان نے کچھ نہ کیا کیونکہ اس کے جذبات مشتعل ہو چکے تھے۔ اس نے سوچا کہ ”گرو جی پچھرے ہی میں نہال ہو جائیں گے“ اس لیے اس وقت کنارہ کرتا ہی بہتر ہے۔ بیگم صاحبہ موصوفہ نے اس خط کی واپسی کا مطالبہ کیا جو اس نوجوان کو لکھا تھا۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو تلف کر دیا ہے۔ تقسیم ملک کے بعد مرزا محمود احمد کے پرائیوٹ سیکرٹری میاں محمد یوسف صاحب اس نوجوان کے پاس آئے، کہا: میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس حضور کی بیویوں کے خطوط ہیں اور آپ اس کو چھاپنا چاہتے ہیں۔ اس نوجوان نے جواب دیا: بہت افسوس ہے کہ آپ کو اپنی بیوی پر اعتماد ہوگا اور مجھے بھی اپنی بیوی پر اعتماد ہے، اگر کسی پر اعتماد نہیں تو وہ حضور کی بیویاں ہیں۔“

4- ”مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا۔ وہ بے چاری بے ہوش ہو گئی، جس پر اس کی ماں نے کہا: اتنی جلدی کیا تھی، ایک دو سال ٹھہر جاتے۔ یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی۔“

دواخانہ نور الدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا: یہ صاحبزادی کون تھی؟ تو انہوں نے بتایا: ”امت الرشید“۔

نوٹ: اس روایت کی مزید وضاحت کے لیے صالح نور کا بیان غور سے پڑھیں، جو اسی کتاب میں درج کیا جا رہا ہے۔ ملک عزیز الرحمن صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز

بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہروی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا: لوگ بڑے احمق ہیں، ایک باغ لگاتے ہیں، اس کی آبیاری کرتے ہیں۔ جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں:

”اے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔“

ربوہ کی معاشی نبوت کا عظیم فراڈ

حکومت کے خلوت خانہ خیال کی نذر

صدر انجمن احمدیہ قادیان ایک رجسٹرڈ باڈی ہے۔ تقسیم ملک سے قبل اس انجمن کی جائیداد ملک کے مختلف حصوں میں تھی۔ تقسیم کے بعد ناصر آباد، محمود آباد، شریف آباد، کریم نگر فارم، تھر پار کر سندھ کی زمینیں پاکستان میں آ گئیں تو مرزا محمود نے ربوہ میں ایک ڈی انجمن ”ظلی صدر انجمن احمدیہ“ قائم کی اور چوہدری عبداللہ خاں برادر چوہدری ظفر اللہ خاں ایسے قادیانیوں کے ذریعے یہ زمین اپنے صاحبزادوں اور انجمن کے نام منتقل کرائی اور مقصد پورا ہو جانے کے بعد یہ ظلی صدر انجمن، مرزا غلام احمد کی ظلی نبوت کی طرح ”اصلی“ بن گئی اور صدر انجمن احمدیہ قادیان نے وہاں کی تمام جائیداد بھارتی حکومت سے واگذار کردی اور اسی مقصد کے حصول کے لیے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد کے ایک بھائی مرزا دبیم احمد کو وہاں ٹھہرایا گیا، جو آج بھی وہیں مقیم ہے۔

جیسا کہ پہلے ذکر آچکا ہے، قادیان میں سنی زمین، صدر انجمن احمدیہ لوگوں کو فروخت کرتی تھی مگر وہ خریداروں کے نام رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت رجسٹر نہیں کر دئی جاتی تھی جیسا کہ ربوہ میں ہوتا ہے۔ اس طرح سرکاری کاغذات میں زمین اصل مالکان کے نام ہی رہتی ہے، حالانکہ وہ اسے فروخت کر کے لاکھوں روپیہ ہضم کر چکے ہوتے ہیں۔ اس عیاری پر پردہ ڈالنے کے لیے خلیفہ ربوہ نے مہاجرین قادیان کو چکمہ دے کر کہ قادیان ”خدا کے رسول کا تخت گاہ“ ہے (نعوذ باللہ) اور انہیں اس بستی میں واپس جانا ہے، انہیں قادیان کے مکانوں کا کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا اور خود چار کروڑ روپے کا بوس کلیم داخل کر دیا۔ اب اگر مرید بھی کلیم داخل کر دیتے تو حکومت اور مریدوں سے دہرے فراڈ کی قلعی کھل سکتی تھی، اسی لیے مریدوں کو کلیم داخل کرنے سے منع کر دیا گیا مگر بہت سے شاطر مرید اس عیاری کو سمجھ گئے اور انہوں نے خود بھی بے

پناہ بگس کلیم داخل کیے اور پھر قادیانی اثر و رسوخ سے منظور کروائے۔
 اگر حکومت صرف قادیانیوں کی پاکستان میں جعلی اور بگس الاٹمنٹوں کی
 تحقیقات کروائے تو کروڑوں روپے کے فراڈ کا پتہ لگ سکتا ہے اور مولف
 کتاب ہذا بعض جعلی کلیموں کے نمبر تک حکومت کو مہیا کرنے کا پابند ہے۔

3- ربوہ کی زمین صدر انجمن احمدیہ کو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت علامتی قیمت پر دی گئی
 تھی۔ مرزا محمود نے یہاں بھی قادیان والا کھیل دوبارہ کھیلا اور ٹوکن پرائس پر حاصل
 کردہ اس زمین کو ہزاروں روپیہ مرلہ کے حساب سے مریدوں کے نام فروخت کیا مگر
 رجسٹریشن ایکٹ کے ماتحت سب لیز ہولڈرز کے نام زمین منتقل نہ ہونے دی، اس
 طرح مریدوں کا لاکھوں روپیہ بھی جیب میں ڈالا اور گورنمنٹ کے لاکھوں روپیہ کے
 ٹیکس بھی ہضم کیے گئے، مریدوں پر الٹا رعب بھی قائم رہا کہ وہ زمین خریدنے کے
 باوجود مالکانہ حقوق سے محروم رہے اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے ”خاندان نبوت“
 کی عیاشیوں اور بدمعاشیوں کے متعلق آواز بلند کی، اسے اپنی ”ریاست“ سے باہر
 نکال دیا اور قبائلی نظام کے مطابق اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔ اب جو مرید ایک ”نبی“
 کے حاکم کی وجہ سے ساری ملت اسلامیہ کو کافر قرار دے کر علیحدہ ہوئے ہیں، وہ اپنی
 مخصوص Conditioning اور لائسنس علم الکلام کی وجہ سے واپس امت مسلمہ کے
 سمندر میں تو نہیں آسکتے، وہ اسی گندے اور متعفن جوہر میں رہنے پر مجبور ہیں، اس
 لیے ایسے مریدوں سے سچائی کی توقع عبث ہے۔

4- (i) ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے کے سلسلہ میں سب سے پہلا اور اہم قدم یہ ہے کہ ربوہ
 کی لیز فوراً ختم کی جائے۔

(ii) ربوہ کو چنیوٹ کے ساتھ شامل کر کے سرکاری دفاتر ربوہ کے اندر منتقل کیے جائیں
 اور اندرون شہر خالی پڑی ہوئی زمین پر فوراً سرکاری عمارات تعمیر کی جائیں۔ ربوہ میں
 چند کارخانے قائم کیے جائیں اور ارد گرد کے لوگوں کو وہاں معاش کی سہولتیں مہیا کی
 جائیں تاکہ قادیانی یلغار اور لالچ کا ہدف نہ بن سکیں۔

5- ربوہ کے تمام تعلیمی اداروں سے قادیانی اساتذہ کو فوراً تبدیل کر دیا جائے تاکہ وہ
 مسلمان طلبہ کو کفر کی تعلیم دینے کی ناپاک جسارت نہ کر سکیں۔

6- ربوہ میں بڑا تھانہ قائم کیا جائے اور اس کی عمارت گول بازار کے سامنے ٹیلی فون ایکسچینج

کے ساتھ تعمیر کی جائے۔

7- خدام الاحمدیہ اور دوسری نیم عسکری تنظیموں کو توڑ دیا جائے اور نظارت امور عامہ (شعبہ احتساب) کو ختم کر کے ربوہ کا نام تبدیل کر کے چک ڈھکیاں اس کا پہلا نام رکھ دیا جائے تاکہ قادیانی اپنی دجالت نہ پھیلا سکیں۔ اگر مندرجہ بالا امور پر عمل نہ کیا گیا تو ربوہ کبھی کھلا شہر نہ بن سکے گا۔ وہاں قادیان سے بدتر غنڈہ گردی ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی کیونکہ قادیان میں تو پھر کچھ آبادی ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی تھی مگر یہاں تو انگریز کی معنوی ذریت کے علاوہ اور کوئی ہے ہی نہیں۔

8- قادیانی ڈاکٹروں، مسلح افواج میں قادیانی افسروں اور سرکاری محکموں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کے سالانہ اجلاس، ربوہ کے سالانہ میلے پر منعقد ہوتے ہیں، جہاں خلیفہ کو حکومت کے راز مخفی ہوتے ہیں اور ملک کی معیشت پر قادیانی گرفت کو مضبوط کرنے کے پروگرام بنتے ہیں، اس لیے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز قادیانیوں کی چھٹی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اسلام دشمن اور ملک دشمن چنی ساخت کے باعث ملک و قوم کو مزید نقصان نہ پہنچائیں۔

جناب صلاح الدین ناصر کا ازالہ اوہام

جناب صلاح الدین ناصر ایک نہایت معزز فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد خان بہادر ابوالہاشم بنگال میں ڈپٹی ڈائریکٹر مدارس تھے۔ ناصر صاحب پارٹیشن کے بعد پاکستان آ گئے۔ کچھ دیر ربوہ میں بھی مقیم رہے، لیکن جب ان کو خلیفہ جی کی عدیم الشال، جنسی بے راہ روی کا یقینی علم حاصل ہو گیا تو وہ رات کی تاریکی میں والدہ اور ہم شیر گان کو ساتھ لے کر لاہور آ گئے، وہ مرزا محمود کی تنگ انسانیت حرکتوں کو بیان کرتے ہوئے کبھی مدافعت سے کام نہیں لیتے، جب ان کی قادیانیت سے علیحدگی کے بارہ میں دریافت کیا گیا تو کہنے لگے:

”بھئی ہماری قادیانیت سے علیحدگی، لائبریری کے کسی اختلاف کا نتیجہ نہیں،

ہم نے تو لیبارٹری میں ٹیسٹ کر کے دیکھا ہے کہ اس مذہبی انڈسٹری میں

دین نام کی کوئی چیز نہیں۔ ہوس اور بوالہوس دو لفظوں کو اکٹھا کر دیں تو

قادیانیت وجود میں آ جاتی ہے۔“

اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے تو میں نے کہا، جناب اس اجمال سے تو کام نہ چلے گا، کچھ

بتائیں شاید کسی قادیانی کو ہدایت نصیب ہو جائے تو فرمانے لگے:-

”یوں تو مرزا محمود یعنی ”مودے“ کی بے راہروی کے واقعات طفولیت ہی سے میرے کانوں میں پڑنا شروع ہو گئے تھے اور ہماری ہمیشہ عابدہ بیگم کا ڈرامائی قتل بھی ان مذہبی سنگوروں کی بدفطرتی اور بد معاشی کو Expose کرنے کے لیے کافی تھا، مگر ہم حالات کی اپنی گرفت میں اس طرح پھنس چکے تھے کہ ان زنجیروں کو توڑنے کے لیے کسی بہت بڑے دھکے کی ضرورت تھی اور جب دھکا بھی لگ گیا تو پھر عقیدت کے طوق و سلاسل اس طرح ٹوٹتے چلے گئے کہ خود مجھے ان کی کمزوری پر حیرت ہوتی تھی۔“

میں نے ہمت کر کے پوچھ لیا، جناب وہ دھکا تھا کیا؟ یہ سن کر ان کی آنکھوں میں نمی سی آگئی۔ ماضی کے کسی دل دوز واقعہ نے انہیں چر کے لگانے شروع کر دیئے تھے۔ چند سیکنڈ کے بعد کہنے لگے:

”تقسیم برصغیر کے بعد ہم رتن باغ لاہور میں مقیم تھے۔ جمعہ پڑھنے کے لیے گئے تو مرزا محمود نے اعلان کیا کہ جمعہ کے بعد صلاح الدین ناصر مجھے ضرور ملیں۔ جمعہ ختم ہوا تو لوگ مجھے مبارکباد دینے لگے کہ ”حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے۔“ میں نے خیال کیا شاید کوئی کام ہوگا، اس لیے میں جلد ہی اس کمرہ کی طرف گیا، جہاں اس دور کا شیطان مجسم مقیم تھا۔ میں کمرہ میں داخل ہوا تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ مرزا محمود پر شیطن سوار تھی، اس نے مجھے اپنی ”ہومیو پیتھی“ کا معمول بنانا چاہا۔ میں نے بڑھ کر اس کی داڑھی پکڑ لی اور گالی دے کر کہا: ”اگر مجھے یہی کام کرنا ہے تو اپنے کسی ہم عمر سے کر لوں گا، تمہیں شرم نہیں آتی، اگر جماعت کو پتہ لگ گیا تو تم کیا کرو گے۔“ میری یہ بات سن کر مرزا محمود نے بازاری آدمیوں کی طرح قہقہہ لگایا اور کہا: ”داڑھی منڈوا کر پیرس چلا جاؤں گا۔“

یہ دن میرے لیے قادیانیت سے دشمنی وابستگی رکھنے کا آخری دن تھا۔“

جناب صلاح الدین ناصر ”حقیقت پسند پارٹی“ کے پہلے جنرل سیکرٹری رہے ہیں۔ اس دور میں ملک کے گوشے گوشے میں تقاریر کر کے انہوں نے قادیانیت کی حقیقت کو خوب واضح کاف کیا۔ اسی زمانہ کا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہنے لگے:

”معجزات کے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے مرزا محمود کے متعلق

کہا کہ اس کی اخلاقی حالت سخت ناگفتہ بہ ہے۔ اس پر ایک قادیانی اٹھ

کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اس کی وضاحت کریں۔ میں نے کہا: یہ الفاظ بہت واضح ہیں۔ وہ پھر بولا: کیا اس نے تمہاری شلوار اتاری تھی؟ میں نے جواب دیا: اسی بات کو بیان کرنے سے میں جھجک رہا تھا۔ آپ اپنے خلیفہ کے مزاج شناس ہیں، آپ نے خوب پہچانا ہے، یہی بات تھی۔ جلسہ کے تمام سامعین کھلکھلا کر ہنس پڑے اور وہ صاحب آہستہ سے کھسک گئے۔

میں کہاں آ نکلا

جناب محمد صدیق ثاقب زریوی قادیانی امت کے خوش گلو شاعر ہیں۔ اگر وہ اپنی شاعری کو مرزا غلام احمد کے خاندان کی قصیدہ خوانی کے لیے وقف کر کے تباہ نہ کرتے تو ملک کے اچھے شعراء میں شمار ہوتے۔ سچ کہنے کی پاداش میں وہ ربوائی ریاست کے زیر عتاب رہ چکے ہیں مگر اب چونکہ انہوں نے خوف فساد کی وجہ سے قادیانی امت کے سیاسی و معاشی مفادات کے لیے اپنے آپ کو رہن کر رکھا ہے اور ہفت روزہ ”لاہور“ قادیانی امت کا سیاسی آرگن بن گیا ہے اس لیے اب ربوہ میں ان کی بڑی آؤ بھگت اور خاطر مدارات ہوتی ہے اور ہر طرف سے انہیں ”بشریٰ لکم“ کی نوید ملتی ہے۔ عرصہ ہوا انہوں نے ایک نظم اپنے ”خلیفہ صاحب“ کے بارہ میں لکھی تھی مگر اشاعت کے مرحلہ پر اس پر یہ نوٹ لکھ دیا گیا۔

”ایک پیر خانقاہ کی لادینی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر“

قارئین غور فرمائیں کہ ”پیر خانقاہ“ اور ربوہ کے مذہبی قبرستان کے احوال میں کیسی مماثلت و مشابہت ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اسی کی تصویر ہے۔

شورش زہد بچا ہے میں کہاں آ نکلا

ہر طرف مکر و ریا ہے میں کہاں آ نکلا

نہ محبت میں حلاوت نہ عداوت میں خلوص

نہ تو ظلمت نہ نیا ہے میں کہاں آ نکلا

چشم خود میں میں نہاں حرص زرد گوہر کی

کذب کے لب پہ دعا ہے میں کہاں آ نکلا

راتی لکھ بہ لکھ ہے رواں سوئے دروغ

صدق پابند جفا ہے میں کہاں آ نکلا

دن دھاڑے ہی دکانوں پہ خدا بکتا ہے

نہ حجاب اور حیا ہے میں کہاں آ نکلا

یاں لیا جاتا ہے بالجبر عقیدت کا خراج

کیسی بے درد فضا ہے میں کہاں آ نکلا

خندہ زن ہے سفلی اس کی ہر اک سلوٹ میں

یہ جو سرسبز قبا ہے میں کہاں آ نکلا

دنوازی کے پھیروں کی ہواؤں کے تلے

جانے کیا رینگ رہا ہے میں کہاں آ نکلا

عجز سے کھلتی سمنٹی ہوئی باجھوں پہ نہ جا

ان کے سینوں میں دعا ہے میں کہاں آ نکلا

یہ ہے مجبور مریدوں کی ارادت کا خمار

یہ جو آنکھوں میں جلا ہے میں کہاں آ نکلا

قلب مومن پہ سیاحی کی تہیں اتنی دیر

ناطقہ سہم گیا ہے میں کہاں آ نکلا

الغرض یہ وہ تماشا ہے جہاں خوف خدا

چوڑی بھول گیا ہے میں کہاں آ نکلا

مولوی عبدالستار نیازی اور دیوان سنگھ مفتون

مولانا عبدالستار صاحب نیازی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں بلکہ خود تعارف ان کا محتاج

ہے۔ مذہبی و دینی علوم کے علاوہ سیاسی تشییب و فراز پر جس طرح وہ نظر رکھتے ہیں اور جس جرات

اور بے باکی سے باطل کو لٹکارتے ہیں، یہ انہی کا حصہ ہے۔ مولانا موصوف نے مولف اور امیر

الدین صاحب سینٹ بلڈنگ تھارٹن روڈ لاہور کے سامنے بیان کیا کہ

”ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو

مجھے ملنے کے لیے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی

سے کہا: میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں خیال تھا کہ

وہ کام کی بات کریں گے مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا وہ یہی کہتے رہے

کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کیے تو اتنا مزہ آیا فلاں سے کیے تو اتنا!

مرزا محمود احمد کی ایک بیوی کا خط

دیوان سنگھ مفتون کے نام

حکیم عبدالوہاب عمر بیان کرتے ہیں کہ مرزا محمود خلیفہ ربوہ کی ایک بیوی نے ایک مرتبہ ایڈیٹر ”ریاست“ سردار دیوان سنگھ مفتون کو خط لکھا کہ تم راجوں مہاراجوں کے خلاف لکھتے ہو ہمیں بھی اس ظالم کے تشدد سے نجات دلاؤ جو ہمیں بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ ایڈیٹر مذکور نے ظفر اللہ خاں وغیرہ قادیانیوں سے تعلق کی وجہ سے کوئی جرات مندانہ اقدام تو نہ کیا البتہ ”ریاست“ میں خلیفہ جی کی معزولی کے بارہ میں ایک نوٹ تحریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ جس شخص پر اہل خانہ تک جنسی بے راہروی کے الزامات لگا رہے ہوں اُسے اس قسم کے عہدہ سے چٹا رہنا سخت ناواقبت اندیشانہ فعل ہے۔ قادیانی ”رائل پارک فیملی“ کے قریبی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ بیوی مولوی نور الدین جانشین اول جماعت قادیان کی صاحبزادی امتہ الحق بیگم تھیں۔

راجہ بشیر احمد رازی کی تجرباتی داستان

راجہ بشیر احمد رازی حال مشن روڈ بالتقابل ناز سینما لاہور، راجہ علی محمد صاحب کے صاحبزادے ہیں جو ایک عرصہ جماعت ہائے احمدیہ گہرات کے امیر رہے۔ 1945ء میں زندگی وقف کرنے کے بعد ربوہ چلے گئے اور صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں نائب آڈیٹر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اسی دوران ان کے تعلقات شیخ نور الحق ”احمدیہ سنڈیکیٹ“ اور ڈاکٹر نذیر احمد ریاض سے ہو گئے جو مرزا محمود احمد کی خلوتوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ راجہ صاحب ایک قادیانی گھرانے میں پلے تھے اس لیے متعدد مرتبہ سننے کے باوجود انہیں اس بات کا یقین نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ ”قصر خلافت“ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر نذیر ریاض صاحب سے کہا کہ ”میں تو اس وقت تک تمہاری باتوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں جب تک خود اس ساری صورت حل کو دیکھ نہ لوں۔“ ڈاکٹر صاحب مذکور نے ان سے پختہ عہد لینے کے بعد ان کو بتایا کہ محاسب کا گھڑیاں ہمارے لیے سینڈرو ٹائم کی حیثیت رکھتا ہے جب اس پر 9 بجیں تو آجانا۔ مقررہ وقت پر راجہ صاحب ڈاکٹر نذیر کی معیت میں ”قصر خلافت“ پہنچے تو خلاف توقع دروازہ کھلا تھا۔ راجہ صاحب کچھ ٹھٹکے کہ یہ کیا معاملہ ہے کہیں ڈاکٹر سچ ہی نہ کہہ رہا ہو پھر انہیں یہ بھی خیال آیا کہ کہیں انہیں قتل کروانے یا

پنوانے کا تو کوئی پروگرام نہیں، مگر انہوں نے حوصلہ نہ چھوڑا اور ڈاکٹر نذیر کے پیچھے زینے طے کرتے گئے۔ جب اوپر پہنچے تو ڈاکٹر نے انہیں ایک کمرہ میں جانے کا اشارہ کیا اور خود کسی اور کمرہ میں چلے گئے۔ راجہ صاحب نے پردہ ہٹا کر دروازے کے اندر قدم رکھا تو عطر کی لپٹوں نے انہیں مسحور کر دیا اور انہوں نے دیکھا کہ چھوٹی مریم آراستہ و پیراستہ بیٹھی ہے اور انگریزی کے ایک مشہور جنسی ناول ”فینسی بل“ کا مطالعہ کر رہی ہے۔ راجہ صاحب کہتے ہیں کہ

”یہ منظر دیکھ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میری سوچ کے دھاروں میں تلاطم برپا ہو گیا۔ میں نے چشم تصور سے اپنے والد محترم کو دیکھا اور کہا تم اس کام کے لیے چندہ دیتے رہے ہو پھر مجھے اپنی والدہ محترمہ کا خیال آیا جو اٹھ بے بیچ کر بھی چندہ کے طور پر ربوہ بھجوا دیا کرتی تھیں اسی حالت میں آگے بڑھا اور پلنگ پر بیٹھ گیا۔ وہاں تو دعوت عام تھی، مگر میں سہی لاحقہ حاصل میں مصروف تھا اور مجھے ڈاکٹر اقبال کا یہ مصرعہ یاد آ رہا تھا ع
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

اصل میں مجھے اس قدر Shock ہوا تھا کہ میں کسی قابل ہی نہ رہا تھا اس لیے میں نے بہانہ کیا کہ میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ مجھے یہ فریضہ سرانجام دینا ہے اور اگر شکم سیری کی حالت میں یہ کام کروں تو مجھے اپنڈیکس کی تکلیف ہو جاتی ہے اس طرح معرکہ اولیٰ میں ناکام واپس لوٹا اور آتے ہوئے مریم نے مجھے کہا: ”کل اکیلے ہی آ جانا یہ ڈاکٹر نذیر بڑا بدنام آدمی ہے اس کے ساتھ نہ آنا“۔ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تمہاری شکایت ہوئی ہے کہ ”یہ کون بھڑوہ سالے آئے تھے“۔ دوسرے دن میں دہنی طور پر تیار ہو کر گیا اور گزشتہ شکایت کا ہی ازالہ نہ ہوا میرے اعتقادات، نظریات اور خلیفہ جی اور ان کے خاندان کے بارہ میں میرا مریدانہ حسن ظن بھی حقائق کی چٹان سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا اور میں نے واپس آ کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ملازمت سے مستعفی ہو گیا۔ ازالا بعد مجھے رشوت کے طور پر لنڈن بھیجنے کی پیشکش ہوئی، مگر میں نے سب چیزوں پر لات مار دی۔“

اب آپ ”کمالات محمدیہ“ ص 55 سے ان کی تحریر کا متعلقہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

”یہ ان دنوں کی بات ہے جب ہم ربوہ کے کچے کوارٹروں میں خلیفہ صاحب ربوہ کے کچے ”قصر خلافت“ کے سامنے رہائش پذیر تھے۔ قرب مکانی کے سبب شیخ نور الحق ”احمدیہ سنڈیکیٹ“ سے راہ و رسم بڑھی تو انہوں

نے خلیفہ صاحب کی زندگی کے ایسے مشاغل کا تذکرہ کیا، جن کی روشنی میں ہماراوقف کاراحتقاں نظر آنے لگا۔ اتنے بڑے دعوے کے لیے شیخ صاحب کی روایت کافی نہ تھی۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر نذیر احمد ریاض صاحب کا، جن کی ہمرکابی میں مجھے خلیفہ صاحب کے ایک ذیلی عشرت کدہ میں چند ایسی ساعتیں گزارنے کا موقع ہاتھ آیا، جس کے بعد میرے لیے خلیفہ صاحب ربوہ کی پاک وامنی کی کوئی سی بھی تاویل و تعریف کافی نہ تھی اور اب میں بفضل ایزدی علی وجہ البصیرت خلیفہ صاحب ربوہ کی بد اعمالیوں پر شاہد ناطق ہو گیا ہوں۔ میں صاحب تجربہ ہوں کہ یہ سب بد اعمالیاں ایک سوچی سمجھی ہوئی سکیم کے تحت وقوع پذیر ہوتی ہیں اور ان میں اتفاق اور بھول کا دخل نہیں۔ محاسب کا گھڑیال (نوٹ: محاسب کے گھڑیال سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک شخص کو رات نو بجے کا وقت، عشرت کدے کے لیے دیا گیا ہے تو اس کی گھڑی میں بے شک 9 بج چکے ہوں، جب تک محاسب کا گھڑیال 9 نہ بجائے، اس وقت تک وہ شخص اندر نہیں آ سکتا) ان رنگین مجالس کے لیے سٹینڈرڈ ٹائم (Standard Time) کی حیثیت رکھتا تھا، اب نہ جانے کونسا طریقہ رائج ہے۔ میرے اس بیان کو اگر کوئی صاحب چیلنج کریں تو میں حلف موکد بعد اب اٹھانے کو تیار ہوں۔“ والسلام

(بشیر رازی سابق نائب آڈیٹر، صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

یوسف ناز ”بارگاہ نیاز“ میں

”ایک مرتبہ جبکہ میاں صاحب چاقو تلنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے تھے، اس کے چند دن بعد مجھے ربوہ جانے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے سامنے مرزا صاحب کے مریدان باصفا کا ایک جم غفیر ہے۔ ہر شخص کے چہرے پر اضطراب کی جھلکیاں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے پیر کے دیدار کی ایک معمولی سی جھلک ان کے دل نامصوبہ کو اطمینان بخش دے گی۔

پرائیویٹ سیکرٹری کے حکم کے مطابق کچھ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی تھیں، یعنی ہر شخص کی الگ الگ چار جگہوں پر جامہ تلاشی لی جاتی تھی اور اس امر کی تاکید کی جاتی تھی کہ ”حضرت اقدس

کے قریب پہنچ کر نہایت آہستگی سے السلام علیکم کہا جائے اور پھر یہ کہ اس کے جواب کا منتظر نہ رہا جائے بلکہ فوراً دوسرے دروازے سے نکل کر باہر آ جایا جائے۔ میں خود ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ گراں بندشوں نے کچھ آزرہ سا کر دیا اور میں واپس چلا گیا۔ چنانچہ پھر دو بجے بعد از دوپہر دوبارہ حاضر ہوا۔ شیخ نور الحق صاحب جو ان کے ذاتی دفتر کا ایک رکن ہے اس سے اطلاع کے لئے کہا۔ ”حضرت اقدس“ نے خاکسار کو شرف باریابی بخشا۔ اس وقت کی گفتگو جو ایک مرید (میرے) اور ایک پیر (مرزا صاحب) کے درمیان تھی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

میں نے نہایت بے تکلفی سے کام لیتے ہوئے حضور سے دریافت کیا کہ ”آج کل تو آپ سے ملنا بھی کارے دار ہے۔“

فرمایا: ”وہ کیسے؟“

عرض کیا کہ ”چار چار جگہ جامہ تلاشی لی جاتی ہے تب جا کر آپ تک رسائی ہوتی ہے۔“
جواباً انہوں نے میرے ”عمود مخی“ کو پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ

”جامہ تلاشی کہاں ہوئی ہے کہ جس مخصوص ہتھیار سے تمہیں کام لینا ہے وہ تو تمام احتیاطی تدابیر کے باوجود اپنے ساتھ اندر لے آئے ہو۔“

اس حاضر جوابی کا بھلا میرے پاس کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں خاموش ہو گیا مگر ایک بات جو میرے لیے معنہ بن گئی وہ یہ تھی کہ سنا تو یہ تھا کہ چارپائی سے ہل نہیں سکتے، حتیٰ کہ سلام کا جواب بھی نہیں دے سکتے تھے مگر وہ میرے سامنے اس طرح کھڑے تھے جیسے انہیں قطعی کوئی تکلیف نہیں تھی۔

میں میاں صاحب کی خدمت میں التماس کروں گا کہ اگر وہ اس بات کو جھٹلانے کی ہمت رکھتے ہیں تو حلف موکد بعد اب اٹھائیں اور میں بھی اٹھاتا ہوں۔“

ایم یوسف ناز کراچی

حال معیم لاہور

(یہاں عبارت کی عریانی دور کرنے کی سعی کی گئی ہے)

قادیانی امت کے نام نہاد ”خالد بن ولید“

قادیانی امت نے اپنے متبکی کی اتباع میں وحدت امت کو ہلپامیٹ کرنے اور مسلمانوں میں فکری انتشار پیدا کرنے کے لیے اسلامی اصطلاحات کا جس بے دردی سے استعمال کیا اور ان

مقدس ناموں کی جس قدر توہین کی ہے ایک عامی تو درکنار اچھے بھلے تعلیم یافتہ افراد کو بھی اس سے پوری شناسائی نہیں۔ مرزا غلام احمد کے لیے نبی اور رسول کا استعمال تو عام ہے۔ ان کی اہلیہ کے لیے ”ام المؤمنین“۔ جانشینوں کے لیے ”خلیفہ“۔ ان کے اولین پیروؤں کو ”صحابہ“ اور ”رضی اللہ عنہم“ کا خطاب ہی نہیں دیا بلکہ انہیں بمراحل اصحاب نبی ﷺ سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ ع..... ”صحابہ سے ملا جو مجھ کو پایا“ کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ایک قرآنی آیت یاتنی من بعدی اسمہ احمد کی لائینی تاویلات کر کے اسے بانی جماعت پر چسپاں کیا جاتا ہے اور دوسری آیت کی غلط توجیہ کرتے ہوئے موس قادیانیت کی ”بعثت“ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ثانیہ قرار دے کر اس کے ماننے والوں کو صحابہ سے افضل قرار دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور صلحاء امت کی توہین ہر قادیانی اس طرح کر جاتا ہے کہ سلب ایمان کی وجہ سے اسے احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا ناپاک حرکت کر رہا ہے۔ حیرت ہے کہ آئین مملکت کے بارہ میں ڈاڑھ خالی کرنے پر تو قانون حرکت میں آ جاتا ہے مگر قرآن مجید حضرت خاتم النبیین، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مقدس اسلامی اصطلاحات کے متعلق قادیانی امت کی دیدہ دلیری پر سرکاری مشینری کے کان پر جوں نہیں رہتی۔

اگر پوری تفصیل درج کی جائے تو بجائے خود اُسی کی ایک کتاب بنتی ہے اسی بے راہروی میں قادیانی امت کے پوپ دوم نے ملک عبدالرحمن خادم گجراتی، مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مولوی جلال الدین شمس کو ”خالد بن ولید“ کا خطاب دیا تھا کیونکہ ان ہر سہ افراد نے سب کچھ جان بوجھ کر جھوٹ بولنے، افترا پردازی کرنے اور قادیانیت کی حمایت اور خلیفہ کی ”پاکبازی“ ثابت کرنے میں سب قوتیں ضائع کیں۔ گویہ الگ امر ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ذاتی طور پر اسی گوسالہ سامری کی جانب سے ذلیل ترین الفاظ کا تحفہ ملا۔ کوئی ”طاغونی چوہا“ کہلایا اور کوئی ”لندن میں رہنے کے باوجود مولوی کا مولوی ہی رہا“۔

ان خطاب یافتہ پالتو مولویوں میں سے ایک کے متعلق اس کے سکے بھائی نے اپنی کتاب ”ربوہ کا مذہبی آمر“ میں لکھا ہے کہ ”وہ فن اغلامیات میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے“۔ دوسرے صاحب اپنی گونا گوں ”صفات“ کی وجہ سے ”رحمت منزل“ گجرات کے اطفال و بنات سے ایسے گہرے مراسم رکھتے تھے کہ امیر ضلع تلاش کرتے رہتے تھے مگر وہ اچانک بلڈ پریشر کے دورہ کے باعث غائب ہو کر اسی مقام پر جا پہنچا کرتے تھے۔ تیسرے صاحب کی ”مساعی جلیلہ“ بھی کسی سے کم نہیں۔

مرزا غلام احمد کو آنحضرت ﷺ کے مد مقابل کھڑا کر کے قادیانیوں کے دل میں بڑے ارمان مچل رہے تھے مگر ”افسوس“ کہ وہ پورے نہ ہو سکے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب کتاب نبی بنانے کے لیے اس کے اضافات و اعلاام کو مجموعۃ الہامات قرار دے کر اس کا نام ”تذکرہ“ رکھا۔ حضور ﷺ کی احادیث کے طرز پر مرزا غلام احمد کے ”ملفوظات“ اکٹھے کر کے ”سیرت الہدی“ کے نام سے شائع کیے، جس میں ہر بات ”بیان کی مجھ سے فلاں نے“ یعنی حدیث فلاں بن فلاں سے شروع ہوتی ہے اور مرزا غلام احمد کے سالے مرزا محمد اسماعیل نے رسالہ ”دروود شریف“ میں یہ درود درج کیا:

اللهم صلی علی محمد و احمد و علی الی محمد و الی احمد... الخ
 اللهم بارک علی محمد و احمد کما بارکت علی الی محمد
 و الی احمد..... الخ

قادیانی جھوٹ بولنے میں بڑے ماہر ہیں۔ قوی اسمبلی کی کارروائی کے دوران جب اس کتاب کی فوٹو سٹیٹ ضیاء الاسلام پریس قادیان کی پرنٹ لائن کے ساتھ مرزا ناصر کے سامنے پیش کی گئی تو وہ چکرا گیا اور علمائے کرام کی ان کے گھر سے معمولی واقفیت کی بناء پر انہیں یہ کہہ کر ٹخا دیا کہ کسی غیر احمدی نے چھاپ دیا ہوگا، حالانکہ یہ تحریر ان کے آنجمنائی دادا کے ”سالا صاحب“ کی ہے اور جن لوگوں کو قادیان اور ربوہ کے مکروہ ترین آمرانہ نظام سے واقفیت ہے، وہ جانتے ہیں کہ ان کے پریس میں کسی مسلمان کی کوئی تحریر چھپ جانا ناممکنات میں سے ہے۔ اگر مرزا طاہر احمد اور ان کی امت توبہ کر کے امت مسلمہ کے سیل رواں میں شامل ہونے کا برملا اعلان کرے تو میں یہ اصل کتاب کسی بھی عدالت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں۔ قرآن کریم نے مسجد ضرار کے گرائے جانے کی وجہ تفریقاً بین المومنین کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ قادیانی نہ صرف تفرقہ کا موجب بن رہے ہیں، بلکہ دین اسلام کے بنیادی ارکان میں التباس پیدا کر رہے ہیں، اس لیے ان کی عبادت گاہوں کی شکل تبدیل کرنا، ان سے کلمہ کو مٹانا، درحقیقت مسجد ضرار کے گرائے جانے کی مانند تفرقہ اور التباس کی سازش کو ختم کرنا ہے۔

رحمت اللہ اروپا کا کشتہ

رحمت اللہ اروپا کو جرنالہ کے ایک مضافاتی قصبہ اروپ کے رہنے والے ہیں۔ کافی عرصہ ہوا، ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس لیے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ زندہ ہیں یا قید

حیات سے آزاد ہو چکے ہیں۔ بہر حال اگر وہ زندہ ہیں تو خدا انہیں صحت و عافیت دے کہ انہوں نے قادیانی امت مجہولہ کی طرح مرزا غلام احمد کو امتی اور نبی، ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی، غیر تشریحی نبی، لغوی معنوں میں نبی اور غلطی اور بروزی نبی کے گورکھ دھندے میں نہیں الجھایا۔ بلکہ مرد میدان بن کر صاف کہا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو صاحب شریعت نبی تسلیم کرتے ہیں۔

1974ء میں جب قادیانی امت کو چوہڑوں، پھاروں، پارسیوں اور ہندوؤں کی صف میں شامل کر کے دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا گیا تو انہوں نے اپنا یہ موقف حکومت کو پیش کیا کہ وہ اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ غیر مسلم ہیں لیکن وہ مرزا غلام احمد کو تشریحی نبی ماننے سے انکار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اوائل جوانی میں جب وہ اپنے والد کے ساتھ قادیان میں تھے تو انہیں قائد خدام الاحمدیہ ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا اور ان ایام میں وہ لوائے احمدیت کو پکڑ کر قصر خلافت کے ہر حصے میں آزادانہ آتے جاتے تھے۔ انہی ایام میں اپنے اخلاص کے اظہار کے لیے ہر سہ پہر کو وہ ایک ایسے چوڑے کو جو ابھی اذان نہیں دیتا تھا، ذبح کر کے اور اس کے پیٹ میں ایک کشمیری سیب کو چھید کر رکھ کر پاؤ بھر گھی اور ایک چھٹانک گری، بادام اور کشمش میں بجلی آج پر پکا کر اس کا سوپ حضرت صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور کبھی کبھار اس کے ساتھ بسن کی گھی میں تر بتر تندوری روٹی بھی انہیں بھجوا کر دیتے تھے۔ اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گئے تو میں نے پوچھا کہ ایسی مرغن اور مقوی غذائیں کھانے والا سرکاری ساڑھ پھر کوئی اپنی یا بیگنی کھیتی ویران کیے بغیر رہ سکے گا؟ تو وہ دھیمے سے مسکرا کر کہنے لگے کہ جب مجھے اس خدمت کے نتائج کا علم ہوا تو اس وقت تک کئی گھر اجڑ چکے تھے اور میرے ہاتھ میں صرف خدام الاحمدیہ کا ڈنڈا ہی باقی رہ گیا تھا اور میں یہ سوچنے لگ پڑا تھا کہ جب انسان کے پاس دنیاوی وسائل کی فراوانی ہو، تو عمر لڑکیوں اور لڑکوں سے میل جول کے مواقع بھی پوری طرح میسر ہوں، اندھی عقیدت سے محذور مرید اپنے حیر کے متعلق کوئی سچی سے سچی بات سننے سے بھی انکاری ہوں تو ایسا پیرا اگر بد معاشی نہ کرے تو پھر شاید اس سے بڑا بد معاش اور کوئی نہ ہوگا اور اسی سے روکنے کے لیے اسلام نے تہمت کے مواقع سے بھی بچنے کی تلقین کی ہے۔

میں نے ایک بہت پرانے قادیانی سے جو مرزا غلام احمد سے لے کر مرزا طاہر احمد تک کے جملہ حالات سے واقف ہیں اور سال خوردگی کی انتہائی سٹیج پر ہونے کی وجہ سے اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے، اس بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مرزا صاحب (مراد مرزا غلام احمد) نے بھی بڑھاپے میں

”ہر چہ باید نو عروسے را ہمہ ساماں کنم
واں چہ مطلوب شما باشد عطائے آل کنم

کے تحت ایک نوجوان لڑکی سے شادی رچا کر اسے اللہ رکھی سے نصرت جہاں بیگم بنا دیا تھا لیکن فطرت کی تعزیروں نے وہاں بھی اپنا کام دکھایا اور پھر ان کی اولاد نے جو کچھ کیا اور جنسی عصیان میں جس مقام تک پہنچی یہ کام کشتوں کی اولاد ہی کرتی ہے۔ نازل اولاد یہ کام نہیں کر سکتی، کیونکہ کشتوں کے پٹے لگا دینا اس کا کام ہی نہیں۔

چج کی تیاری پیٹنگ اور باؤلنگ

یہ ان دنوں کی بات ہے جب مرزا ناصر احمد آنجنابی نے فاطمہ جناح میڈیکل کالج کی ایک ایسی طالبہ کو اپنے حوالہ عقد میں لے لیا تھا جس پر ان کے صاحبزادے مرزا لقمان احمد ڈورے ڈالے ہوئے تھے۔ انہی ایام میں قادیانی حلقوں میں یہ بھی سننے میں آیا کہ مرزا ناصر احمد اور مرزا لقمان میں شدید شکر رنجی ہی نہیں بلکہ باقاعدہ محاصمت کا آغاز ہو گیا ہے۔ میں نے ایک پرانے قادیانی خاندان کے کسی قدر مضطرب ایک فرد والی ایم سی اے کارز (دی مال لاہور) پر چائے کی دکان کے مالک انیس احمد سے پوچھا کہ ان خبروں میں کس حد تک صداقت موجود ہے تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ایسا ہونا تو لازمی تھا۔ کیونکہ کرکٹ چج کی تیاری تو بیٹے کی تھی مگر والد صاحب نے اس پر پیٹنگ اور باؤلنگ شروع کر دی اور پھر دی ہوا جو ایسے معاملات میں ہوا کرتا ہے کہ چڑھتی دھوپ اور ڈھلکی چھاؤں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ شروع ہوگئی۔ مرزا ناصر احمد نے اپنے ازکار رفتہ اعضاء میں جوانی کی انگلیں بھرنے کے لیے تمام جدید وسائل علاج میسر ہونے کے باوجود کھچے کا استعمال شروع کیا، جو اس نہ آیا اور اس کا جسم پھول کر کپا بن گیا اور وہ آقا فانا اللہ تعالیٰ کی عبرتناک گرفت میں آ کر کھچے کی آگ میں جھلنے کے بعد تار جہنم کا ایندھن بننے کے لیے عدم آباد سدھار گیا۔

ہمارے ایک قادیانی دوست نے مرزا ناصر احمد کی اس شہادت پر انہیں شہید فرج کا خطاب دیا ہے اور ان کا اصل خط بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ بعد میں ایک مشیر کہ دوست کے ذریعے میں نے انہیں یہ پیغام بھیجا کہ اس خطاب کو تراشنے کے لیے آپ نے بلاوجہ زحمت کی۔ فیروز اللغات میں اس کے لیے چوتھا شہید کا محاورہ پہلے سے موجود ہے تو انہوں نے ہنستے ہوئے جواباً کہا کہ لغوی اعتبار سے یہ بات تو ٹھیک ہے لیکن یہ خاندان جنس کے طوفان میں جس طرح

غرقاب ہے اس کے لیے لغت بھی نئی ہی کا نَن Coin کرنی پڑے گی۔

آلہ واردات

ملک عزیز الرحمن ۸۔ اے عزیز ولا کرشن مگر لاہور میرے قریبی عزیز ہیں اور اپنی مخصوص جتنی تسخیر کے باعث وہ ابھی تک مرزا غلام احمد کو مسیح موعود، مہدی موعود اور مجدد وقت تسلیم کرتے ہیں اور ہر وقت اس کا پرچار کرتے رہنے کو ہی ذریعہ نجات سمجھتے ہیں۔ ان کا کسی قدر مزید تعارف کرا دوں۔ یہ احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف ملک عبدالرحمن خادم ایڈووکیٹ گجرات، جنہوں نے کسی زمانے میں ”احمدیہ پاکٹ بک“ لکھی کے سکے بھائی ہیں۔ ان کے ایک دوسرے برادر معروف لیبر لیڈر راحت ملک بھی ان کے سکے بھائی ہیں۔ جنہوں نے کسی دور میں خلیفہ ربوہ کے بارے میں ”ربوہ کا مذہبی آمر“ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی اور انہوں نے خود خالد احمدیت کا خطاب پانے والے اپنے بھائی کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ فنِ اغلامیات میں یدِ طولی رکھتے تھے۔

ملک عزیز الرحمن قصر خلافت میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر فائز رہے اور جب انہیں مرزا محمود احمد کے بارے میں پورے یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ایک بدمعاش اور بدکردار آدمی ہے تو انہوں نے اس سے ایسی مکمل علیحدگی اختیار کر لی کہ اپنے خالد احمدیت بھائی کا جنازہ اس بناء پر نہ پڑھا کہ اسے بھی یقینی علم تھا کہ مرزا محمود احمد بدمعاش ہے مگر اس کے باوجود وہ اسے مصلح موعود ثابت کرنے پر تیار رہا۔ وہ مرزا غلام احمد کو تو مجدد وقت اور مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے تو غالباً نہ انداز میں تبلیغ کرتے رہتے ہیں لیکن اسی تواتر سے مرزا محمود احمد کو بدمعاش اور بدکردار ثابت کرنے کے لیے بیسیوں پمفلٹ شائع کر چکے ہیں۔

اس سے ان کی اپنے افکار و نظریات میں پختگی کا اندازہ ہو سکتا ہے اور وہ اس معاملے میں اتنے قہمد ہیں کہ کہتے ہیں چونکہ مرزا محمود احمد اور ان کی والدہ ”نصرت جہاں بیگم“ دونوں ہی ایک قبیل سے تعلق رکھتے تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کے مطابق قادیان کی ”پاک“ سرزمین سے نکال کر ربوہ کی لعنتی سرزمین میں لا دینا کیا ہے۔

وہ اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ”پرموعود“ اور ”زوجہ موعود“ کے ربط و ضبط کے بارے میں بھی ایسی ناگفتنی باتیں کہہ جاتے ہیں کہ میرے جیسے بندے کو بھی جو قادیانی خلفاء سے لے کر جہلاء تک کی ساری کروتوتوں کے سلسلے میں کسی اشتہاء کا شکار نہیں، تذبذب کی کیفیت سے دوچار ہو کر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ یا الہی یہ ماجرا کیا ہے اور صرف یہی خیال آتا ہے کہ آدمی جب گناہ کی

دلدل میں دھنسا ہے تو پھر اس حد تک کیوں دھنسا چلا جاتا ہے کہ جب تک اسفل السالین کے مقام پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔

ملک عزیز الرحمن صاحب گھر کے بھیدی تھے۔ اس لیے یقین کے مقام پر پہنچنا ان کے لیے کوئی زیادہ مشکل نہ تھا۔ لیکن جب وہ اپنی تحقیق عارفانہ سے مرزا محمود احمد اور اس شوق فروزاں کے متعلق ٹھوس معلومات ملنے اور مشاہدات سے اسے مزید پختہ کرنے تک پہنچ گئے تو ہجرت کی زنجیروں کو ایک جھٹکے سے توڑنے کے لیے انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ عظمت بیگم کو استرا دے کر قصر خافت بھجوا دیا اور کہا اگر حضرت صاحب دست درازی کی کوشش کریں تو پھر انہیں آلہ واردات سے ہی محروم کر دیتا لیکن خلیفہ صاحب بھی گرگ باراں دیدہ تھے اور انہوں نے اپنی مصیبتوں کو چھپانے کا بڑا فرعونی نظام وضع کر رکھا تھا۔ تلاشی لی گئی اور عظمت بیگم سے استرا بردآمد ہو گیا اور ملک صاحب کو ان کے پورے خاندان سمیت ربوہ بدر کر دیا گیا۔

صالح نور نے مجھے بتایا کہ میں نے ازراہ مذاق ملک صاحب سے پوچھا کہ آپ اس کے موالید ملاح یعنی تھوہلا ناتھ کو کیوں کٹوانا چاہتے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک عملی ثبوت بھی ہوتا اور ویسے بھی ایک نادر چیز ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمت کروڑوں سے کم نہ ہوتی اور میں تو اسے سر کے کی بوتل میں ڈال کے رکھتا۔

تکبیر اور ذبیحہ

میں نے مہلبہ والے زاہد سے پوچھا کہ حکیم عبدالوہاب جو نور الدین کے بیٹے ہیں وہ تو مرزا محمود احمد کی تمام رنگینیوں کو بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے رہتے ہیں لیکن ان کے بھائی عبدالمنان عمر بڑی پُر اسرار خاموشی اختیار کیے رکھتے ہیں۔ کیا انہیں علم نہیں کہ مرزا محمود احمد ایک بدکردار آدمی تھے تو وہ کہنے لگے کہ میں اب بڑھاپے کی اس منزل میں ہوں جہاں اس قسم کی باتوں کے کرنے سے انسان طبعاً حجاب کرتا ہے لیکن چونکہ یہ ایک صداقت کا اظہار ہے اس لیے میں برملا اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ میاں عبدالمنان عمر کو مرزا محمود احمد کی تمام وارداتوں کا پوری طرح علم ہے اور ان کا ڈپلومیسی کے تحت اس بارے میں زبان نہ کھولنا محض منافقت ہے ورنہ میں اپنی نوعمری میں جب خود شعلہ جوالہ ہوتا تھا تو مجھے علم ہے کہ قصر خلافت کے ایک دروازے پر میاں عبدالمنان عمر کھڑے ہوتے تھے اور دوسرے پر میں اور ہمیں اس بات کا یقینی علم ہوتا تھا کہ اندر کیا ہو رہا ہے اور انہی ایام میں وہ عیاش پیر کبھی مجھ پر تکبیر پھیر دیتا تھا اور کبھی میاں منان کا ذبیحہ کر دیتا تھا۔

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے.....

”فتنہ انکار ختم نبوت“ کے مولف مرزا احمد حسین اگرچہ خاندان نبوت کا ذبیہ کے درون حرم ہونے والے واقعات سے صرف آگاہ ہی نہیں تھے بلکہ مشاہدے کی سرحدوں سے نکل کر تجربے کی کھالی سے نکلنے کی دلیلیز پر آپہنچے تھے لیکن اس مرحلے پر اپنی بزدلی یا نام نہاد پارسائی کی بناء پر ناکامی سے دوچار ہونے کے بعد انہیں مرزا محمود احمد اور ان کے چھپے ہوئے بد معاشوں کے ہاتھوں جس ذہنی تشدد اور اذیت کا شکار ہونا پڑا اور جس طرح ان کے جسم کے ناسور والے حصے پر پٹی لگانے سے ڈاکٹر کو حکماً منع کر دیا گیا اس کا ان پر اتنا گہرا اثر رہا کہ وہ اپنے دم واپس تک مرزا محمود احمد کی خلوتوں کے بارے میں اشارات اور کنایہ ہی گفتگو کرتے رہے اور مذکورہ بالا کتاب میں بھی جو باتیں اس ضمن میں انہوں نے درج کی ہیں ان میں سریت اور اخفا کا پہلو غالب ہے۔ ایک روایت انہوں نے مصلح الدین کے حوالے سے متعدد مرتبہ جینیرلج ہوئے دی مال لاہور میں بیان کی جسے سننے والے بیسیوں افراد خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے زندہ سلامت موجود ہیں لیکن چونکہ وہ حسب معمول اسرار کے پردوں میں لپٹی ہوئی تھی اس لیے یہ یونہی ملفوف اور راز سر بستہ رہی۔ اس کا اصلی نقاب صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم نے سرکایا اور پھر چودھری فتح محمد عرف مصدق سابق منیجر ملتان آئل ملز حال شالیمار ٹاؤن لاہور نے ربی سہی کسر بھی نکال دی۔ میں نے کہا کہ چودھری صاحب آپ تو علم و تحقیق کی دنیا کے آدمی نہیں آپ کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی بدکرداری کا کیسے علم ہو گیا تو کہنے لگے افسوس کہ بھرپور جوانی کی لہر میں میں بھی اس سیلاب میں بہہ گیا تھا تو میں نے کہا کہ پھر آپ اس سے نکلے کیوں کر؟ آپ کو تو ہر طرح کا خام مال میسر تھا۔ کہنے لگے کہ ”حضرت صاحب“ جس مقام تک چلے جاتے تھے وہاں تو عزازیل کے پر بھی چلنے لگتے تھے۔ میں نے کہا آپ کو علم ہے کہ اس سے قادیانیوں کی تسلی ہوتی ہے نہ عام لوگوں کی اس لیے ذرا کھل کر بات کیجئے۔ کہنے لگے تم میرے بیٹوں کے برابر ہو۔ تم سے کیا بات کروں لیکن تمہارے اصرار پر حلقا کہتا ہوں کہ ایک مرتبہ مرزا محمود احمد نے محفل رنگ و شباب سجائی ہوئی تھی کہ موزن نے آ کر روایتی انداز میں آواز لگائی ”حضور نماز کے لیے“ یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے تو حضور نے جو بڑے موڈ میں تھے کہا:

اک تے تہاڈیاں نمازاں نے یہہ ماریا اے

یہ جملہ کمرہ خاص میں بیٹھے ہوئے تمام رندان بادہ خوار نے سنا اور کلکھلا کر ہنس پڑے

اور پھر موذن کو کہہ دیا گیا کہ نماز ”پڑھا دی جائے“ حضور مصروف ہیں۔ چودھری صاحب کہتے ہیں کہ یہی وہ لمحہ تھا کہ میں نے اس کیم کدہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا اور ایسی توبہ کی کہ پھر قادیان و ربوہ کا رخ تک نہ کیا اور اگرچہ میری معاشی اور معاشرتی زندگی پر اس کے بڑے تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں مگر زہر ہلا ل کو قد کہنے پر تیار نہیں ہوں۔

اس سے اس خانوادہ کو نفوذ باللہ نبوت، رسالت، امامت اور اہل بیت کے مقام تک پہنچانے والے خود سوچ لیں کہ کیا انکو روک کبھی حظل کا پھل لگ سکتا ہے اور اگر نہیں تو پھر مرزا غلام احمد کیسے ”نبی“ ہیں کہ جس اولاد کو وہ ذریت مشرہ قرار دیتے رہے اور ان کے قصیدے لکھتے ہوئے یہاں تک کہتے رہے کہ

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں

یہی ہیں پختن جن پر بنا ہے

وہ اپنی بدکرداری اور اپنی اندرونی محفلوں میں اسلای شعائر کا مذاق اڑانے میں اس مقام تک چلی گئی کہ اس کا تصور بھی کسی مسلمان کے حافیہ خیال میں نہیں آ سکتا۔

لارڈ ملہبی اور ظفر اللہ خاں

لاہور کے سیاسی و سماجی حلقوں کے لیے چودھری نصیر احمد ملہبی المعروف لارڈ ملہبی کا نام اجنبی نہیں۔ وہ ون یونٹ کے دوران مغربی پاکستان کے وزیر تعلیم رہے اور پھر انہوں نے پنجاب کلب میں اپنا ایسا مستقل ڈیرہ بنایا کہ یہ ان کی دوسری رہائش گاہ بن کر رہ گئی۔ ان کا تھوڑا ہی عرصہ ہوا، انتقال ہوا ہے۔ ان کے بیٹے چودھری افضل احمد ملہبی ایڈووکیٹ لاہور بار کے رکن ہیں۔ لارڈ ملہبی مرحوم نے ترقی پسندی سے لے کر بقول ممتاز کالم نگار رفیق ڈوگر آخری عمر میں مذہب کی طرف مراجعت کا بڑا طویل سفر کیا لیکن انہیں قریب سے جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور کسی واقعہ کے بیان میں ان کی ذات بھی ہدف بن جاتی تھی تو وہ اسے بچانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کلاسک پر کھڑے کھڑے بات چل نکلی تو میں نے ان سے چودھری ظفر اللہ خاں کے کردار کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے طالب علمی کے دور میں میں نے شاہنواز (شاہنواز موٹرز اور شیزان والے) سے اس بارے میں پوچھا تو چونکہ وہ میرے بہت قریبی دوست اور عزیز تھے، اس لیے بے ساختہ کہنے لگے یار وہ تو جب آتا ہے،، جان ہی نہیں چھوڑتا اور اس نے

مجھے اپنی بیوی کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ لارڈ ملس نے مزید بتایا کہ ”انہی ایام میں ظفر اللہ خان نے مجھے بھی پھانسنے کی کوشش کی تھی لیکن میں اس کے قابو میں نہیں آیا۔“

یہ ہے جنرل اسمبلی میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والے قائد اعظم کا اپنے نام نہاد عقائد و نظریات کی خاطر جنازہ نہ پڑھنے والے اور اپنے آپ کو ایک کافر حکومت کا مسلمان وزیر یا ایک مسلمان حکومت کا کافر وزیر قرار دینے والے کا اصل کردار اور یہ صرف ظفر اللہ خاں ہی سے مخصوص نہیں ہر بڑا قادیانی دہرے کردار کا مالک ہوتا ہے۔

امرد دکھانے کا مصلح موعودی طریقہ

انگریزی اور اردو زبان کو یکساں قدرت کے ساتھ لکھنے کے ساتھ ساتھ فلسفہ سیاست کے علاوہ فلم، موسیقی اور آرٹ پر گہری نگاہ رکھنے والے محدودے چند نامی صحافیوں میں احمد بشیر کی شخصیت اپنی ایک چمک رکھتی ہے۔ وہ اپنے صاف سقرے کردار، اکثر بین اور ہر حالت میں سچ کہہ کر اپنے دشمنوں میں اضافہ کرتے رہنے کی عادت کے باوصف حق گوئی و بیباکی میں ایک ایسا مقام رکھتے ہیں کہ اس عہد میں اس کی مثالیں اگر نادر الوجود نہیں تو خال خال ہو کر ضرور رہ گئی ہیں۔ ان سے ایک مرتبہ قادیانی امت کے مصلح موعود کے عجائب و غرائب کی ذیل میں آنے والے احوال و ظروف کا تذکرہ ہو رہا تھا تو انہوں نے مرزا محمود احمد کے عشرت کدہ خلافت سے آگاہی رکھنے والے اپنے ایک قادیانی دوست کے حوالے سے بتایا کہ مرزا محمود احمد کو معکوس عجمی ذوق کی عادت بھی تھی اور ایک مرتبہ وہ بقول اس قادیانی دوست کے اس عمل سے بھی گزر رہے تھے اور ساتھ ساتھ امر دہمی کھاتے جا رہے تھے۔

احمد بشیر صاحب خدا کے فضل و کرم سے زندہ موجود ہیں اور اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ میں اس پر صرف یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اس نوع کے افعال سے دل بہلانے والے اور روحانیت کے پردے میں رومانیت کا کھیل کھیلنے والوں کی تو اس خطے میں کوئی کمی نہیں لیکن امر دہمی مصلح موعودی طریقہ ایسا ہے کہ شاید ہی نہیں، یقیناً پوری دنیا میں اس کی نظیر نہیں مل سکے گی۔ ایسے شخص کو آپ مفسول کہیں گے یا مفسول مطلق اس کا فیصلہ آپ خود کر لیں۔

منظہر ملتانی مرحوم کی ایک حیران کن روایت

منظہر ملتانی مرحوم نے جن کے والد فخر الدین ملتانی کو قادیان میں مرزا محمود احمد کی ناگفتہ

یہ حرکات کو منظر عام پر لانے کے لیے پوسٹر لگانے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا تھا، مجھے بتایا ایک مرتبہ ان کے والد محترم اپنے ایک دوست سے گفتگو کرتے ہوئے انہیں مرزا غلام احمد کے داماد نواب محمد علی آف مالیر کوئلہ کے بارے میں یہ بتا رہے تھے کہ انہیں اواخر عمر میں کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو گیا تھا کہ وہ اپنی کٹھی کی میڑھیاں ناکھڑا لڑکیوں کو اہرام سینہ سے پکڑ کر چڑھتے تھے لیکن اپنے خاندان کی خواتین کو سخت ترین پردے میں رکھتے تھے اور انہیں پالکیوں میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جب مرزا غلام احمد نے ان سے اپنی نوجوان بیٹی مبارکہ بیگم بیانی تو ان کی عمر ستاون سال تھی اور حق مہر بھی ستاون ہزار ہی رکھا گیا تھا اور نواب مالیر کوئلہ کو اپنے تفصیلی عقائد کو بھی برقرار رکھنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

قاضی اکمل اور مرزا بشیر احمد

قاضی اکمل بڑی معروف شخصیت تھے۔ اب تو عرصہ ہوا ہادیہ میں پہنچ چکے ہیں۔ جس زمانے میں راقم الحروف ربوہ میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا چند مرتبہ ان کے پاس بھی جانا ہوا۔ وہ صدر انجمن احمدیہ کے کوارٹرز میں رہتے تھے۔ بوا سیر کے مریض تھے۔ اس لیے لیٹے ہی رہتے تھے اور ان کے پہلو میں ریڈ پوسٹل اپنی دھنیں بکھیرتا رہتا تھا۔ یہ خبیث الطرفین شخصیت ہی وہ ہے، جس نے مرزا غلام احمد کے عہد میں خود ان کے سامنے اپنی یہ نظم پیش کی تھی، جس کے یہ اشعار زبان زد عام ہیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

ان کو ملنے کے لیے گئے تو نصر اللہ ناصر میرے ساتھ تھے۔ اگر ان کا حافظہ جواب نہ دے گیا ہو یا ملازمت کی مجبوریاں زیادہ نہ بڑھ گئی ہوں تو وہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ قاضی اکمل نے تفسن طبع کے طور پر یہ واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ ہم چند دوست مرزا بشیر احمد کے پیچھے قادیان سے باہر سیر سپاٹے کے دوران نماز پڑھ رہے تھے۔ مرزا بشیر احمد نے امامت کروائی اور ابھی وہ نماز میں ہی تھے تو میں نے کہ ”ادئے وضو کھتا سائی“ یہ ہے قادیانی نماز.....

جب میں لاہور آیا تو مظہر ملتانی مرحوم نے قاضی اکمل کے اپنے ہاتھوں کا لکھا ہوا ایک

شعر مجھے دکھایا جو ایک طویل نظم کا حصہ تھا۔ وہ شعر مجھے اب بھی یاد ہے جو یہ ہے:-

بدن اپنا پھر آگے اس کے والا
تو کلت علی اللہ تعالیٰ

اس قادیانی کی خباثت کا اندازہ لگائیں کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کرنے میں کس قدر بے باک تھا۔ ایک دوسرا شعر بھی قاضی اکمل کے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں مظہر ملتانی مرحوم نے مجھے دکھایا تھا لیکن وہ اس قدر رختہ تھا کہ اس کا صرف ایک ہی مصرع پڑھا جاسکتا تھا جو یہ ہے:

نہ چیخ مارو حبیب میرے کہ ہو چکا ہے دخول سارا

اب اگر قادیانی امت کے نام نہاد ”صحابیوں“ کی یہ حالت ہے تو پھر ان کے ”نبی صاحب“ ”خلفا“ اور دوسرے ”اہل بیت“ کی کیا حالت ہوگی، اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

مرزا ناصر احمد نے اپنے ہی پوتے کے اغوا کا منصوبہ بنالیا

ربوہ میں چار سہ کی ایک ممتاز دیرینہ احمدی فیملی رہائش پذیر تھی۔ مرزا ناصر احمد کو پتہ نہیں کیا سوچھی کہ اس نے اپنے بیٹے مرزا القمان احمد کا نکاح اس خاندان کے سربراہ کو باصرار راضی کر کے ان کی صاحبزادی سے کر دیا۔ یہ لڑکی ایک انتہائی شریف اور وضع دار خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ ”قصر خلافت“ میں آگئی تو اس نے اپنے خاوند، اس کے والد مرزا ناصر احمد اور دیگر افراد خانہ کی اصل ”روحانیت“ اور ”احمدیت“ کا حقیقی عکس دیکھا تو اس کے لیے ایک پل بھی یہاں رہنا ناممکن ہو گیا۔ ناچار اس شریف زادی نے ساری داستان اپنے گھر والوں کو بتائی اور مرزا القمان احمد سے طلاق لے لی۔

اس عرصہ میں ان کے ہاں ایک بیٹا تولد ہو چکا تھا۔ مرزا القمان احمد نے مرزا ناصر احمد کی شہ پر اس بیٹے کو اغوا کر کے اسے فوری طور پر لندن اسمگل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے لیے نہ صرف پاسپورٹ تیار کروایا گیا بلکہ ویزہ بھی حاصل کر لیا گیا۔ لیکن ”خاندان نبوت“ سے ہی قرہی تعلق رکھنے والے ایک معروف و متمول شخص نے نہایت خاموشی سے یہ اطلاع درانی صاحب کو پہنچا دی اور وہ اپنے بچوں کو بڑی مشکل سے ربوہ سے نکالنے میں کامیاب ہوئے۔ اب یہ لڑکا رضوان پشاور کے ایک کالج میں زیر تعلیم ہے مگر ”خاندان نبوت“ کے غنڈے وہاں سے بھی اسے اغوا کرنے کے چکر میں رہتے ہیں مگر مقامی مسلمان طالب علموں، اساتذہ اور پرنسپل کی خصوصی نگہداشت کے سبب وہ ابھی تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کی ایک وجہ رضوان کے عزیز واقارب کا

پوری طرح چوکس رہنا ہے۔ اگر وہ کہیں ربوہ میں ہی رہائش پذیر ہوتے تو پتہ نہیں قادیانی غنڈے ان کا کیا حشر کرتے اور اس بستی میں کوئی ایک شخص بھی بچی گواہی دینے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ جب تک حکومت ربوہ کی رہائشی زمین کی (جو کراؤن لینڈ ایکٹ کے تحت کوڑیوں کے مول کی گئی تھی) لہجہ ختم کر کے لوگوں کو مالکانہ حقوق نہیں دیتی اور وہاں کارخانے لگا کر روزگار کے مواقع پیدا نہیں کرتی، ایک ہی اقلیت کے تسلط کے باعث یہاں غنڈہ گردی ہوتی رہے گی اور قانون بے بس اور لاچار رہے گا۔

عروسہ گیسٹ ہاؤس

جنرل ضیاء الحق مرحوم کے زمانے میں ”خاندان نبوت“ کے معتبہ امیدوار ”خلافت“ مرزا رفیع احمد کے ایک انتہائی قریبی عزیز پیر صلاح الدین جو بیوروکریسی میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز رہے ہیں، راولپنڈی میں عروسہ گیسٹ ہاؤس کے نام سے فحاشی کا ایک اڈہ چلاتے ہوئے پکڑے گئے، جس پر ان کا منہ کالا کیا گیا اور اس کی روسیاهی کی تصویریں تمام قومی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ جس کو اس بارے میں کوئی شک ہو، وہ ”نوائے وقت“ اور ”جنگ“ کے فائلوں میں یہ تصویر دیکھ سکتا ہے۔

فیر چندہ کتھے دیاں گے

قادیانی امت نے ماڈرن گدا گردوں کا روپ دھار کر اپنے مریدوں کی جیبیں صاف کرنے کے لیے چندہ عام، چندہ جلسہ سالانہ، چندہ نشر و اشاعت، چندہ وصیت، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ خدام الاحمدیہ، چندہ انصار اللہ، چندہ اطفال الاحمدیہ، چندہ بہشتی مقبرہ اور اس طرح کے بیسیوں دیگر چندے وصول کرنے کے لیے گداگری کے اتنے کھکھول بنائے ہوئے ہیں کہ عام قادیانیوں سے جینے اور مرنے کا بھی ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے اور خود تو ”خاندان نبوت“ کے افراد اندرون ملک اور بیرون ملک عیاشانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن اپنے مریدوں کو سادگی اور ”احمدیت“ اور ”اسلام“ کے فروغ کے لیے سادگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

اس مسلسل کنڈیشننگ کا یہ عالم ہے کہ عام قادیانی اسے بھی زندگی کا حصہ خیال کرنے لگ پڑتے ہیں۔ ماسٹر محمد عبداللہ ٹی آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انہیں اس بات کا یقینی اور قطعی علم ہو گیا کہ یہ مدرسہ خلیفہ جی اور ان کے حواریوں کو خام مال سپلائی کرنے کی نمری ہے تو انہیں یہ

باتیں زبان پر لانے کی پاداش میں جماعت سے ہی نہ نکالا گیا بلکہ مذہبی جاگیرداریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں شہر بدر بھی کر دیا گیا۔

جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ پھر ”احمدیت“ پر ہی تین حرف بھیج دیں کیونکہ اس کے رہنماؤں کے احوال و ظروف سے تو آپ کو بخوبی آگاہی ہو چکی ہے تو وہ کہنے لگے ”اے گل تے ٹھیک اے پر فیر چندہ کتھے دیاں گے؟“

لاہوری پارٹی کے سابق امیر مولوی صدر الدین نے جب وہ قادیان میں ٹی آئی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے تو انہوں نے بھی اسی صورت حال کو ملاحظہ کیا تھا۔ ماسٹر عبداللہ اور مولوی صدر الدین نے ایک دوسرے کو ملنا تو درکنار شاید دیکھا بھی نہ ہو لیکن ان ایک بیانات میں مطابقت قادیانیوں کے لیے قابل غور ہے۔

یادوں کا کارواں چند مزید جھلکیاں

آغا سیف اللہ مربی ”سلسلہ عالیہ احمدیہ“ جو کئی سال تک ۸۷ سی ماڈل ٹاؤن لاہور میں ”تبلیغی فرائض“ انجام دیتے رہے۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران ہی اپنے مخصوص ایرانی ذوق کی وجہ سے خاصے معروف تھے اور سیالکوٹ کے نواحی قصبے کے ایک دوسرے طالب علم نصیر احمد سے ربط و ضبط کی وجہ سے رسوائی کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے۔ موخر الذکر کو قدرے بھاری سرینوں کی وجہ سے نصیر احمد ”ڈھوکی“ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آغا سیف اللہ نے میرے سامنے بوجہ واضح طور پر یہ تو تسلیم نہیں کیا کہ ان کے نصیر احمد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا تھی لیکن اتنا ضرور بتایا کہ ایک دوسرے مربی صاحب داؤد احمد حنیف نے نصیر احمد سے ”کرم فرمائی“ کی استدعا کی تھی لیکن انہوں نے آغا صاحب کو متا دیا، جس پر انہوں نے داؤد احمد حنیف کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کی جو بالواسطہ اشارہ تھا کہ قادیانی امت کے قواعد و ضوابط کے مطابق کسی دوسرے کی جولانگاہ میں اس طرح کا کھلاتجاوز درست نہیں۔ آخر اجازت لے لینے میں ایسی کون سی قباحات ہے۔

موصوف نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنے ایک ایم۔ ایس سی دوست سے بھی مسلسل فیض یاب ہوتے رہتے ہیں اور انہیں اس بات پر خصوصی حیرت ہے کہ مرد و زن اور دو مردوں کے درمیان جنسی مراسم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کیونکہ سارا پر اس بالکل ایک جیسا ہے۔ پھر پتہ نہیں لوگ ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کیوں سمجھتے ہیں؟ انہوں نے فن طفل تراشی کی کراہت کو کم کرنے کے لیے یہ بھی بتایا کہ مجید احمد سیالکوٹی مربی سلسلہ نے انہیں دوران تعلیم ہی ”سلوک“ کی

ان منازل سے کچھ آگاہی بخشنے ہوئے کہا تھا کہ میر داؤد احمد آنجمانی سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ جو ”حضرت مصلح موعود مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی“ کے نہایت قریبی عزیز اور میر محمد اسحاق کے بیٹے تھے، انہیں بھی اس خاندانی علت المشائخ سے حصہ وافر ملا تھا اور موصوف (مجید احمد سیالکوٹی) کو افسر جملہ سالانہ میر داؤد احمد کے ساتھ کئی سال تک پرنسپل اسٹنٹ کے طور پر ڈیوٹی دیتے ہوئے بعض بڑے نادر تجربات ہوئے اور اسی تعلق میں انہوں نے یہ بھی بتایا ”ایسے ہی ایک موقع پر رات کے پچھلے پہر جب سب اپنی اپنی ڈیوٹی سے تھک ہار کر سستانے کے لیے لیٹے تو میر داؤد احمد نے میرے شجر حیات کو پکڑ کر اپنی رانوں کے درمیان رکھ لیا اور اسی عالم میں میں نے ان سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مجھے اندرون ملک مربی بنا کر نہیں رکھیں گے بلکہ کسی بیرونی ملک میں بھجوا دیں گے اور پھر انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کر دیا۔

راقم یہ گزارش کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ مجھے فنون کثیفہ کی اس صنف کے ایک اور ماہر جامعہ احمدیہ کے پرانے طالب علم صادق سدھو نے بتایا کہ میر داؤد احمد انہیں تخیلہ میں بلا کر اکثر پوچھا کرتے تھے کہ تم سلسلہ اغلامیات کے یہ مرحلے کس طریقے سے طے کرتے ہو۔ اس پس منظر میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ان کمزور لمحات میں اگر مجید احمد سیالکوٹی میر داؤد احمد سے کچھ اور بھی منوالیتے تو شاید وہ اس سے بھی انکار نہ کرتے اور یوں قادیانی کام شاستر کے کچھ نئے آسن بھی سامنے آ جاتے۔

خیر یہ چند جملے تو یونہی طوالت اختیار کر گئے۔ تذکرہ ہو رہا تھا آغا سیف اللہ صاحب کا جو آج کل قادیانی امت کے ناقوس خصوصی ”الفضل“ کے پبلشر ہیں۔ انہوں نے راقم الحروف کو خود بتایا کہ ان کی اہلیہ جو ”خاندان نبوت“ سے بڑی عقیدت رکھتی ہیں، ایک مرتبہ خلیفہ ثانی کے اس ”حرم پاک“ سے ملنے گئیں جو بشری مہر آپا کے نام سے معروف ہیں۔ تو جب تکلفات سے بے نیاز ہو کر کھلی ڈلی گفتگو شروع ہوئی تو موصوف نے کسی لگی لپٹی کے بغیر کہا کہ ان کا تو رحم ہی موجود نہیں ہے۔ یہ رحم کس طرح ”معجزانہ“ طور پر غائب ہوا تھا اور عصمت کے اس ویرانے میں کس انداز میں ”رویا و کشوف“ کی چادر چڑھا کر اس معاملے کو ٹھپ کر دیا گیا اور اندھے مریدوں اور مجبور عقیدت مندوں سے اس پر کیونکر ”زندہ باد“ کے نعرے لگوائے گئے۔ اس اجمال کی کسی قدر تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس لیے مزید طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ یہ حقائق پر مبنی واقعات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انہیں پوری تفصیل سے لکھا جائے تو کمزور بک آف ورلڈ ریکارڈز کے کئی ایڈیشن اسی کے لیے مخصوص ہو کر رہ جائیں۔

وہ لوگ جو طعناً کہتے ہیں کہ اکثر و بیشتر مسالک و مکاتب فکر کے دینی مدرسوں میں فقہی موشگافیاں جدا جدا سہی، مگر عملی نصاب (کورس) ایک ہی ہے۔ وہ جامعہ احمدیہ کو اس فن میں وہ مقام دینے پر مجبور ہوں گے کہ پورے دثوق سے کہا جاسکے گا کہ یہاں سے ”احمدیت“ کی تبلیغ کے جو ”چراغ“ روشن ہو چکے اور ہو رہے ہیں، وہ کون کون سی تاریک راہوں کو منور کریں گے اور ”احمدیت“ کا ”نور“ کس طریقے سے پھیلائیں گے۔

خدا گواہ ہے کہ جب میں نے حصول تعلیم کے لیے ربوہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو میرے حافیہ خیال میں بھی یہ بات موجود نہ تھی کہ ”نبوت و خلافت“ کی جھوٹی رداؤں میں لپٹے ہوئے رویائے صادقہ اور کشف کی دنیا میں ”سیر روحانی“ کا دعویٰ کرنے والے لاکھوں افراد سے ”دین اسلام“ کو اکناف عالم تک پہنچانے کے جھوٹے دعوے کر کے ان کی معمولی معمولی آمدنیوں سے چندے کے نام پر کروڑوں نہیں، اربوں روپیہ وصول کرنے والے اور انہیں نان جوئی پر گزارہ کی تلقین کر کے خود ان کے مال پر کچھ بے اڑانے والے، اندر سے اس قدر غلیظ اس قدر گندے اور اس قدر ناپاک ہوں گے اور ایسی کسی تصوراتی لہر کا ذہن میں آجانا فی الواقع ممکن بھی نہ تھا، کیونکہ میرے والد محترم فوج سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ کے بعد نہ صرف یہ کہ خود قادیانیت کے چنگل میں پھنس چکے تھے، بلکہ انہوں نے میرے دو بڑے بھائیوں کو بھی قادیانیت کی جانی، مالی، لسانی، حالی اور قلبی خدمت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

ان حالات میں، میں نے ربوہ کی شور زدہ زمین پر قدم رکھا تو چند ہی دنوں میں میرے تعلقات ہر کہ و مد سے ہو گئے اور ہمارے خاندان کی یہ اتنی بڑی احقانہ ”قربانی“ تھی، جسے وہاں ”اخلاص“ سمجھا جاتا تھا اور اس کا برملا اعتراف کیا جاتا تھا۔ لیکن جوں جوں میرے روابط کا دائرہ پھیلتا گیا، اسی نسبت سے اس جبریت زدہ ماحول میں ربوہ کے باسیوں کی خصوصی اور دوسرے قادیانیوں کی عمومی بے چارگی اور بے بسی کا احساس میرے دل میں فزوں تر ہوتا گیا اور اس پر مستزاد یہ کہ ”خاندان نبوت“ کے تمام ارکان بالخصوص مرزا محمود احمد کے بارے میں ایسے ایسے ناگفتہ بہ انکشافات ہونے لگے کہ ذہن ان کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا تھا کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن جب میں نے پرانے قادیانیوں سے اس بارے میں مزید استفسار کیا تو پھر تو مشاہدات اور آپ بیتیوں کی ایک ایسی پٹاری کھل گئی کہ میری کوئی تاویل بھی ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور میں اپنے مشاہدات کی جو یہ تعبیر کر لیتا تھا کہ خلیفہ صاحب کے خاندان کے لوگ اور ان کے ارد گرد رہنے والے تو بدکردار ہیں، لیکن خود وہ ایسے نہیں ہو سکتے، وہ خود بخود ہوا ہو کر رہ گئی۔

اس دوران قلب و ذہن، کرب و اذیت کی جس کیفیت سے گزر سکتا ہے، اس سے میں بھی پورے طور پر گزرا۔ اس لیے اگر کسی قادیانی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ محض الزام تراشی اور بہتان طرازی صرف ان کا دل دکھانے کے لیے ہے تو وہ یقین جانے کہ بخدا ایسا ہرگز نہیں۔ یہ سارے دلائل تو میں بھی اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے دیتا رہا مگر دلائل کب مشاہدے اور تجربے کے سامنے ٹھہر سکے ہیں کہ یہاں ٹھہر جاتے۔ پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ یہ الزامات لگانے والے کوئی غیر نہیں بلکہ خود قادیانی امت کے لیے جان اور مال کی قربانیاں دینے والے اور اپنے خاندانوں اور برادریوں سے اس کے لیے کٹ کر رہ جانے والے لوگ ہیں۔ کیا وہ محض قیاس اور سنی سنائی باتوں پر اتنا بڑا اقدام کرنے پر عقلاً تیار ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

انسان جس شخصیت سے ارادت و عقیدت کا تعلق رکھتا ہے، اس کے بارے میں اس نوع کے کسی الزام کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر وہ ایسا کرنے پر تل جاتا ہے تو پھر سوچنا پڑے گا، کہ اس شخصیت سے ضرور کوئی ایسی ابتلا ریل بات سرزد ہوئی ہے کہ اس سے فدائیت کا تعلق رکھنے والے فرد بھی اس پر انگلی اٹھانے پر مجبور ہو گئے ہیں اور پھر یہ انگلی اٹھانے والے معمولی لوگ نہیں، ہر دور میں خاندان نبوت کے یمن و یسار میں رہنے والے ممتاز افراد ہیں۔ مرزا غلام احمد کے اپنے زمانے میں مرزا محمود احمد پر بدکاری کا الزام لگا، جس کے بارے میں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کے پہلے امیر مولوی محمد علی کا بیان ہے کہ یہ الزام تو ثابت تھا مگر ہم نے شبہ کا فائدہ دے کر مرزا محمود کو بری کر دیا۔ پھر محمد زاہد اور مولوی عبدالکریم مہبلہ والے اور ان کے اعزہ اور اقرباء نے اپنی بہن سیکندہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے خلاف احتجاج کے لیے باقاعدہ ایک اخبار ”مہبلہ“ کے نام سے نکالا اور خلیفہ صاحب کے اشارے پر میر قاسم علی جیسے چھٹ بھٹیوں نے ان کے خلاف مستریاں مشین سویاں ایسی طعنہ زنی کر کے اصل حقائق کو چھپانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد مولوی عبدالرحمن مصری، عبدالرزاق مہدی، مولوی علی محمد اجیمیری، حکیم عبدالعزیز، فخر الدین ملتانی، حقیقت پسند پارٹی کے بانی ملک عزیز الرحمن، صلاح الدین ناصر بنگالی مرحوم اور دوسرے بے شمار لوگ وقتاً فوقتاً مرزا محمود احمد اور ان کے خاندان پر اسی نوعیت کے الزام لگا کر علیحدہ ہوتے رہے اور بدترین قادیانی سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوتے رہے۔

ملازمتوں سے محروم اور جائیدادوں سے عاق کیے جاتے رہے۔ مگر وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ کیا محض یہ کہہ کر کہ یہ قریب ترین لوگ محض الزام تراشی کرتے رہے، اصل حقائق پر

پردہ ڈالا جاسکتا ہے؟ اگر کوئی شخص اپنی ماں پر بدکاری کا الزام لگاتا ہے تو فقط یہ کہہ کر اس کی بات کو رد کر دینا کہ دیکھو کتنا برا آدمی ہے، اپنی ماں پر الزام لگاتا ہے، درست نہ ہوگا، یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس کی ماں نے گول بازار کے کس چوراہے میں بدکاری کی ہے کہ خود اس کے بیٹے کو بھی اس کے خلاف زبان کھولنا پڑی ہے۔ جس رفتار سے ان واقعات سے پردہ اٹھ رہا تھا اسی سرعت سے میرے اعتقادات کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی تھی اور میری زبان ایک طبعی رد عمل کے طور پر ربوہ کے اس دجالی نظام کی قلعی کھولنے لگ پڑی تھی اور اس خباثت کو نجات کہنے کے لیے تیار نہ تھی۔

مرزا محمود احمد بارہ سال کے بدترین فالج کے بعد جہنم واصل ہوا تو ربوہ کے قصر خلافت میں جس دو جانب کھلنے والے کمرے میں اس کی لاش رکھی ہوئی تھی، میں بھی وہاں موجود تھا اور میرے دوسا تھی فضل الہی اور خلیل احمد، جو اب مربی ہیں، بھی میرے ساتھ ہاکیاں لیے وہاں چہرہ دے رہے تھے۔ میں نے مرزا محمود احمد کو انتہائی مکروہ حالت میں پاگلوں کی طرح سرمارتے اور کرسی پر ایک جگہ سے دوسری جگہ اسے لے جاتے ہوئے کئی مرتبہ دیکھا تھا۔ ربوہ کی معاشی نبوت پر پلنے والے اس حالت میں بھی اس کی ”زیارت“ کے نام پر لوگوں سے پیسے بٹورتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ بس گزرتے جائیں بات نہ کریں۔ حسب توفیق نذرانہ دیتے جائیں۔ اس دور میں اس کے جسم کی ایسی غیر حالت تھی کہ بیوی بچے بھی انہیں چھوڑ چکے تھے اور سوئٹزر لینڈ سے منگوائی گئی نرسیں بھی دو ہی ہفتے کے بعد بھاگ کھڑی ہوئی تھیں۔ لیکن اب تو وہاں تراشی ہوئی داڑھی والا اور ابن وزیائش کے تمام لوازمات سے بری طرح تھوپا گیا ایک لاشہ پڑا تھا۔

میں نے مذکورہ بالا دونوں نوجوانوں کو کہا کہ یا رکھ تک تو اس چہرے پر بارہ بجے ہوئے تھے مگر آج اس پر بڑی محنت کی گئی ہے تو ان میں سے موخر الذکر کہنے لگا ”تو ساڈا ایمان خراب کر کے چھڑیں گا۔“ یہ دونوں اپنی ”پختہ ایمانی“ کی بناء پر ابھی تک قادیانیت کا دفاع کر رہے ہیں لیکن میں نے اس ایمان کو ذہنی طور پر اسی وقت چناب کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔

مرزا ناصر احمد کو ایک مخصوص پلاننگ کے تحت خلافت کے منصب پر بٹھایا گیا تو اس نے دوسرے امیدوار مرزارفع احمد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ اس سے ملنے جلنے والوں اور تعلق رکھنے والوں کو ملازمتوں سے محروم کرنے اور ربوہ بدر کرنے کے احکامات جاری ہونے لگے اور یہ سلسلہ اس حد تک بڑھا کہ گدی نشینی کی اس جنگ میں ہزاروں افراد اور ان کے خاندان خواہ مخواہ نشانہ بن گئے، سوشل بائیکاٹ کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ اپنی برادریوں سے مرزا غلام احمد کو نبی مان کر اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے جنازوں اور شادیوں تک میں شرکت کو حرام قرار دے کر ان سے پہلے

ہی علیحدہ ہو چکے تھے۔ اس لیے ان کے لیے نہ جائے ماندن، نہ پائے رفتن والی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ربوہ میں رہائشی زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی اور صدر انجمن احمدیہ جو مرزا غلام احمد کے خاندان کی گھریلو کینز اور ذاتی تنظیم ہے، وہ کسی بھی وقت ”باغیوں“ کو رہائش سے محروم کر دیتی ہے اور ان کی بڑی تعداد پھر اس خوف سے کہ وہ اس مہنگائی کے دور میں سرکہاں چھپائیں گے، دوبارہ ”خلیفہ خدا بناتا ہے“ کی ڈگڈگی پر رقص کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس دور میں بھی یہی کچھ ہوا۔

ان دنوں میں اقتدار کی اس کھٹکھٹ کو بہت قریب سے اور بہت غور سے دیکھ رہا تھا لیکن اس دور میں میرا عقائد و نظریات کے حوالے سے قادیانی امت سے کوئی بنیادی اختلاف نہ تھا اور ایک روایتی قادیانی کی طرح میں اتنا ہی غالی تھا جتنا کہ ایک قادیانی ہو سکتا ہے۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں غالباً اپنی والدہ محترمہ کی تربیت کے زیر اثر قادیانیوں کے اس عموئی طریق استدلال کا سخت مخالف تھا، جس کے تحت وہ مرزا غلام احمد اور اس کی اولاد کا معمولی معمولی باتوں میں بھی حضور ﷺ سے موازنہ شروع کر دیتے تھے اور میری اس پر بے شمار لڑائیاں ہوئیں۔

قادیانیوں کی اس بارے میں دریدہ ذہنی کا اندزہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا ایک با اثر مولوی جو آج کل اپنی اسی خناسیت کی وجہ سے گھٹنوں کے درد سے لاچار ہے، کہا کرتا تھا کہ خاتم النبیین کی طرز پر ایسی ترکیبیں اس کثرت سے زور دار طریقے سے رائج کرو کہ اس ترکیب کی (نعوذ باللہ) کوئی اہمیت ہی نہ رہے۔

یاد رہے کہ میری والدہ محترمہ میرے والد کے بے حد اصرار کے باوجود قادیانیت کے جال میں نہیں پھنسیں اور میں نے کبھی ایک مرتبہ بھی ان کی زبان سے مرزا غلام احمد یا اس کے کسی نام نہاد خلیفہ کا نام تک نہیں سنا۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ میں پانچ وقت نماز پڑھتی ہوں، حکم خداوندی ادا کرتی ہوں، تہجد بھی پڑھتی ہوں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ و خیرات بھی میرا معمول ہے۔ اگر اسکے باوجود خدا تعالیٰ مجھے نہیں بخشا تو نہ بخشے۔ میں حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں مان سکتی۔

مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے سلسلے میں جب ہارس ٹریڈنگ شروع ہوئی تو میں نے اس پر سخت تنقید کرتے ہوئے احتجاج کیا اور اپنی مغللوں میں اس پر خوب کھل کر تبصرے کیے۔ ایک موقع پر ہمارے ایک جھنگوی دوست نے مجھ سے پوچھا کہ اگر کسی دوسرے پیر کے بیٹے اور پوتے اس کے بعد گدی پر بیٹھ جائیں تو ہم اسے گدی کہتے ہیں لیکن مرزا غلام احمد کے بیٹے اور پوتے یہی کام کر لیں تو یہ خلافت کیوں کہلاتی ہے تو میں نے اسے کہا کہ جس طرح عام آدمی کو آنے والا خواب، خواب ہوتا ہے اور خلیفہ جی کو آنے والا خواب ”رویا“ ہوتا ہے، اسی طرح یہ گدی خلافت ہوتی

ہے۔ مرزا ناصر احمد کے جاسوسوں نے فوراً اسے اس بات کی خبر کر دی اور وہ بہت چراغ پا ہوئے اور ایک اجتماعی ملاقات میں میرے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نے مجھے دھمکی دی کہ آپ کوئی بات نہیں مانتے۔ آپ کو خیال رکھنا چاہیے۔ میں اسی لحاظ سمجھ گیا کہ اب مرزا ناصر احمد کے تلوے جلنے لگے ہیں اور وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے میرے خلاف اقدامات کریں گے۔ اسی دوران ایک واقعہ ہوا کہ میں لیہ میں مقیم تھا کہ بیت المال کا ایک کلرک جسے ربوہ کی زبان میں انسپٹر بیت المال کہتے ہیں، میرے پاس ٹھہرا اور آزادانہ بات چیت کے دوران اس نے مجھے اندرونی حال بتاتے ہوئے کہا کہ خاندان والے خود تو کوئی چندہ نہیں دیتے لیکن ہمارے حقیر معاذوں میں سے بھی چندے کے نام پر جگا ٹیکس کاٹ لیتے ہیں۔ ان دنوں مرزا ناصر احمد کسی دورے پر افریقہ یا کسی دوسرے ملک گیا ہوا تھا۔ میں نے کہا اگر تم ایسے ہی دل گرفتہ ہو تو دعا کرو کہ اس کا جہاز کریش ہو جائے۔ اس آدمی نے یہ بات توڑ مروڑ کر لیہ کے مقطوع النسل امیر جماعت فضل احمد کو بتائی تو اس نے نمبر بتانے کے لیے مرزا ناصر احمد کو فوری رپورٹ دی کہ شفیق تو تمہارا جہاز کریش ہونے کی دعا کرتا ہے۔ مرزا ناصر کو یہ بات سن کر آگ لگ گئی۔ مجھے فوراً واپس بلایا گیا۔ سو پہلے تو ربوہ کے ڈی آئی جی عزیز بھانڈی اور اس کے گماشتوں کے ذریعے قادیانی غنڈے میرے پیچھے لگائے گئے مگر میں پھر بھی باز نہ آیا تو ربوہ کی تمام عبادت گاہوں میں میرے سوشل بایکٹ کا اعلان کر دیا گیا اور پاکستان کی تمام جماعتوں کے افراد کو خطوط کے ذریعے بھی اس کی اطلاع کر دی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اس پر ایک پورا خطبہ بھی دے ڈالا جو آج تک شائع نہیں ہوا۔

میرا مزید ناظمہ بند کرنے کے لیے میرے دو بڑے بھائیوں سے تحریری عہد لیا گیا کہ وہ مجھ سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے۔ سو انہوں نے بھی مجھے نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور میرے آبائی گھر پر تسلط جما کر مجھے وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ واقعات صرف مجھ پر ہی نہیں بیتے اور سینکڑوں نہیں، ہزاروں افراد اس صورت حال سے دوچار ہوئے ہیں مگر کسی حکومت نے، انسانی حقوق کی کسی تنظیم نے اس پر آواز احتجاج بلند نہیں کی۔ کسی عاصمہ جہانگیر، آئی اے رحمان نے ان لوگوں کے بنیادی شہری اور انسانی حقوق کی بحالی اور ان کو پہنچائے جانے والے نقصان کی حلانی کے لیے آواز نہیں اٹھائی مگر کسی قادیانی کے پاؤں میں کانٹا بھی چھ جائے تو شور مچا دیا جاتا ہے۔

ایک طرف تو یہ صورت حال تھی تو دوسری طرف بڑے بڑے قادیانی عہدیدار مجھے ”حضور“ سے معافی مانگ لینے کی تلقین کر رہے تھے لیکن میں نفیاب احمد کو کسی بھی صورت میں گاجر کہنے کے لیے تیار نہ ہوا تو قادیانیوں نے لاہور میں میری رہائش گاہ پر آ کر مجھے قتل کرنے اور سبق

سکھا دینے کی دھمکیاں دیں۔ لاہور میں بہترین مکان خرید کر دینے کی پیشکش بھی ہوئی مگر میں اس ترغیب و ترتیب کے بھرے میں نہ آیا۔ قادیانی امت کا رنج اس بات سے مزید بڑھ گیا تھا کہ میرا اختلاف اب انگریز کے خود کا شتہ پودے کے صرف اعمال ہی سے نہیں تھا، نظریات سے بھی تھا اور میں مرزا غلام احمد کی ظلی، بروزی، لغوی، اور غیر تشریحی نبوت پر لعنت بھیج کر مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کے سبز پرچم کے نیچے آچکا تھا۔ مرزا ناصر احمد کی گدی نشینی کے عہد میں ان کے مختلف مغضی مشاغل کی کہانیاں ٹی آئی کالج سے لے کر ربوہ کے ہر اس گھر تک پھیلی ہوئی تھیں، جہاں کسی خوش رو کا بئیرا تھا اور اس طرح ”خاندان نبوت“ کی دوسری کلیاں بھی اپنے اپنے ذوق کا سامان کرنے کی وجہ سے گونا گوں کہانیوں کی زد میں تھیں۔ لیکن مرزا ناصر احمد کے سینکڑوں کبوتروں کو ٹی آئی کالج کی رہائش گاہ سے ”قصر خلافت“ منتقل کرنا یا ان کے آزاد کر دینے کا معاملہ خاصے دنوں تک ایک مسئلہ بنا رہا اور مولوی تقی نے اس پر بڑا دلچسپ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مغل کوئی ”بازی“ ترک کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

ایک دن مرزا ناصر احمد کے ”فیض جسمانی“ کے کرشموں کا بیان جاری تھا اور جو دھال بلڈنگ میں واقع دواخانہ نور الدین میں حکیم عبدالوہاب بڑے مزے لے کر سنا رہے تھے کہ صاحبزادہ صاحب نے کس طرح ریلوے کے ایک کانٹے والے کی لڑکی ثریا کو اس کے باپ کی غیر موجودگی میں خود اس کے ریلوے کوارٹر میں جالتاڑا۔ ابھی یہ حکایت ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ الشکر الاسلامیہ والی پرانی بلڈنگ کے مالک حکیم صاحب کو ملنے کے لیے آگئے اور باتوں باتوں میں احمدیت کی مخالفت کرنے والوں کو ذلیل و خوار ہونے کے واقعات کا تذکرہ شروع ہو گیا اور تمام اکابر مسلمانانِ پاک و ہند کو پیش آنے والے مبینہ مصائب کو احمدیت کی مخالفت کی سزا قرار دے کر ”احمدیت“ کی سچائی ثابت کی جانے لگی۔

جب حکیم صاحب کے پرانے شناسا اس نوارد نے یہ داستان ختم کی تو حکیم صاحب نے بڑی آہستگی سے کہا کہ وہ آپ کی بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا گیا تھا، اس کے بعد بھی آپ ربوہ میں ہی رہ رہے ہیں تو میں حیران رہ گیا کہ ایک طرف تو وہ ”احمدیت“ کی خاصیت پر مخالفین کو پہنچنے والے نقصانات اور آلام و مصائب کو اپنے مسیح موعود اور مصلح موعود کی ”کرامات“ کے طور پر پیش کر رہا تھا، مگر جو نبی اس نے حکیم صاحب کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو اس کی آنکھیں بھرا گئیں اور وہ گلو کیر آواز میں کہنے لگا حکیم صاحب انسان زندگی میں مکان ایک بار ہی بنا سکتا ہے اور پھر اب تو بچے بھی جوان ہو گئے ہیں۔ ان کی شادیوں کا مسئلہ بھی ہے۔ برادری سے پہلے ہی قطع تعلق کر چکے

ہیں۔ اب جائیں تو جائیں کہاں! دواخانہ نور الدین کے انچارج اکرم بھی اس محفل میں موجود تھے۔ وہ اس روایت کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ محمد علی سبزی فروش کا المناک قتل بھی ربوہ میں مرزا ناصر احمد کے عہد میں ہی ہوا اور اس کی بھی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ چونکہ اس کا ”خاندان نبوت“ کے گھروں کے اندر آنا جانا تھا اور وہ راز ہائے درون خانہ کو بیان کرنے میں بھی کسی حجاب سے کام نہیں لیتا تھا، اس لیے بری طرح ذبح کر دیا گیا مگر ”نیک اور پاکباز“ لوگوں کی اس ہستی کے کسی فرد نے بھی اس قتل کے راز سے پردہ اٹھانے کی جرات نہ کی۔

یوں تو قادیانی امت کے بزرگمر مرزا محمود احمد کے زمانے ہی سے سیاست کا کھیل بھی کھیلتے رہے ہیں لیکن 1953ء کی مجاہدانہ تحریک نے ان کو بڑی حد تک محدود کر کے رکھ دیا اور مرزا محمود احمد نے ان تمام اسلامی اصطلاحات کا استعمال ترک کرنے کا عہد کر لیا، جو امت مسلمہ کے لیے اذیت کا موجب بنتی رہی ہیں لیکن وہ قادیانی ہی کیا ہوا جو اپنی بات پر قائم رہ جائے۔ جونہی حالات بدلے، مرزا محمود احمد نے بھی گرگٹ کی طرح پینترا بدل لیا اور دوبارہ وہی پرانی ڈگر اختیار کر لی۔ مرزا محمود احمد اس کے جلد ہی بعد ڈاکٹر ڈوٹی کی طرح عبرت کا فاج کی گرفت میں آیا تو مرزا ناصر احمد نے، جس کے لیے اس کا شاطر والد جماعت کو اپنے خطوط کی ابتداء میں ہوا لناصر لکھنے کی تلقین کر کے راہ ہموار کر چکا تھا، اور پھر عیسائی طریقے کے مطابق اپنے حواریوں کی منڈلی کے ذریعے اپنے آپ کو ”منتخب“ کروالیا، کھل کر پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے۔ اس کے بعد مرزا طاہر احمد نے اپنی گیم آف نمبرز میں مرزا رفیع احمد کو مات دے کر اور مرزا القمان احمد کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کر کے گدی نشینی کے لیے اپنا راستہ بنایا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو آگے لانے میں قادیانی امت نے قریباً 16 کروڑ روپیہ صرف کیا اور اپنے تمام تنظیمی اور دوسرے وسائل اس کے لیے استعمال کیے۔ اس عہد میں مرزا طاہر احمد صاف طور پر سیکنڈ ان کمان بن کر سامنے آیا اور جماعت میں یوں تاثر دیا جانے لگا کہ اب احمدیت کا غلبہ ہوا ہی چاہتا ہے اور کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ لیکن جب آٹھویں عشرے کے اوائل میں تحریک ختم نبوت پوری قوت سے دوبارہ ابھری اور ذوالفقار علی بھٹو نے ہی ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا تو قادیانی اپنے ہی زخموں کو چاٹ کر رہ گئے۔

پروفیسر سرور مرحوم نے ایک دفعہ بتایا کہ تحریک ختم نبوت کے ایام میں قادیانیوں نے ایک وفد خان عبدالولی خان سے ملنے کے لیے بھیجا اور جس وقت اس نے خان صاحب سے ملاقات کی، میں بھی وہیں پر موجود تھا۔ جب قادیانیوں نے بھٹو کو لانے میں اپنی خدمات کا حوالہ

دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہمارا ساتھ چھوڑ گیا ہے اس لیے آپ ہمارا ساتھ دیں اور اپنے سیکولر نظریات کے حوالے سے اس تحریک کے پس منظر میں ہمارے حق میں آواز اٹھائیں تو خان عبدالولی خاں نے بے ساختہ کہا بھئی باچا خان کا بیٹا اتنا بے وقوف نہیں ہے کہ جس بھٹو کو لانے کے لیے تم نے 16 کروڑ روپیہ خرچ کیا ہے اس مسئلہ میں اس کی مخالفت کر کے خواہ مخواہ امت مسلمہ کی مخالفت مول لے لے۔

تحریک ختم نبوت کے دنوں میں آغا شورش مرحوم کے مفت روزہ ”چٹان“ میں بڑی باقاعدگی سے کبھی اپنے نام سے اور کبھی کسی قلمی نام سے قادیانی امت کے بارے میں لکھا کرتا تھا۔ آغا صاحب کے پاس یوں تو آنے جانے والوں کا عام دنوں میں بھی تانتا بندھا رہتا تھا لیکن اس دوران تو وہاں سیاست دانوں، علماء اور دانشوروں کی آمد ایک سیلاب کی صورت اختیار کیے ہوئے تھی۔ آغا صاحب ہر قابل ذکر آدمی کو کہتے تھے کہ بھئی یہ کام صرف اور صرف ذوالفقار علی بھٹو ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے تمام سیاسی اختلافات بالائے طاق رکھ کر اس کام کے لیے اس کی حمایت کریں۔ پھر جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس فیصلے کے اثرات اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیں گے اور قادیانی اپنے ہی زہر میں گھل گھل کر مرجائیں گے۔ یہ چند باتیں تو یونہی جملہ معترضہ کے طور پر آگئیں۔ بیان ”خاندان نبوت“ میں ہونے والی جنگ اقتدار کا ہو رہا تھا۔ مرزا طاہر احمد کی جانب سے مرزا ناصر احمد سے رشتہ کو مضبوط کر لینے کے بعد اس کی لابی بہت مضبوط ہو چکی تھی اور مرزا رفیع احمد کے خلاف چھوٹی چھوٹی اور معمولی شکایتیں کر کے اس نے اپنا مقام مرزا ناصر احمد کی نظروں میں خوب بنا لیا تھا۔ اس لیے جب مرزا ناصر احمد ایک نوخیزہ و دوشیزہ کو ”ام المومنین“ بنا کر راہی ملک عدم ہوئے تو مرزا طاہر احمد کی گدی نشینی میں کوئی روک باقی نہ رہی اور اس نے اقتدار کی باگ ڈور سنبھال کر تمام وہ حربے اختیار کیے جو اورنگ زیب نے اپنے والد اور بھائیوں کے خلاف استعمال کیے تھے۔ اس ماحول میں پلنے والا مرزا طاہر احمد کس قدر فیک اور پاکباز ہو سکتا ہے اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے ہو سکتا ہے کہ ربوہ میں تعلیم کے دوران ہی مجھے عمر ریاض سکنہ عالم گڑھ ضلع سکمرات نے جواب فوج میں ہیں ایک چوکیدار کے حوالے سے بتایا کہ میاں طاہر روزانہ نماز فجر پڑھنے کے بعد ولی اللہ شاہ سابق ناظر امور عامہ کے گھر جاتا ہے اور اس کی لڑکیوں کو سینے کے گنبدوں سے پکڑ کر اٹھاتا ہے۔ اور آخری فقرہ پنجابی میں خود چوکیدار ہی کی زبان میں صحیح مفہوم ادا کرتا ہے کہ ”اوہ حرامزادیاں وی لیریاں ہو کے پیاں رہندیاں نیں“

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ قصہ یہیں تمام ہوا۔ یہ تو ایک ایسا شہر طلسمات ہے کہ اس

کا ہر حصہ طلسم ہو شر با کو بھی شر مار کر رکھ دینے والا ہے۔ اور ہندی کا یہ جملہ بلاشبہ اپنے اندر بے پناہ صداقت لیے ہوئے ہے کہ ”بڑے گھرانوں کی غلاظتیں بھی بہت ہی بڑی ہوتی ہیں۔“

قادیانی امت کے راہنماؤں کی بد اعمالیوں کے بارے میں جب میں حق الیقین کے مرتبے پر پہنچ گیا تو میں نے دنیا بھر کے مسلمان دانشوروں کی چیدہ چیدہ کتب کا بغور مطالعہ شروع کیا کہ قادیانیوں کے اعمال کے بعد ان کے افکار و نظریات کی صحت کا بھی جائزہ لوں تو چند ہی دنوں میں قادیانی افکار و نظریات کا علمی و عقلی بودا پن بھی مجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا اور خاص طور پر فلسفی شاعر علامہ ڈاکٹر اقبال کے نہرو کے نام خطوط اور تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے مطالعہ سے میرا ایمان اس بات پر چٹان کی طرح پختہ ہو گیا کہ ختم نبوت حضور ﷺ کی انٹرنیشنل فکر ہے اور اس کی علت غائی یہ ہے کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کو وحدت خداوندی اور سرکار دو عالم ﷺ کے خاتم النبین ہونے کے ایک نقطے پر اکٹھا کیا جائے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ اس لیے اس نے ہر شعبہ حیات میں اپنے انداز میں وحدت کا ایک سفر شروع کر رکھا ہے۔

مذاہب کی دنیا میں اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سفر کا آغاز کیا اور جب تک دنیا سبزی و مواصلاتی اعتبار سے اس رنگ میں رہی کہ ہر گاؤں ہر قریہ اور ہر بستی اپنی جگہ ایک الگ دنیا کی حیثیت رکھتی تھی تو ان لوگوں کی طرف قومی اور زمانی نبی تشریف لاتے رہے لیکن جب علم الہی کے مطابق حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کے زمانے میں دنیا کا سفر گلوبل و یلج کی جانب شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے تمام سابق انبیاء کرام کی اصولی تعلیم کو قرآن کریم میں جمع کر کے اسے خاتم الکتب بنا دیا اور ان کے اوصاف اور خوبیوں کو نہایت ارفع و اعلیٰ شکل میں حضور ﷺ کی ذات مبارک میں جمع کر کے انہیں خاتم النبین کے منصب پر سرفراز کر دیا۔ اس لیے جس طرح خاتم الکتب قرآن مجید کے بعد کسی دوسری کتاب کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح خاتم النبین کے بعد کسی دوسرے نبی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے وحدت ادیان، وحدت انبیاء، وحدت کتب، وحدت انسانیت، وحدت کائنات اور وحدت انفس و آفاق کے اس پروگرام کو ڈائنامیٹ کرنا چاہتا ہے جو اس نے حضرت آدم سے شروع کیا اور ایسا ہونا ناممکن ہے۔

ان چند سطور کی روشنی میں قادیانیوں کو خود سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کتنی گمراہ کن، کتنی خوفناک اور کتنی جاہ کن منزل کی طرف جا رہے ہیں اور اس میں مرزا غلام احمد اور اس کے نام نہاد نظریات کی حیثیت کیا ہے؟ ان نظریات کو سمجھتے اور مٹھتے ہوئے ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ ان کا منہ اور پرچم ختم

نبوت کی سربلندی تقدیر خداوندی ہے اور اسے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں روک سکتی۔ قادیانیت تو ویسے ہی اب فرنگ کی متروکہ رکھیل بن کر رہ گئی ہے جس کے منہ میں دانت ہیں نہ پیٹ میں آنت۔ اس لیے اب محض نعرے بازی اور ترقی کا پروپیگنڈا اسے زندہ نہیں رکھ سکتا۔ عملی طور پر بھی اس نے امت مسلمہ کے انتشار میں اضافہ کرنے اور مختلف مذاہب کے بانوں کے خلاف انتہائی غلیظ زبان استعمال کر کے ان کی باہمی مناقشت کو تیز کرنے کا ”فریضہ“ ہی انجام دیا ہے۔ اس لیے ہر صحیح الفکر آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ جس نام نہاد نبی نے اپنی ۸۶ سے زائد کتب میں برطانوی حکومت کے خلاف ایک لفظ تک نہیں لکھا اور محض اس کی مدح کے قصیدے ہی لکھے ہیں وہ کیا کسر صلیب کر سکتا ہے اور جلد ہی یہ بات قادیانیوں کی سمجھ میں بھی آ جائے گی اور اب مرزا طاہر احمد کو بھی اپنے دادا کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ”ستارہ قیصریہ“ کی طرز پر کوئی تحفہ شہزادہ چارلس کے نام سے کوئی قصیدہ مدحیہ لکھ دینا چاہیے تاکہ ”کسر صلیب“ کا جو کام مرزا غلام احمد کے ہاتھوں ناممکن رہ گیا ہے وہ مکمل ہو جائے اور قادیانیت کے مذہبی بیگار کپ میں غلامی کی زندگی بسر کرنے والے جو ”ہاری“ ایک عرصہ سے یہ راگ الاپ رہے ہیں۔

جب کبھی بھوک کی شدت کا گلہ کرتا ہوں

وہ عقیدوں کے غبارے مجھے لا دیتے ہیں

ان کی اشک شوئی کا بھی شاید کوئی اہتمام ہو جائے اگرچہ یہ امکانات بہت ہی دور دراز کے ہیں کیونکہ جس امت کے نام نہاد نبی کے لیے حقیقت الوحی کے ڈیڑھ سو کے قریب ”الہامات“ میں سے سو سے اوپر صرف دس روپے کی آمد کے بارے میں ہیں ان کی دناست سے اچھی امید کیونکر کی جاسکتی ہے۔ ہاں البتہ یہ کام پاکستان کے انسانیت نواز حلقوں کا ہے کہ وہ اس معاملہ کو ایمنسٹی انٹرنیشنل، ایشیا وچ اور انسانی حقوق کی دوسری تنظیموں کے سامنے اٹھائیں اور قادیانیوں کے اس پروپیگنڈے کا توڑ کریں جو وہ بیرونی دنیا کے سامنے پاکستان میں اپنے اوپر ہونے والے مصنوعی مظالم کے حوالے سے کر رہے ہیں۔“



امراض مخصوصہ کا مذہب

سیف الحق۔ جرمنی

”قرآن کریم واضح طور پر فرماتا ہے: لَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ - یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے کہ ہم اس کو ایک مکمل ضابطہ حیات کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس نے شخصی آزادیوں کے تمام قوانین، میکانا چارٹا، انقلاب فرانس، یورپ کی نشاۃ ثانیہ سے قبل 1400 سال پہلے پیش کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ شخصی آزادی کی ضمانت کیا ہو سکتی ہے کہ حکم ہوتا ہے تجسس مت کرو، یعنی کسی طریقہ سے بھی کسی کی جاسوسی، نگرانی مت کرو۔ اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت نے جو جاسوسی سیل قائم کیے ہوئے ہیں کہ ممبران جماعت کی نگرانی کی جائے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یہ ایک منظم سوچ کی پیداوار ہے کہ اس نگرانی کو یہ نام دیا جائے کہ ہم اخلاقی طور پر نگرانی کرتے ہیں کہ کوئی اخلاقی طور پر بُرا کام نہ کرے۔

کیٹولک، چرچ کے بعد دوسرا مذہب ہے جس نے اپنے پیروکاروں کی اخلاقی شکایتیں نجی معاملات میں سننے کے دفتر قائم کیے ہوئے ہیں جو کہ حقوق انسانی کے سلب کرنے کی اس مہذب دور میں سب سے گھناؤنی کارروائی ہے۔ یورپ کے مہذب ملکوں اور معاشرہ میں اس فعل کو انتہائی قبیح اور مذموم قرار دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شاید آپ کو یاد ہو مشرقی جرمنی کی حکومت کا تختہ صرف اسی وجہ سے الٹ گیا تھا کہ اس نے اپنے باشندوں کی ہر نقل و حرکت کو جو کہ ان کی نجی زندگی سے متعلق تھی، اس کی نگرانی کا کیمروں اور کیسٹنوں سے بندوبست کیا ہوا تھا۔ اور اسی کی بناء پر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تھی۔ جب قوم پوری طرح اس کا شکار ہو گئی تو ایک دن بغاوت پر اتر آئی اور دیوار برلن گر گئی۔ اصل میں جماعت احمدیہ کو اس پر بھی فخر ہے کہ اس کے پاس جاسوسی کا

ایک ایسا نظام ہے جو کہ حکومتوں کے پاس بھی نہیں۔ یہ بات پاکستان میں اس قدر اثر پذیر ہے کہ بڑے بڑے جگادری سیاست دان بھی اس سے خائف ہو کر جماعت احمدیہ کے حق میں بیان دینے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔

میں ایک عرصہ سے یورپ میں مقیم ہوں اور اس عرصہ میں یہاں رہ کر ایک اہم بات میں نے نوٹ کی ہے، وہ یہ کہ امن اور شہری آزادیوں کا ڈھنڈورا پیٹ کر مسلم امہ کو تباہ کر کے ایک نئے استعماری تعمیر ہی اسلام دشمن یورپی طاقتوں کی سیاست کا محور ہے۔ جب ہم سنتے ہیں کہ اسلام دشمنی میں بدترین شہرت رکھنے والے ملک ”اسرائیل“ میں قادیانی مشن کام کر رہا ہے اور بے شمار قادیانی، اسرائیلی فوج میں ملازمت کر رہے ہیں اور جب یہ پتہ چلتا ہے کہ یورپی ممالک کی عدالتوں سے قادیانیوں کی سیاسی پناہ کی درخواستیں مسترد ہو جانے کے بعد بھی وہاں کی حکومتیں قادیانیوں کو اپنے ممالک سے نہیں نکالتیں اور پھر جب امریکہ بہادر ہمیں دھمکی دیتا ہے کہ قادیانیوں کو مذہبی آزادی نہ دی گئی تو امداد بند کر دی جائے گی، تو اس امر کی بہ آسانی تصدیق ہو جاتی ہے کہ قادیانیوں کو بلا مبالغہ دنیا بھر کی اسلام دشمن یہودی و نصرانی لابی کی حمایت حاصل ہے۔ بیرونی ممالک میں قادیانی اکثر ڈھائی دیتے ہیں کہ پاکستان میں ہم پر ظلم ہو رہا ہے۔ دراصل یہ ڈھونگ، سیاسی پناہ حاصل کرنے کے لیے رچایا جاتا ہے۔ قادیانی ”غیر ممالک میں تبلیغ“ کا بھی ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ بھی آپ کو بتانا چلوں۔ برطانیہ میں ان کا مشن 60 سال سے قائم ہے، لیکن قادیانی جماعت یہ نہیں بتا سکے گی کہ اس عرصہ میں وہاں کتنے انگریز قادیانی ہوئے ہیں۔ جرمنی میں تقریباً دس ہزار قادیانیوں نے سیاسی پناہ لے رکھی ہے، جس سے قادیانی جماعت کو کروڑوں روپے کی آمدنی ہو رہی ہے۔ یہاں پر اگر کچھ جرمن قادیانی ہوئے ہیں تو وہ بھی جرمن عورتیں ہیں، جن سے قادیانیوں نے شادیاں کر رکھی ہیں۔

خود قادیانیوں کی ایسے (جھوٹے) نبی مرزا قادیانی سے محبت کا یہ حال ہے کہ جب کسی قادیانی کو سعودی عرب، کلف، ایران یا دیگر کسی ملک میں روزگار کے لیے جانا ہو تو پاسپورٹ پر فوراً مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر دستخط کر دیتے ہیں۔ میرے پاس ان تمام اسلامی ممالک کی لسٹ موجود ہے جہاں قادیانی جماعتیں موجود ہیں۔ کیا ان ممالک میں وہ قادیانی بحیثیت مسلمان پاسپورٹ بنوا کر نہیں گئے؟

دنیا کے کسی نبی نے اپنی نبوت کی بنیاد علم نجوم پر نہیں رکھی، جبکہ مرزا قادیانی نے ایسا کیا۔ جوتھیوں اور نجومیوں کی طرح کل کبھی مر جانے اور پرسوں پھر کا پر ٹیڑھا ہو جانے کے دعوے کیے

حالانکہ یہ سب کچھ نبوتِ ربانی سے ہٹ کر ہے۔ خدا کا سچا پیغمبر کسی بھی اپنی نبوت کی بنیاد علمِ نجوم پر نہیں رکھتا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو دعوتِ اسلام دینے سے پہلے ان کے سامنے اپنا ایسا کردار پیش کیا کہ وہ آپ کو بدترین مخالفت کے باوجود صادق و امین کا لقب دینے پر مجبور ہوئے۔

بعض راویوں کے بیان کے مطابق ڈنمارک میں مستقل قیام کی خاطر ایک احمدی مبشر احمد (خادمِ اسلام) نے اپنی ہمیشہ سے جو ڈنمارک کی مستقل شہریت رکھتی تھی اور عرصہ سے ڈنمارک کے شہری کی حیثیت سے ڈنمارک میں مقیم تھی سے دستاویز میں ظاہر کیا کہ میں نے اس عورت سے شادی کر لی ہے اور یہ میری بیوی ہے۔ مبشر نے اس غیر شرعی طریقہ سے شہریت حاصل کرنی چاہی تاکہ ڈنمارک میں مکمل طور پر آباد ہو جائے لیکن بعد میں ڈنمارک کے چند مسلمانوں نے یہ شکایت کردی اور حکومتِ ڈنمارک نے ان لوگوں کو ملک سے نکال دیا۔ ایسے ہی کئی واقعات کی بناء پر جناب محمد امیر جو کہ چک سکندر کھاریاں کے رہنے والے ہیں احمدیت چھوڑ کر بقول احمدی علماء ”مرتد“ ہو گیا۔

احمدی عورتوں کو اپنے عقائد کے مطابق صرف احمدیوں سے ہی شادی کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اگر شادی ہو بھی جائے تو پھر دوسرا عذاب تیار ہے۔ یعنی مغربی دنیا میں سیاسی امیگریشن کروانے کا۔ بالخصوص جرمنی میں امیگریشن کروانے والوں کی تعداد دنیا بھر میں احمدیوں کے کسی بھی ایک بلک کی تعداد سے زیادہ ہے۔ یہاں کیا ہوتا ہے اس کی مکمل روداد سے اگر دنیا کو پتہ چلے تو دین کی خاطر گھربار چھوڑ کر یورپ میں ہجرت کرنے اور کروانے والوں کی قلعی کھل جائے۔

قادیانیوں کے پاس اس چیز کا کیا جواب موجود ہے کہ جن لوگوں نے غیر ملکی عورتوں سے شادیاں کی ہیں وہ کسی طریقہ سے اس کو ہر مراد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں؟ دنیا کا کوئی آدمی بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ کسی مغربی عورت سے اس نے شادی کی ہو اور قبل اس کے اس کی شادی ہو جائے اس نے اس سے ایک آزمائشی عرصہ تک جنسی تعلقات نہ رکھے ہوں۔ اصل میں مغرب کے لوگوں کو مذہب سے لگاؤ ضرور ہے لیکن ایک حد تک وہ مذہب کو اپنی زندگی پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔ اگر ہم اس خود فریبی میں مبتلا ہیں کہ پہلے غیر ملکی عورتیں بیعت کرتی ہیں اس کے بعد مشنری انچارج صاحب ان کو شادی کی اجازت دیتے ہیں تو شاید ہم حقیقت سے فرار اختیار کر رہے ہیں اور بیسویں صدی میں اس قدر غلط بیانی اور اخفائے حقیقت کی مثال نہیں ملتی۔

جرمنی میں سیاسی پناہ گزینوں کی امیگریشن کا عرصہ بہت لمبا ہے۔ آخری فیصلہ ہونے

تک 15 سال تک لگ جاتے ہیں۔ اس عرصہ میں وہ عورت جس سے کسی احمدی نے شادی کی ہو اس کا کیا قصور؟ جتنے عرصہ تک عدالت مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرتی، درخواست گزار کو ملک چھوڑنے کی اجازت نہیں۔ بات یہاں پر ختم نہیں ہوتی۔ کسی بھی درخواست گزار کو گارنٹی نہیں ہوتی کہ اس کو مکمل قیام کا اجازت نامہ ملے گا۔ اس صورت حال سے ایک طرح سے نمٹنے کے لیے جرمن عورتوں سے شادی کی کوشش کی جاتی ہے جس کی کامیابی کے لیے ہر وہ پاپڑ بیلا جاتا ہے جس سے میم صاحب کو رام کیا جاسکے۔ کیا میں احمدی ارباب حل و عقد کو جو یورپ میں رہتے ہیں اور ایک عرصہ سے یہاں مقیم ہیں سوال کر سکتا ہوں کہ کوئی بھی یورپی عورت بغیر ایک ٹیسٹ پیئرڈ کے طور پر ایک خاص عرصہ ساتھ گزارنے سے پہلے شادی پر آمادہ ہو سکتی ہے۔ کیا فرماتے ہیں علماء احمدیت بیچ اس مسئلہ میں؟

قادیانی جماعت اس خیال میں ہے کہ غیر ملکوں میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو سیٹ کروا کر جماعت کی مالی حالت کو مضبوط بنا کر لوگوں کے سامنے جواز پیش کیا جائے کہ جماعت کا بجٹ ہر روز بڑھ رہا ہے لیکن ایک دن آئے گا جب جماعت ایسے ممبران سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں۔ Reklenghausen کے شہر میں ایک احمدی ساجد صاحب جو قادیانی فارم بھر کر جرمنی میں بیعت ہوئے اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ بشارت احمد محمود مرنبی جماعت احمدیہ جرمنی ان کو سمجھانے کی غرض سے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ دو چار دفعہ جانے پر ساجد صاحب نے دروازہ نہ کھولا۔ مربی صاحب کے کئی بار جانے پر بالآخر اس نے پولیس کو ٹیلی فون کر دیا کہ یہ شخص خواہ مخواہ میرے گھر کے امن میں مداخلت کر رہا ہے۔ پولیس نے بشارت صاحب کو سخت وارننگ دی اور یوں تمام لوگوں کے کیس منظور ہو گئے اور وہ خود بخود ”ساجد“ بن گئے۔

اس بات کے تصور سے میری روح کانپ اٹھتی ہے کہ آزادی اظہار مذہبی آزادی اور انسانی ضمیر کے ان نام نہاد جمہمیوں کا جب اصلی روپ سامنے آئے گا تو شرم بھی اپنے دروازے بند کر لے گی اور لعنت بھی ان کی منافقت پر لعنت ڈالنا پسند نہیں کرے گی۔

قادیانی جو ایک عالمگیر مذہب کے دعوے دار ہیں، درحقیقت ایک پرائیویٹ طور پر کلیم کیا ہوا مذہب ہے۔ عالمگیر مذہب کے جو اصول، مفکرین مذہب نے متفقہ طور پر تسلیم کیے ہیں، بہت ہی بعد رکھتا ہے۔ گو حقیقت تلخ ہے لیکن حقیقت سے احتراز تو نہیں کیا جاسکتا۔

دراصل جماعت جو Securitate اور Gastapo بنی ہوئی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہاں دن رات ہر آدمی دوسرے آدمی کی جاسوسی کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے جو میں دعویٰ

سے کہہ سکتا ہوں کہ جماعت کے لوگوں کی اکثریت اپنے عقیدہ سے مطمئن نہیں ہے اور بے شمار لوگ میری اس بات کی تصدیق کریں گے۔ لیکن وہ گستاخوں کی وجہ سے مظلوم ہیں۔

قادیانی جماعت کے خلیفہ کی سب سے بڑی پرابلم یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو جواب دہ محسوس نہیں کرتا۔ اس جماعت کے پاس سب سے بڑا ہتھیار جو ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک ہے وہ ہے جواب دہی سے بریت۔ ہر طبقہ کے احتساب کے لیے ایک ضابطہ ہے لیکن قادیانی جماعت کا سربراہ مادر پدر آزاد اور بے لگام ہے۔

میں ان لوگوں کے لیے خطرہ ہوں جو نام نہاد اولی الامر بنے بیٹھے ہیں اور مخلوق خدا کو متکبرین کی طرح جبر اور تشدد کا نشانہ بنا رہے ہیں اور احبار اور راہبوں کی طرح مخلوق خدا کے اموال کو ہضم کر رہے ہیں اور جو لوگ ان کی نام نہاد سچائی کو لٹکارتے ہیں انہیں وہ اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ میرا جرم قادیانیوں کے نزدیک صرف یہ ہے کہ میں نے خلیفہ طاہر احمد کو نام نہاد امیر المومنین کہا ہے۔

مجھے اس طرح کا تاثر دیا گیا کہ جس کو جماعت شیطانیٹ جاری نہ کرے اس کی نجات کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اس کا دین دنیا سب رائیگاں ہیں۔ وہ دنیا میں رہنے کا حق دار نہیں دراصل ایک مسلسل پروپیگنڈا کہ احمدی ایک نبی مخلوق ہیں اور دوسرے تمام لوگ فاسق و فاجر ہیں۔ ایک خطرناک رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔ یہاں صرف ایک ہی چیز سمجھائی جاتی ہے کہ جو احمدی نہیں ہے وہ خدا کی مخلوق نہیں ہے۔

آپ حیران ہوں گے کہ یورپ میں کسی کے خلاف عدالت کو یہ مطلع کرنا کہ یہ شخص گاہے بگاہے الکحل نوشی اور قمار بازی کرتا ہے ایک مذاق سا لگتا ہے کیونکہ یہ خبریں یورپ کے معاشرہ کا جزو ہیں۔ لیکن ایک ایسی جماعت جو صرف شعائر اسلامی کی حفاظت کی خاطر اپنا ملک گھربار چھوڑ کر یورپ کی حسین وادیوں میں پناہ گزین ہو جس کے سربراہ کا شعائر اسلامی کی حفاظت میں ٹسوے بہانا، کیسٹوں، پمفلٹوں، کتابوں، بیوروں، اشتہاروں اور مہبلہ میں اس کو نشر کیا جانا جو صرف اور صرف اپنے تئیں محلفہ اسلام حقیقی اسلام اور اس اسلام کے دعوے دار ہوں جس کا اعلان کرتے کرتے ان کا گلا نہ سوکھتا ہو جو اپنے جوانوں کی مثال معصوموں سے اور خود کو امیر المومنین کہلاتا ہو۔ اس کی جماعت ناجیہ سے اگر افعال قبیحہ و خمیہ سرزد ہوں تو یہ نہایت قابل مذمت بات ہے۔ اسلام صرف اس بات کا نام تو نہیں کہ پاکستان سے باہر نکل کر مسلمانوں اور پاکستان کی حکومت کے خلاف کوئی فرد جرم باقی نہ رکھی جائے لیکن عملاً حقیقی اسلام کے وارث کیا نکل

کھلاتے ہیں؟ ان کی اصلاح کی خاطر آواز بلند کرنے والے کو بذریعہ پولیس ملک سے خارج اور جماعت سے باہر نکال دینے کی کارروائی شروع کر دی جائے۔

میرے بار بار احتجاج کرنے پر کہ نوجوان احمدی کچھ ایسے کام کر رہے ہیں جس سے جماعت اور اسلام کی بدنامی ہوتی ہے۔ میں نے مرزا طاہر احمد کو کئی خط لکھے کہ ہم احمدی پاکستان سے اس لیے ہجرت کر کے آئے ہیں کہ ہماری طریق عبادت اور روایات مذہبی کو پاکستان میں خطرہ ہے، ان ہی روایات کو ہمارے اکثر احباب پامال کر کے احمدیت یعنی ”حقیقی اسلام“ کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں۔ میرے پاس امیر صاحب کے خطوط موجود ہیں جن میں انہوں نے فردا فردا مجھے ان اصحاب (عبدالسلام بشارت احمد محمود وغیرہ) کے خلاف کارروائی کا یقین دلایا مگر آج تک کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔

ہم یورپ میں رہ رہے ہیں۔ جب ہم تبلیغ ”سلسلہ عالیہ احمدیہ“ کرتے تھے تو اس سلسلہ میں جن کو تبلیغ کی جاتی تھی ان کے اعتراضات کے جواب بھی دینے پڑتے تھے۔ مثلاً میرلے جرمن ایک لٹری آدی ہیں اور مذہب (Atheist) ہیں۔ فرانسیسی ادیب (Albert Camas) کے مداح ہیں اور یہاں کے تعلیم بالغاں کے کالج میں جرمن زبان کے علاوہ کئی غیر ملکی زبانوں کے لیکچرار ہیں۔ ان سے اکثر ”سلسلہ عالیہ“ کی بابت بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ انہوں نے ایک جرمن کتاب ”Reneicence des Islams“ جس کے مصنف مشہور پروفیسر ڈاکٹر عادل تھیوڈر خوری ہیں، جن کا اسلامی دنیا میں ایک خاص مقام ہے۔ گو وہ لبنانی عیسائی (مارون فرقہ سے تعلق ہے) ہیں۔ ان کا ترجمہ قرآن کریم 10 جلدوں میں جرمن زبان میں شائع ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر خوری نے لکھا ہے احمدی اپنے موقف میں کفن مسیح کے حوالے دے کر وفات مسیح کے حق میں دلائل دیتے ہیں اور بڑی شد و مد کے ساتھ اس کو اپنے موقف میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن اچانک 1988ء میں سوئٹزر لینڈ کے ماہرین نے اس (Turines Grabtuch) یعنی اٹلی کے شہر ٹورین میں واقع اس مشہور کفن کو ایک نقل قرار دیا، تو میرے استاد نے مجھے اس کفن کی کھل اور جامع فوٹو دی اور کہا کہ اب جب کہ کفن جعلی قرار دیا جا چکا ہے تمہاری جماعت کیا کہتی ہے؟

میں نے مقامی صدر جماعت احمدیہ سے اس بارہ میں معلومات حاصل کرنا چاہیں لیکن وہ بھی حواس باختہ ہو کر کہنے لگے کہ جماعت کا اس پر بہت انکھار تھا۔ اب تو مجھے بھی پتہ نہیں کہ اس کا کیا بنے گا؟ میں نے مرزا طاہر کو خط لکھا لیکن جواب نہ آوا۔ دراصل اس سلسلہ میں قادیانی جماعت کا عقیدہ Spebulatis ہے اس لیے ان تمام پاپڑوں کے بنیلے کی ضرورت پیش آتی

مشہور جرمن فلسفی Ludueig Fever Bach اپنی کتاب (Das Wesen des Christentums) یعنی ”عیسائیت کی روح“ میں مذہب اور سچائی کی پرکھ کے متعلق لکھتا ہے:

ترجمہ: ”بائبل اخلاق سے متصادم عقل سلیم سے متصادم خود اپنے آپ سے متصادم نظریات کی حامل ہے۔ یہ تضاد ایک نہیں بے شمار مرتبہ بائبل میں ہے۔ سچائی متضاد اور متصادم نہیں ہو سکتی اور نہ ہی سچائی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ متصادم ہو۔“

قادیانی جماعت کے عقائد اور مرزا قادیانی کے دعاوی میں بے شمار تضادات ہیں اور یہ سچائی سے بعید ہیں اور اس قدر بعید کہ اس کی ایک نہیں ہزاروں مثالیں ہیں۔ میرے خیال میں تضادات کے مجموعہ کا نام ”تعلیمات احمدیہ“ ہے۔ اسی لیے اس جماعت کو اپنے ممبروں کی نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ بھی اس چیز سے عقیدہ سے خیال سے مطمئن نہیں جن کا پرچار کرتے ہیں۔ اسی تضاد کی وجہ سے سو سال پرانے تضادات کے جواب وہ آج بھی مکمل نہیں کر سکے کیونکہ ہر تضاد کے جواب کے بعد نیا تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔

قادیانیوں کا غیر ممالک میں لٹریچر شائع کرنا اور پھر پاکستان میں دم توڑتے ہوئے قادیانیوں کو جھوٹی تسلیاں دینے کے لیے بڑے دھوم دھڑکے سے یہ کہنا کہ ہم نے فلاں زبان میں اتنا لٹریچر شائع کروایا ہے کی حقیقت کیا ہے؟ کسی بھی مغربی ملک کی بڑی سے بڑی بک شاپ پر چلے جائیں قادیانیوں کی کوئی کتاب آپ کو نہیں مل سکے گی۔ خانہ ساز نبوت کی طرح ان کی کتابیں بھی ان کے گھروں سے باہر نہیں نکل سکیں۔۔۔ پھر دہائی دیتے ہیں کہ ہم نے جرمن فریج، لاطینی اور انگریزی زبان میں قرآن مجید کے تراجم شائع کیے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان تمام زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کے کثیر تعداد میں نسخے پہلے سے موجود تھے۔۔۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے تحریف شدہ قرآن پاک کے تراجم شائع کروائے ہوں۔

پاکستان میں سادہ لوح قادیانیوں کو کروڑوں کے حساب سے بجٹ دکھا کر یہ تسلی دی جا رہی ہے کہ چونکہ جماعت کا بجٹ بڑھتا جا رہا ہے اس لیے ترقی ہو رہی ہے حالانکہ غور طلب پہلو تو یہ ہے کہ جس جماعت کی سرپرستی یہودی لابی اور استعماری طاقتیں کر رہی ہوں اس کا بجٹ کیسے کم ہو سکتا ہے۔ قادیانیوں کے خلیفہ مرزا طاہر کے پاس قادیانیت میں کشش پیدا کرنے کے لیے ایک ہی ہتھیار رہ گیا ہے کہ مسلمانوں کو قادیانیت کا لالچ دے کر اور دم توڑتے ہوئے قادیانیوں کو

سنبالا دینے کے لیے انہیں غیر ممالک، بالخصوص یورپ، امریکہ، کینیڈا وغیرہ میں سیٹ کر دیا جائے۔ جرمنی کی عدالتیں تو بہت حد تک قادیانیوں کو سیاسی پناہ دینے سے گریز کرتی ہیں، لیکن بین الاقوامی سطح پر مغربی ممالک کی حکومتیں غالباً یہودی اور عیسائی لابی کے دباؤ یا کسی اور مصلحت کے پیش نظر نہ صرف قادیانیوں کو برداشت کرتی ہیں، بلکہ ان کی ہر ممکن سرپرستی بھی کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جرمنی میں کسی قادیانی کو سیاسی پناہ کا کیس خارج ہونے پر بھی ملک بدر نہیں کیا جاتا، جبکہ اس کے برعکس دیگر تمام غیر ملکیوں کو ملک بدر کر دیا جاتا ہے۔ یہاں جرمنی کے سب سے بڑے صوبے N.R.W کی ہائی کورٹ نے آج تک کسی قادیانی کو سیاسی پناہ نہیں دی۔ وہ آج تک اس موقف پر قائم ہے کہ اگر قادیانیوں کو مسلمانوں سے تکلیف ہوتی ہے تو مسلمانوں کو بھی، جو اکثریت میں ہیں، احمدیوں کے عقائد کی وجہ سے دل آزاری ہوتی ہے۔ میں عرصہ سات سال سے اس تمام صورت حال کا بڑی تفصیل سے جائزہ لے رہا ہوں اور بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانی امریکہ اور اسرائیل کے دست و بازو ہیں، کیونکہ امریکہ اور اسرائیل کو عالم اسلام کے قلب میں یہود کا خنجر گھونپنے کی سازش صرف اس فتنہ قادیانیت کے ذریعے ہی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔

الغرض ان ممالک میں عیسائی و یہودی سرپرستی کے باوجود قادیانی غبارے سے ہوا نکل چکی ہے۔ قادیانی جماعت جب بلند بانگ دعوے کرتی ہے کہ فلاں ملک میں یہ کیا فلاں ملک میں یہ کیا تو یہ صرف ”ڈوبتے کو تنکے کا سہارا“ دینے والی بات ہوتی ہے۔ جہاں ان کے قدم نہ جمیں یا ان کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ فلاں خلیفہ نے کہا تھا کہ اس سرزمین پر خدائی رحمت نہیں ہوگی۔ اس کی مثال عرض کرتا چلوں کہ فرانس میں قادیانی جماعت کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ وہاں مراکش، الجزائر اور تیونس وغیرہ سے مسلمانوں کی ایک خاص تعداد موجود ہے اور ان کے پروپیگنڈا کے امکان معدوم ہو گئے ہیں۔ اس کے متعلق قادیانی اخبارات نے لکھا کہ حضرت مصلح موعود (مرزا بشیر الدین) نے پیشین گوئی کی تھی کہ ”پیرس کی سرزمین احمدیت کی برکت سے محروم رہے گی۔“ دراصل قادیانیوں کے پاس منافقت کا مہلک ہتھیار ہے، جس سے انہوں نے عالم اسلام پر گہرے وار کیے ہیں اور کر رہے ہیں۔ میں نے مرزا طاہر اور دیگر قادیانی رہنماؤں کو کئی خطوط لکھے ہیں، لیکن آج تک میرے کسی بھی خط کا جواب نہیں دیا گیا۔ جرمنی میں جہاں میں کام کرتا ہوں، وہاں اور بھی پاکستانی کام کرتے ہیں، جن میں چند قادیانی بھی ہیں۔ پاکستانی مسلمان مجھ سے کہتے ہیں کہ مرزائی تم کو قتل کروادیں گے، تم ہوشیار رہا کرو۔ میں نے ان سے کہا کہ میں کوئی مرزا طاہر ہوں جو بلٹ پروف جیکٹ پہن کر پھرتا رہوں۔ مجھے یقین ہے کہ

قادیانی جماعت کے بزدل کارکنان میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اس دیار غیر میں اگر میں اکیلا ہوتا تو بہت پہلے ان کے ہاتھوں لٹ چکا ہوتا، لیکن میں یہاں تنہا نہیں کیونکہ میرا ایمان ہے کہ جو شخص عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے کام کرتا ہے اس کی پشت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ہوتا ہے۔

اصل میں قادیانیوں نے مسلمانوں کو حالات کے تانے بانے میں پھنسا رکھا ہے اور خود مسلمانوں کی فروغی اور اختلافی باتوں سے فائدہ اٹھا کر امت مسلمہ کے لیے دنیا بھر کے اسلام دشمنوں سے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں۔ مغربی ممالک میں پاکستان ہی نہیں دنیا بھر کے مختلف ممالک کے لوگ سیاسی پناہ کی درخواستیں دیتے ہیں، لیکن آج تک پاکستان کے علاوہ کسی بھی اسلامی ملک سے اس بنا پر کسی نے سیاسی پناہ کی درخواست نہیں دی ہوگی کہ اس کو مسلمانوں یا اسلام کی تعلیمات سے خطرہ ہے۔ یہ بد قسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ یہ ”سعادت“ اہالیان پاکستان کے حصے میں آئی۔ اسلام دشمن استعماری طاقتوں نے پوری دنیا میں مسلم طاقتوں کو اپنے پنجے میں جکڑنے کے لیے اپنے گماشتے پھیلا رکھے ہیں۔ پاکستان میں ان استعماری طاقتوں کے مفادات کے محافظ قادیانی ہیں۔ یہ لوگ رہتے پاکستان میں ہیں، ان کی جائیدادیں پاکستان میں، ان کے عزیز و اقارب پاکستان میں، لیکن ہر وقت پاکستان کے لیے برا سوچتا، برا مانگتا اور پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرتے رہتا، ان کے فرائض میں شامل ہے۔ مسلمانوں کے آپس میں اختلافات اور نفاق کی بدولت یہ فتنہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب ان کا ہاتھ مسلمانوں کے گریبان تک پہنچ رہا ہے اور ہر وقت ان کی کوشش ہوتی ہے کہ مغربی ممالک کو مسلمانوں اور پاکستان کے خلاف کیا جائے جبکہ دوسری مغربی طاقتیں تو چاہتی ہی یہی ہیں کہ مسلم ممالک میں افراتفری رہے۔ پاکستان میں ان کو اور کوئی صورت نظر نہ آئی تو اس فتنہ کو جو کہ خود ان کی پیداوار تھا، اس کام کے لیے تیار کیا۔ انگریزوں نے ان کو پاکستان لانے کی سازش کی۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ قادیانی اب بھی اپنے مردے ربوہ میں امانتاً دفن کرتے ہیں اور موقع ملنے پر قادیان لے جانے کے خواہش مند ہیں۔ ان کے سابق نام نہاد خلیفہ مرزا محمود کی قبر پر اس کی وصیت کا ایک کتبہ بھی لگا دیا گیا تھا جسے بعد میں مسلمانوں کے احتجاج پر اتار دیا گیا۔ اس طرح کے واقعات کے بعد واضح ہو جاتا ہے کہ قادیانی اس ملک کے کتنے وفادار ہیں۔ بیرون ملک رہتے ہوئے قادیانی رہنماؤں کے بیانات، تاثرات اور سرگرمیوں کا بھرپور جائزہ لینے کے بعد میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانی کبھی بھی پاکستان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

میں اہل پاکستان سے اپیل کروں گا کہ وہ قابل مذمت سرگرمیاں جو اسلام کے نام پر جماعت احمدیہ کر رہی ہے، کیا اسی طرح خاموش تماشاخی بن کر دیکھتے رہیں گے۔ دنیا بھر میں یہ شرف صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ہی حاصل ہے کہ وہاں سے آ کر مغربی دنیا میں سیاسی پناہ حاصل کرنے والے اسلام اور پاکستان کے نام کو بدنام کر کے سیاسی پناہ کی درخواست داخل کرتے ہیں۔ دنیا کا کوئی اسلامی ملک ایسا نہیں جس کے باشندے یہ کہہ کر کسی سیاسی ملک میں سیاسی پناہ کی درخواست کرتے ہوں کہ ہمیں اسلام اور مسلمانوں سے خطرہ ہے۔ اسلام کو بدنام کروانے کا شرف صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کو حاصل ہے۔ میرے پاس عدالتوں کے تحریری ثبوت ہیں کہ خود جرمن عدالتوں کو مجبور ہونا پڑا کہ وہ احمدیوں سے سوال کرتی ہیں کہ کیا ایک ریاست اپنی اکثریتی آبادی کے مذہبی جذبات کا تحفظ کرنے کی پابند نہیں؟ کیا عقائد احمدیہ سے ان کی دلازاری نہیں ہوتی؟ احمدی خود اپنے لیے جس چیز کا مطالبہ کرتے ہیں دوسروں کے لیے اس سے برعکس کارروائی کرتے ہیں۔ جب احمدی اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ فرقہ سمجھتے ہیں تو ان کو مسلمانوں کے رسم و روایات اور تہذیب و ثقافت پر دعویٰ کا کوئی حق نہیں۔ یہ کوئی جنگل کا قانون تو نہیں ہے کہ جس کے جی میں جو آئے کہے کہ یہ تو میرا ہے۔

1400 سالہ روایات، رسوم، طریق عبادت جس مذہب کے ہیں جنہوں نے اس کی حفاظت کی، جانیں دیں، مال گنوائے، تکلیفیں اٹھائیں، ان کا کوئی حق نہیں۔ اور ایک اٹھائی گھر گھر میں داخل ہو کر کہے کہ گھر میرا ہے۔ کیا آپ اس بات کا تصور کر سکتے ہیں کہ ایک آدمی بچہ اغوا کرنے کے بعد یہ دلیل دے کہ میں اس بچے کی اس کی ماں سے زیادہ اچھی حفاظت کر سکتا ہوں۔ ایک اور خاص بات جو کہ اسلامی قانون دانوں کے کرنے کی ہے کہ علماء احمدیت کو بذریعہ عدالت پابند کیا جائے کہ وہ اپنے عقائد کے اعتبار سے بتائیں کہ فرقہ لاہوریہ اور فرقہ قادیانی کے نزدیک ایک احمدی ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

دوسرا اہم کام یہ ہے کہ قادیانیوں کو خود تمام مسلمان دعوت دیں کہ وہ اپنی ہی تحریروں کے مطابق مسلمانوں میں سے نہیں ہیں۔ وہ اپنی اصلی حیثیت کو قبول کر کے پاکستان کے تمام پُر امن شہریوں کی طرح اس ملک میں رہیں جس کے وہ باشندے ہیں۔

بیرونی ممالک میں جہاں تک قادیانیوں کی اخلاقی حالت کا تعلق ہے۔۔۔ میرا قلم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں اس پر تفصیل سے روشنی ڈال سکوں۔ پاکستان میں یہ اخلاق کے درس دیتے ہوئے نہیں جھٹکتے۔ نام نہاد ”امیر المومنین“ مرزا طاہر اسلام کی خاطر ٹوسے بہاتا نظر

آئے گا، لیکن قادیانیوں کی اخلاقی حالت دیکھ کر شاید اسے کبھی رونا نہیں آیا۔ سنا ہے ربوہ میں قادیانی جماعت سینما نہیں بننے دیتی، لیکن یہاں جرمنی میں ہر نئی فحش اور غیر اخلاقی فلم جو انڈیا سے یہاں پہنچتی ہے قادیانی جماعت کے صدور صاحبان کے گھروں میں جا کر دیکھی جاسکتی ہے۔ میرے پاس یہاں کی قادیانی جماعت کے ایک ذمہ دار فرد کی تصویر موجود ہے جس میں وہ جام ہاتھ میں لیے کھڑے ہیں۔ ایک اور قادیانی خاتون کی تصویر بھی میرے پاس محفوظ ہے جو ہندوستانی ساڑھی میں ملبوس غیر محرم افراد کے جھرمٹ میں اخبار کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ یہ صلیبہ ناجیہ یا میں قادیانی جماعت کے سربراہ ڈاکٹر عبدالرحمن بھٹہ کی صاحبزادی ہیں۔ ماتھے پر صرف ایک تلک کی ضرورت ہے ورنہ ہندو ہیں۔ یہ ہے مرزا طاہر کی خدمت ”اسلام“۔ آج کل میلوں اور تہواروں کے موقع پر دکان سجاتی ہیں جہاں سے شریوں اور غنڈوں کے ہاتھوں سودا فروخت کر کے ”اسلام“ کی خدمت سرانجام دے رہی ہیں۔ مرزا طاہر احمد نے یورپ اور دیگر امیر ممالک میں قادیانیوں کو سسکل کرنے کا جو پروگرام بنایا ہوا ہے اس میں اس نے تمام اخلاقی قدروں کو فراموش کر دیا ہے۔



میں تو ابھی تک نہیں جان سکا کہ جب قادیانی اپنی نوجوان لڑکیوں کو پاکستان سے سہل کر کے جرمنی میں لاتے ہیں تو اس سے ”اسلام“ کی کوئی خدمت سرانجام دیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ سب کچھ مملکت خداداد پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے ایک طے شدہ منصوبے کے تحت کیا جا رہا ہے۔ سور کے گوشت اور اس سے بنی ہوئی چیزوں کی خرید و فروخت کی دکانیں قادیانیوں کی ہیں۔ بے حیائی میں تو انگریز بھی ان سے بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ گرل فرینڈز کا رواج ان میں عام ہے۔ مغربی ممالک کے حالات سے معمولی واقفیت رکھنے والے افراد بھی یہ جانتے ہوں گے کہ مغربی عورتیں کسی بھی مرد کے ساتھ دو سال کا عرصہ گزارنے سے پہلے شادی نہیں کرتیں۔ ان کو کسی ترقی پذیر ملک کے افراد سے کیا مفاد ہو سکتا ہے؟ صرف اور صرف جنسی تسکین۔ اسلام کے نام پر مگر مجھ کے آنسو بہانے والے مرزا طاہر کو اس بات کی خبر تو ہوگی کہ جرمنی کی خواتین اور جرمنی میں موجود پاکستانی قادیانیوں کے درمیان طے پانے والی شادیاں اسی فرینڈشپ کی بنیاد پر ہوتی ہیں اور یوں جرمنی میں مقیم قادیانی شادی سے پہلے غیر ملکی خواتین کے ساتھ ڈیڑھ دو سال کا عرصہ گزار کر زنا کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔

حال ہی میں روزنامہ ”جنگ“ لندن اور لاہور (پاکستان) نے اپنی اشاعت 28,14 اور 30 نومبر 1991ء میں لندن کے نائٹ کلب میں ”عریاں شو“ پیش کرنے والی نوجوان قادیانی لڑکیوں کے بارے میں تہلکہ آميز انکشافات کیے ہیں۔

”جنوبی لندن کے نائٹ کلبوں میں برہنہ ڈانس کرنے والی زرینہ رمضان (قادیانی) اور قمر اشرف نے اخبارات میں اپنی تشہیر کے بعد نائٹ کلبوں اور نجی تقریبات میں اپنی بے حیائی کو منظر عام پر لانے کی بگنگ کا معاوضہ چار گنا کر دیا۔ تین سالوں میں چار لاکھ پاؤنڈ کمایا جبکہ جون 92ء تک مختلف کلبوں اور نجی تقریبات کے لیے بک کی جا چکی ہیں۔ اس بگنگ کے حساب سے ان کی مجموعی آمدن ایک کھرب پاؤنڈ تک جا پہنچ گی۔ 24 سالہ زرینہ رمضان اور 19 سالہ قمر اشرف دونوں سہیلیاں ہیں اور ان کے آباؤ اجداد کا تعلق پاکستان سے ہے۔ زرینہ رمضان کا والد ملتان کا رہنے والا ہے جو 1960ء میں ترک وطن کر کے لندن چلا گیا تھا جہاں زرینہ کی پیدائش ہوئی۔ 1984ء میں زرینہ نے والد کے انتقال کے بعد مختلف اداروں میں ملازمت اختیار کی۔ اس دوران اس کی دوستی ایک نوجوان سے ہو گئی۔ دوستی شادی کے بندھن میں بدل گئی، لیکن زرینہ کی آوارہ مزاجی اصلاح کی راہ پر نہ آسکی اور یوں دونوں میں علیحدگی ہو گئی۔ کچھ عرصہ بعد زرینہ رمضان نے اپنی پسند سے دوسری شادی کی لیکن یہ بندھن بھی ٹوٹ گیا۔ تب زرینہ رمضان نے اپنی سہیلی قمر

اشرف کے ہمراہ نائٹ کلبوں میں رقص کرنے والی لڑکیوں سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کلب انچارج



ڈانس ماسٹر اور دو برطانوی عورتوں سے انہیں ملوایا جو باقاعدہ ڈانس کی تربیت بھی دیتی ہیں۔ چار ماہ کے تربیتی کورس کے ساتھ ہی زیریہ رمضان اور قمر اشرف نے نائٹ کلبوں میں باقاعدہ رقص شروع

کر دیا۔ تین سال کے عرصہ میں ٹائٹ کلبوں میں ڈانس کر کے دونوں سہیلیوں نے تقریباً چار لاکھ پاؤنڈ کمائے اور جب ان کی مانگ ذرا کم ہوئی تو دونوں نے ٹائٹ کلبوں میں ڈانس چھوڑ کر ساؤتھ ہال کے ایک فلیٹ کے ڈرائنگ روم میں جو بھارتی کمپیوٹر آپریٹر کی ملکیت ہے، برہنہ ڈانس کر کے اپنی بے حیائی کی انتہا کر دی۔ بے حیائی کے اس شیطانی پروگرام میں داخلہ کی فیس سو پاؤنڈ فی کس کے حساب سے مقرر کی گئی، جبکہ ہر تماشین پر یہ شرط عائد کی گئی کہ وہ کم از کم دو سو پاؤنڈ لے کر پروگرام دیکھ سکیں گے اور پروگرام کے دوران یہ دو سو پاؤنڈ انہیں زرینہ رمضان اور قمر اشرف پر نچھاور کرنا ہوں گے۔ شیطانی رقص کا پہلا پروگرام ایک گھنٹہ 45 منٹ تک جاری رہا اور اسے دیکھنے والوں کی مجموعی تعداد 45 افراد پر مشتمل تھی جس میں کلب انچارج، رقص اور منتظم برطانوی عورتیں شامل تھیں۔ پروگرام میں بھارتی اور پاکستانی فلمی گانوں پر زرینہ رمضان اور قمر اشرف رقص کرتی رہیں۔ پروگرام کی ابتدا ”میرا لونگ گوجا“ سے کیا گیا۔ قمر اشرف نے اس گانے کی دھن پر پاکستان کے روایتی دلہن والے لباس میں رقص کیا۔ اس نے لہنگا، دوپٹہ اور چوڑیاں پہن رکھی تھیں جبکہ تماشین جام سے جام کھرا رہے تھے۔ پہلے دو گانوں پر قمر اشرف نے رقص کیا جبکہ زرینہ رمضان نے اپنے رقص کی ابتدا ”بجاؤ سب مل کے تالی کہ آئے ناچنے والے“ سے کی۔ اس دوران تماش بینوں کی بد مستیاں عروج پر تھیں اور وہ بے تحاشا پاؤنڈ نچھاور کیے جا رہے تھے اور زرینہ رمضان اپنے پاؤں کی انگلیوں سے پاؤنڈ اٹھاتی رہیں۔ اس پروگرام میں دونوں سہیلیوں نے 19 گانوں پر رقص کیا اور مجموعی طور پر چھ بار لباس بدلا اور یوں لباس بدلتے بدلتے بے لباس ہوتی چلی گئیں۔ قمر اشرف نے برہنہ رقص کی ابتداء پروگرام کے 13 ویں گانے ”آج جمعہ ہے“ سے آغاز کیا اور یوں دونوں سہیلیوں نے سات گانوں پر اپنی بے حیائی سے شیطان کو بھی مات دے دی۔ بے حیائی کے اس پروگرام کے تماش بینوں میں 9 پاکستانی، 18 ہندوستانی اور باقی برطانوی شہریت رکھنے والے مرد اور عورتیں موجود تھیں۔ پروگرام کے دوران دو برطانوی عورتیں فاتحانہ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ جام پر جام چڑھائے جا رہی تھیں۔ پروگرام کے اختتام پر زرینہ رمضان اور قمر اشرف کو بحفاظت ان کی رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا۔ تب سے اب تک وہ لندن کے ٹائٹ کلبوں اور نجی تقریبات کے لیے بک ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ زرینہ رمضان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ قادیانی ہے اور ماں بیٹی نے محض پاکستان اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور دولت سمیٹنے کے لیے بے حیائی کے ان پروگراموں کی بکنگ کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے جبکہ برطانیہ میں موجود ہزاروں پاکستانی گزشتہ تین ماہ سے ان کو قتل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ دوسری طرف برطانوی پولیس نے رسوائے

زمانہ شاتم رسول، سلمان رشدی کی جان کی حفاظت کے ساتھ زرینہ رمضان اور قمر اشرف کی حفاظت کا بھی ٹھیکہ لے لیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی دل آزاری کا سامان موجود رکھنے کا عزم کر رکھا ہے۔“

”زرینہ رمضان نے جس کا جسم اپنے انتہائی مختصر سے کپڑوں میں سے باہر نکلتا جا رہا تھا یہاں ایک ملاقات میں کہا کہ:

”میں خواتین کی آزادی کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں۔ مجھے اپنے فن، پیشہ اور کام پر فخر ہے۔ میں اس سے لطف اندوز ہوتی ہوں۔ مجھے رقص سے محبت ہے اور جب میں اپنے تھرکتے ہوئے جسم پر سے آہستہ آہستہ کپڑے اتارتی ہوں تو مجھے بہت مزہ آتا ہے۔“ ”زرینہ کا کہنا ہے کہ آخر لوگوں کو کیا تکلیف ہے۔ یہ میری زندگی اور میرا جسم ہے میں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزاروں گی۔“

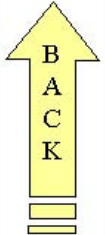
”قمر اشرف نے بھی اس بات کی تصدیق کی ہے کہ وہ بے شک اپنے جسم کو کچھ وقت کے لیے دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتی ہیں، لیکن وہ صرف اپنی پسند کے افراد کو ہی ایسا کرنے کی اجازت دیتی ہیں اور بعض اوقات وہ کسی نا پسندیدہ شخص کی طرف سے ایک ہزار پاؤنڈ کی پٹیکش بھی ٹھکرا دیتی ہیں۔“

زرینہ رمضان اور قمر اشرف نے صرف انگلستان ہی میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں عالم اسلام کا سرشرم سے جھکا دیا ہے۔ کیا اسے مسلم تہذیب کے جتاڑے سے معنون کیا جانا چاہیے؟ برطانیہ کے دو بڑے اخبارات، ”دی ٹائمز“ اور ”ڈیلی ٹیلی گراف“ نے اس واقعہ کو شہ سرخیوں اور متعلقہ لڑکیوں کی نیم برہنہ تصویروں سے ساری دنیا میں مشتہر کر دیا۔

بی بی سی لندن نے اپنے ہمیشہ کی طرح مسلم دشمن رویے سے مغلوب ہو کر اس کی خوب خوب اشتہار بازی کی، تا آنکہ برطانوی مسلمانوں کو باقاعدہ کارپردازان بی بی سی سے احتجاج کرنا پڑا۔ ”ٹائمز“ اور ”ڈیلی ٹیلی گراف“ نے کسی عیسائی، یہودی، ہندو اور دوسرے مذاہب کی رقاصاؤں کو کبھی بھی اس منضبط انداز میں مشتہر نہیں کیا، جس طرح کا رویہ ان دونوں پاکستانی نژاد قادیانی لڑکیوں سے رکھا گیا۔ کیا مغربی پریس اس واقعہ سے ملعون رشدی کے قتل کے فتویٰ کے خلاف عالم اسلام کے غیظ و غضب کا بدلہ لینا چاہتا ہے؟

ممکن ہے بہت سے لوگ میری ان باتوں پر یقین نہ کریں اور میری ان باتوں کو کسی عناد یا بغض کی وجہ قرار دیں؛ لیکن اس امر کی وضاحت میں پہلے ہی کر چکا ہوں کہ میرا قادیانیوں سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں۔ میں اگر ان کے مکروہ چہرے سے پردہ سرکا رہا ہوں تو اس کا مقصود اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ وہ سادہ لوح قادیانی جو تذبذب کا شکار ہیں اور قادیانی جماعت کی حقیقت سے نا آشنا ہیں؛ مرزا قادیانی پر دو حرف بھیج کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ناطہ جوڑ لیں۔ میں نے قادیانی جماعت کے ساتھ ایک عرصہ گزارا ہے۔ اپنے دور قادیانیت کے عرصہ میں میں نے خود مرزا طاہر اور جماعت کے رہنماؤں کی توجہ اس معاملے کی طرف دلائی۔ میرے پاس جرنی کی قادیانی جماعت کے امیر کا ایک خط بھی موجود ہے جس میں انہوں نے اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے اس رجحان کو روکنے کی یقین دہانی کروائی ہوئی ہے؛ ویسے بھی میں اگر قادیانیوں کی اخلاقی حالت کے متعلق کچھ گفتگو کرتا ہوں تو یہ کچھ غلط بھی نہیں۔ بقول شاعر۔

ہم ہر اک شوخ کا اندازِ نظر جانتے ہیں
ہم نے اک عمر گزاری ہے صنم خانے میں



احقوں کی جنت

جی آراعوان

ہر شخص کے ماضی میں یادوں کا ایک جہاں آباد ہوتا ہے۔ ذہن کا کمپیوٹر آن ہوتے ہی بیتے دنوں کا لمحہ لمحہ نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ میرے ایام رفتہ بھی یادوں سے بھرے پڑکے ہیں۔ بے شمار تلخ و شیریں یادیں بھلائے نہیں بھولتیں۔ پھر قدرت نے انتہائی کمال کا حافظہ دیا ہے کہ اک ذرا غور کی دیر ہے گئے دنوں کی ہر بات یوں یاد آنے لگتی ہے جیسے مسافت سمٹ گئی ہو اور گزرا زمانہ لوٹ آیا ہو۔ بچپن کی یادیں تو ویسے بھی لاشعور کے نہاں خانوں میں ایسے جاگزیں ہوتی ہیں کہ انسان زندگی میں جب بھی خواب دیکھتا ہے تو خود کو اسی گھر میں دیکھتا ہے جہاں اس نے بچپن گزارا ہوتا ہے۔

میرا بچپن اور لڑکپن کفر کی بستی ”مرزائیل“ میں گزرا جسے ربوہ کہا جاتا ہے۔ مرزائیوں اور یہودیوں میں ہر اعتبار سے اس قدر مماثلت ہے کہ ربوہ کو اسرائیل کے ہم وزن مرزائیل کہنا انتہائی موزوں لگتا ہے ”احقوں کی جنت“ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ مسلمان جنت کے لیے اعمال اوصاف اور افعال کو باکمال بناتا ہے جب کہ مرزائی پیغمبر کی جنت کے ٹکٹ کے خواہشمند کو اپنی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کے ایک چوتھائی حصہ کے برابر رقم جماعت کو دینا پڑتی ہے۔ لہذا اعمال کی بجائے مال سے جنت حاصل کرنے والوں کے شہر کو ”احقوں کی جنت“ ہی کہا جاسکتا ہے۔

1965ء میں میرے والد گرامی سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں ربوہ تبدیل ہوئے تو ہمیں اپریل 1965ء سے اگست 1969ء تک ربوہ میں رہنا پڑا۔ بعد ازاں اگرچہ قیام چنیوٹ میں رہا تاہم تعلیمی تعلق کے حوالے سے دسمبر 1975ء تک مرزائیل سے ہی وابستگی رہی۔ اسی

دوران وہاں کی شہری، شخصی، سماجی زندگی اور مرزائی روایات کے بے شمار مشاہدات سامنے آئے۔
مرزائی قوم ایک جمہولے نبی کی امت ہونے کے باعث مسلمانوں کے لیے جس قدر
ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، اس سے کہیں زیادہ ان کی زندگی میں پھیلے ہوئے اخلاقی اور سماجی طاعون کو
دیکھ کر سر چکراتا اور ذہن سوچتا ہے کہ یہ لوگ ہیں کیا اور خود کو پیش کیا کرتے ہیں۔ اخلاق کی چادر
اوڑھے یہ گروہ یہود و نصاریٰ سے بھی بدتر خصائل کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

قیام ربوہ کے دوران بے شمار مرزائیوں سے ملاقات ہوئی۔ کئی دوست بنے، لاتعداد
کلاس فیلو بھی تھے۔ ان کے مذہبی اجتماعات بھی دیکھے۔ کئی مرزائی بے زاروں سے مرزائی امت
کے ارباب حل و عقد کی داخلی زندگی کے رنگین و سادہ قصے بھی سنے۔ ”جنت و دوزخ“ اور ”حورو
غلان“ کی کہانیاں بھی معلوم ہوئیں لیکن ان سب سے ایک ہی نتیجہ اخذ کیا کہ مرزائیوں میں
مسلمانوں کے لیے تعصب اور تفرقہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

چند برس پہلے ایک روز اپنے ایک جاننے والے کے گھر بیٹھا تھا۔ ان کے ہاں ڈش
نصب تھی۔ ٹیلی ویژن آن تھا۔ چینل بدلتے ہوئے اچانک ”احمدیہ ٹیلی ویژن نیٹ ورک“ آ گیا
جس پر مرزا طاہر کا نام نہاد جمعہ کا خطبہ نشر ہو رہا تھا۔ موصوف کا کہنا تھا کہ ”پاکستان میں ہم جن
قابل تعزیر جرائم کی زد میں آتے ہیں، ان میں ہمارے گھروں سے قرآن کا برآمد ہونا، کسی کو اسلام
علیکم کہنا یا نماز پڑھنا شامل ہے۔ جبکہ پاکستانی علماء اغواء بدفعی، زیادتی اور ناجائز اسلحہ رکھنے کے
جرائم میں دھرے جاتے ہیں۔ موازنہ کیا جائے کہ قصور وار اور جرم دار کون ہے؟“

مرزا طاہر کی طرف سے جس ڈھٹائی سے خود کو معصوم اور پاکستانی علمائے کرام کو مطعون
کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی، اسے سن کر میری سوئی ہوئی یادوں نے انگڑائی لی اور قیام ربوہ کے
دوران دیکھے ہوئے مرزائیوں کے کئی ”کالے کر توت“ یاد آنے لگے اور بے اختیار چاہا کہ کاش یہ
شخص میرے سامنے ہوتا تو میں اس کا اور اس کی امت کا کچا چٹھا اس کے سامنے کھول کر رکھ دیتا۔
میرے پاس کوئی پلیٹ فارم نہیں تھا۔ چنانچہ یہ خواہش دل ہی دل میں رہ گئی۔ لیکن قدرت کو شاید
میرے جذبے پر کچھ زیادہ ہی پیار آ گیا۔ اس لیے اس نے مرزائیوں کو آئینہ دکھانے کے لیے مجھے
جلد موقع فراہم کر دیا۔

1965ء کے شروع کی بات ہے، ہم ساہیوال ضلع سرگودھا میں رہتے تھے کہ اباحی کا
تبادلہ ربوہ ہو گیا۔ وہ محکمہ زراعت میں ملازمت کرتے تھے۔ ہمارا آبائی شہر بھیرہ ضلع سرگودھا ہے۔
بھیرہ جہاں اولیا خیز سرزمین ہے، وہاں مرزائیوں کا گڑھ بھی ہے۔ مرزا قادیانی کا پہلا خلیفہ حکیم

نور الدین بھی بھیرہ کا ہی رہنے والا تھا۔ جس نے ”مرزا غلام احمد“ کی جھوٹی نبوت کو چار چاند لگائے۔ انہی دنوں ہماری پھوپھی زاد بہن کی شادی تھی، جس میں شرکت کے لیے ہم ساہیوال سے بھیرہ آئے تو وہاں کے مرزائیوں نے ہمارے گھر میلہ لگا دیا۔ ان لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ ہم ربوہ جا رہے ہیں تو ان کی خوشیاں دیدنی تھیں۔ حافظ اشرف، اماں خدیجہ مبارک بک سکر، بشارت چکی والا، مبارکہ درزن غرض ہر مرزائی شخص ہمیں ملنے آیا۔ یہ لوگ یوں مل رہے تھے جیسے ہم حج یا عمرہ کرنے دیا رہیں ﷺ جا رہے ہوں۔ تب مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان مرزائیوں کی اس وارفتگی کی غایت کیا ہے۔ لیکن بعد میں پتہ چلا کہ ان کے پاؤں زمین پر اس لیے نہیں ”ٹپک“ رہے کہ ان کے خیال میں ربوہ جا کر ہم لوگ مرزائی ہو جائیں گے۔

محکمہ ٹیلی فون کا ایک ملازم فضل احمد ربوہ میں رہتا تھا۔ راولپنڈی کے اس شخص کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی۔ اس کے بیٹے منور کو مرزائیت سے سخت نفرت تھی۔ چنانچہ وہ باپ سے ناراض ہو کر اپنی مسلمان پھوپھی کے ہاں پنڈی میں مقیم ہو گیا۔ فضل احمد نے بیٹے کو گھر واپس لانے اور مرزائیت میں داخل کرنے کے لیے سرتوڑ کوششیں کیں مگر ناکام رہا۔ فضل احمد نے اس سلسلے میں ایک مرزائی مبلغ جمیل الرحمن رفیق سے مدد طلب کی۔ موصوف فضل احمد کے گھر آیا اور یقین دہانی کرائی کہ وہ اس کے بیٹے کو دوبارہ مرزائی کر لے گا۔ لیکن بجائے اس کے کہ جمیل الرحمن رفیق منور کو مرزائی کرتا، وہ خود فضل احمد کی بیٹی ناصرہ پر لٹو ہو گیا۔ خوبصورت ناصرہ جمیل الرحمن رفیق کو اپنا انکل سمجھ کر اس کی خوب خاطر مدارات کرتی رہی مگر انکل کچھ اور ہی نکلا اور چند روز بعد ہی اس نے فضل کو شادی کے لیے پیغام بھجوادیا۔ مرزائی مرکز کی طرف سے بھی جمیل الرحمن رفیق کی سفارش ہوئی لہذا بیچارہ فضل احمد انکار نہ کر سکا۔ چنانچہ اسے اپنی لڑکی کی شادی دینی عمر کے شخص سے کرنی پڑ گئی۔ جمیل الرحمن رفیق ناصرہ کو لے کر چلتا بنا جواب اس کی کئی بیٹیوں کی ماں ہے۔ یوں فضل احمد بیٹے کو مرزائی بنانے کے چکر میں بیٹی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔

ربوہ میں مرزائیوں نے ارتداد کے عجیب و غریب طریقے اختیار کر رکھے تھے۔ یہ لوگ دیہات کے غریب لڑکوں کو تعلیم دلوانے کا جھانہ دے کر شیشے میں اتار لیتے تھے اور بعد میں بار احسان تلے دبے ہوئے یہ لڑکے مرزائی ہو جاتے۔ ان مرزائی لڑکوں کو مسلمان خاندانوں کے سامنے غیر مرزائی ظاہر کر کے ان کی شادی مسلمان لڑکیوں سے کر دی جاتی تھی۔ ایک مولوی کا تو یہ باقاعدہ کاروبار تھا۔ وہ جماعت سے فنڈز لیتا۔ دیہاتی غرباء لڑکوں کو تعلیم و ملازمت دلواتا، پھر ان کے رشتے مسلمان گھرانوں میں کر دیتا۔ اس شخص نے ایک نہایت شریف اور خدا رسیدہ شخص کے

ساتھ ایسا ہی دھوکہ کیا اور اپنے ایک پروردہ ”جنگلی“ لڑکے کو ایک مسلمان کی تعلیم یافتہ بیٹی کے ساتھ بیاہ دیا۔ دو بچوں کے بعد مذکورہ مسلمان خاندان پر حقیقت کھلی تو وہ سرپیٹ کر رہ گئے مگر اب تو چڑیاں کھیت چک چکی تھیں۔

اسی طرح مرزائی لڑکوں کی ڈیوٹی تھی کہ وہ مسلمانوں کی لڑکیوں کو شیشے میں اتاریں اور پھر انہیں اپنی زوجیت میں لائیں۔ یہاں ایک واقعہ جو لطیفہ بن گیا، قابل ذکر ہے۔ ایک مرزائی عبدالواسع نے ”مری“ میں سیر کے دوران ایک لڑکی کے ساتھ مراسم استوار کر لیے۔ وہ بہت خوش تھا کہ ایک مسلمان لڑکی پھنس گئی، جس کے عوض اسے مرکز سے بھاری معاوضہ ملے گا۔ مگر بعد میں اس پر انکشاف ہوا کہ وہ لڑکی چنیوٹ کے سردار عبدالقادر قادیانی کی بیٹی تھی ہے جو مسلمان نہیں مرزائی ہے بلکہ وہ بھی جماعت کی طرف سے مسلمان مرد مرزائی بنانے پر مامور ہے، اور اس نے مذکورہ شخص کو مسلمان لڑکا سمجھ کر لفٹ کرائی تھی۔ مرزائیوں کے مسلمان عورتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کا گھناؤنا منصوبہ اس قدر عام رہا ہے کہ ایک مرزائی اسلم چودھری نے ایک مسلمان عورت زریہ عرف بلو سے دوستی کر لی جس کا خاوند تلاش معاش کے سلسلے میں ملک سے باہر تھا۔ بعد ازاں اس عورت سے مرزائی امت کے اس سپوت نے جس کو خدا کے ساتھ ہم کلام ہونے کا دعویٰ ہے، ایک ناجائز بیٹا پیدا کیا جو اب جوان ہو چکا ہے۔ اس کا نام ارسلان ہے۔

ازل سے آج تک دنیا کے ہر معاشرے میں تین قوتوں کی حکمرانی رہی ہے جن میں حکام مذہبی اکابرین اور طبیب شامل ہیں۔ تینوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ مذہبی اکابر حکام کی ہر گئی جھوٹی بات کی تائید کر کے انہیں من مانی کا موقع دیتے ہیں جبکہ حکام اہل مذہب کو مالی امداد فراہم کرتے ہیں اور طبیب دونوں فریقوں کو جسمانی، ذہنی اور جنسی طور پر صحت مند رہنے کے لیے نسخے اور کشتے مہیا کرتے ہیں۔ انگریز کو ہندوستان پر پورا تسلط حاصل ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں سے ہمیشہ خطرہ رہا ہے۔ خود کو مضبوط کرنے اور مسلمانوں میں دراڑیں ڈالنے کے لیے اس نے جب کسی مذہبی حوالے اور دھڑے کی شدت سے ضرورت محسوس کی تو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی بنا کر لاکھڑا کیا۔ ان دونوں قوتوں کو شیطان دوستی میں مزید آگے لے جانے کے لیے بھیرہ نژاد حکیم مولوی نور الدین نے اپنی تمام تر ذہنی اور طبی صلاحیتیں صرف کر کے ایک مرزائی معاشرے کو جنم دیا۔ مرزائیت کے قیام کو دوام بخشنے کے لیے مرزا غلام قادیانی اس کے برگ و بار اور خلفاء کو مرزائی علماء نے دلائل و براہین سے سچا ثابت کیا اور انگریز سے دولت کے ڈھیر سیٹے جبکہ ان دونوں حلقوں کی ذہنی، جسمانی اور جنسی بیماری کے لیے طبیعوں اور ویدوں کے ٹولے نے

اپنی اپنی خدمات انجام دیں۔ ربوہ شہر میں دہلی علاج کرنے والے حکماء کی بکثرت دکائیں ہیں۔ کہنے والوں کے مطابق حکیم نور الدین کا مرزائی خاندان نبوت اور امت پر بڑا احسان ہے۔ اس کی ادویہ نے ”مرزا غلام احمد کی دھلتی ہوئی جنسی قوتوں کو سنبھالا دیا اور نسخہ ”زود جام عشق“ کے زور سے مرزا محمود احمد اور مرزا بشیر احمد ایم۔ اے پیدا ہوئے۔

گول بازار میں دواخانہ خدمت غلط، دواخانہ حکیم نظام جان اور خورشید یونانی دواخانہ بہت بڑے دہلی ادویہ کے مراکز ہیں۔ اس کے علاوہ شہر میں کئی چھوٹے چھوٹے مطب بھی موجود تھے جن میں حکیم راغبا اور حکیم عبد الحمید سنیا سی کا مکتبہ فیض عام بہت مشہور تھے۔ کلنڈرے لڑکے اکثر ”فیض عام کو قبض عام“ کہہ کر حمید سنیا سی کو چھیڑتے اور مادر و خواہر کی مخالفت سنا کرتے تھے۔

مذکورہ دواخانوں میں زیادہ تر قوت مردی میں اضافے کی ادویہ فروخت ہوتی تھیں۔ ہر دوسری دوا پر ”نسخہ حضرت خلیفہ اول“ تحریر کر دیا جاتا جس کی کشش سے دوا کی خریداری میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ”مرزا غلام احمد“ کے بارے میں مشہور ہے کہ ان پر جنسی قوت بڑھانے کا خط سوار تھا۔ ان کی تھلید میں مرزائی امت کے مرد بھی ہر وقت جنسی کمزوری دور کرنے اور قوت مردی بڑھانے کے چکر میں رہتے ہیں۔ یہ انہی نسخوں کا ہی اعجاز و اکرام ہے کہ مرزائی تعداد از دواج اور کثرت اولاد کے دلدادہ ہیں۔ حکماء کا خاصہ ہے کہ وہ جب بھی کوئی ”بم“ قسم کا نسخہ تیار کرتے ہیں تو پہلے خود استعمال کرتے ہیں۔ اسی بناء پر دواخانہ خدمت غلط کے حکیم بشیر اور دواخانہ نظام جان کے حکیم نذیر کے گھروں میں بچوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ دیگر حکماء بھی اپنے اپنے کشتوں کی برکت سے خاصے عیال دار تھے۔ جنسی ادویہ کے علاوہ نور کا جل، محبوب کا جل اور سرمہ نور بھی مولوی نور الدین کے نسخے قرار دیئے جاتے اور ان سے چاندی حاصل کی جاتی۔ حکیم نذیر کی پیٹ درد کے لیے تیار کی گئی دوا ”ہاضمون“ بہت مشہور تھی جس کے لیے انہوں نے ایک نظم بھی لکھی تھی۔

ہاضمون کیا خوب دوائی
ربوے وج حکیم بنائی

بڑے بڑے مگر چھ قسم کے حکماء کو ”مرزائی خاندان“ کی سرپرستی حاصل تھی لیکن غلی سطح کے طبیب نہایت تنگ دست تھے جنہیں دو وقت کی روٹی کے لالے پڑے رہتے تھے۔ حکیم صدیق نے اباجی سے اپنی کسمپرسی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ”ہم پر تو کوئی ایسا عذاب الہی نازل ہے کہ کسی کو مفت دوا دیں تو فوراً آرام آ جاتا ہے لیکن مول دوا لینے والوں کو معمولی افاقہ بھی نہیں ہوتا۔ بعض

اوقات تو لوگوں کو دوا کی قیمت واپس کرنی پڑتی ہے۔ بڑے حکیموں کے بھی اکثر نسخے ناکام تھے۔ مگر ان کا ”کلا“ بہت مضبوط تھا۔ دواخانہ خدمت خلق والوں کا کیل مہاسوں سے نجات دلانے والا ”بیوٹی لوٹن“ انتہائی خطرناک تھا۔ ایک بار ایک خاتون نے استعمال کیا تو وہ خطرناک الرجی کا شکار ہو گئی جو بمشکل اور بسیار ڈاکٹری علاج سے ٹھیک ہوئی مگر اس کے چہرے پر نشان عمر بھر موجود رہے۔

جہاں ربوہ میں ایک طرف ”حکیم راج“ تھا تو دوسری طرف زچہ بچہ کے بھی کئی چھوٹے بڑے کلینک کھلے ہوئے تھے جنہیں عطائی قسم کی دایاں چلاتی تھیں۔ دو کلینک بہر حال بڑے اور مشہور تھے جن میں ایک ”اقبال زنانہ دواخانہ“ تھا جو محلہ دارالرحمت وسطی میں کچے بازار اور پرائمری سکول کے قریب واقع تھا۔ ربوہ میں طبقاتی فرق ملک بھر میں سب سے زیادہ تھا جس کی بنا پر اعلیٰ درجے کے گھرانوں کی خواتین تو اپنے زچگی کے مراحل بڑے شہروں کے بڑے ہسپتالوں میں سر کیا کرتی تھیں۔ درمیانے سفارشی اور منہ لگے طبیب کی خواتین کے لیے فضل عمر ہسپتال میں بھی مراعات و سہولیات میسر تھیں۔ لیکن نچلا اور تیسرے درجے کا طبقہ بہر حال روایتی دایوں اور مذکورہ دواخانوں کے سہارے چلتا تھا۔ ان دواخانوں میں زچگی کے امور کے علاوہ اسقاط حمل کے کیس بھی منمائے جاتے تھے۔ اقبال زنانہ دواخانہ کی مالک رضیہ اقبال اپنے بیٹے کی معاونت سے یہ کلینک چلا رہی تھی۔ اس کے بیٹے کی رحمت بازار میں جوتوں کی دکان ”نعم پیم ہاؤس“ تھی۔ اس کے علاوہ گول بازار کے ریلوے پھانک سے ملحقہ پہاڑیوں کے دامن میں ایک مختاری دائی کا میٹرنٹی ہوم تھا۔ یہاں بھی خواتین اپنے زچگی کے مراحل سے گزرتی تھیں۔ اس کے علاوہ بہت سے بالا بلند اور نام نہاد شرفاء شبینہ مشاغل سے پیدا ہونے والے مسائل کے ازالہ کے لیے بھی ان کلینکوں سے رجوع کرتے تھے۔ دارالرحمت وسطی میں ہمارا ایک کلاس فیلو صابر علی رہتا تھا۔ سیاہ رنگ کا یہ مرزائی بے زار انسان باتیں کھری کھری کرتا تھا۔ اس نے رضیہ اقبال کے بارے میں بتایا کہ موصوفہ اگرچہ ایک غیر مستند دائی ہے لیکن قادیان کی ظلی نبوت کی پیداوار کی تختہ مشق بنائی ہوئی ”امتی“ عورتوں کی مشکلات بہر حال آسان کر دیا کرتی ہے۔ اس کے بدلے میں اس نام نہاد ڈاکٹرنی کو ستم رسیدگان سے فیس اور ”اوپر والوں“ سے انعام بھی ملتا ہے۔

طلاق ربوہ میں جس قدر عام تھی اس کی مثال کسی اور معاشرے میں بہت ہی کم ملتی ہے۔ یہاں مرد اور عورتیں دونوں طلاق کو مرضی کے مطابق استعمال کر لیتے تھے۔ ہمارے سکول کے ایک ٹیچر اسماعیل صاحب کے فلاسفی کے پروفیسر بیٹے مبارک احمد کی شادی ہوئی تو سہاگ رات کو

ہی لڑکی نے لڑکے کے ساتھ رہنے سے انکار کر دیا اور اگلے ہی روز دونوں میں طلاق ہو گئی اور اسی ہفتے دونوں کی نئی شادیاں کر دی گئیں۔ طلاق کے بعد خواتین میں عدت گزارنے کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ افتخار بیگم کو محض اس بناء پر طلاق دے دی کہ اس کو کسی اور لڑکی سے محبت تھی جبکہ اس کا باپ اس لڑکی کو صرف اپنے اغراض و مقاصد کے لیے ”بہو“ بنا کر لانا چاہتا تھا۔ اس شخص نے اپنی منکوحہ کو طلاق کے ساتھ تحریر کیے جانے والے خط میں لکھا ”ہمارے معاشرے میں سر کا بہو کے ساتھ تعلقات استوار کر لینا معمول کی کارروائی ہے۔ لہذا میں آپ کو اپنے باپ کے چنگل سے بچانے کے لیے طلاق دے رہا ہوں۔“ یہ واقعہ بھی محلہ دارالرحمت شرقی کی ایک مکین لڑکی سے پیش آیا۔

طلاق اور خلع کے معاملات کو حل کرنے والی ربوہ کی متعلقہ انتظامیہ کا خاصہ ہے کہ وہ ایک ہی نشست میں طلاق کا فیصلہ کر دیتی اور کھڑے پاؤں لڑکی اور لڑکے کے لیے نئے رشتے تجویز کر دیتی جنہیں فریقین اکثر قبول کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ طلاق کے مضر اثرات کو محسوس کیا جاتا اور نہ ہی اس سے بچاؤ کے لیے عملی اقدام کیے جاتے تھے۔

اکثر مرزائی عورتیں شوقیہ طلاق بھی لے لیتی تھیں۔ ایسی کئی مثالیں دیکھی گئی ہیں۔ ایک شخص عبدالواسع کی بہن نے جب کسی ٹھوس وجوہ کے بغیر طلاق لے لی تو ہمارے ایک کلاس فیلو محمود نے اس بارے میں بتایا کہ مذکورہ خاتون ازدواجی بندھن کی قائل نہیں تھی۔ اس نے گھر والوں کے مجبور کرنے پر شادی کی اور ایک ”بچہ“ حاصل کرنے کے بعد شوہر اور سرسرا ل سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ محمود کے مطابق ربوہ سے وابستہ اکثر تعلیم یافتہ خواتین میں یہی رجحان پایا جاتا ہے۔ وہ صرف بچہ حاصل کرنا چاہتی ہیں تاکہ معاشرے میں ان سے ”تہا عورت“ کا لیبل اتر جائے۔ اس مقصد کے لیے وہ کسی بھی عام شخص سے شادی کر لیتی ہیں اور مقصد حاصل ہوتے ہی کسی بھی بات کو جواز بنا کر نجات حاصل کر لیتی ہیں۔

ربوہ میں طلاقیوں کی ایک اور وجہ بھی ہے جس پر مرزائی بے زار افراد کی اکثریت پوری طرح متفق ہے۔ ان لوگوں کے مطابق مرزائی امت کے مرد حضرات اپنے پیشوا اور اس کی آل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ”سدومیت“ کے اس قدر رسیا ہیں کہ وہ بیویوں کو بھی تختہ مشق بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ بعض خواتین اپنی مجبوریوں کے باعث سر تسلیم خم کر لیتی ہیں جب کہ اکثریت اس پر طلاق کو ترجیح دیتی ہیں۔ ہمارے محلہ میں ایک خاتون بشری نے محض اسی وجہ سے طلاق لے لی

کہ وہ شوہر کی یہ خواہشات پوری کرنے سے قاصر تھی۔

ہمارے سکول کے ایک استاد کی شادی بھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون سے ہوئی جو پائے کی ریاضی دان تھی۔ اس نے موصوفہ استاء سے شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد طلاق لے لی۔ اس کے بارے میں بھی یہی سننے میں آیا کہ خاتون اپنے شوہر نامدار کی جنسی خواہشات کو پورا نہیں کر سکتی تھی جو وہ اس کے ساتھ اپنی امت کی مسلمہ روایت کے طور پر ادا کرنا چاہتا تھا۔

جھوٹ وہ معاشرتی بیماری ہے جو کسی بھی معاشرے کی تمام اچھی اقدار کو گھن کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ قادیانی نبوت کی بنیاد ہی جھوٹ ہے۔ لہذا یہ امت ہمہ وقت جھوٹ بولنا اپنا ایمان سمجھتی تھی۔ بڑے بڑے اکابرین اپنی کہی ہوئی باتوں سے یوں مکر جاتے ہیں جیسے وہ بات کہی گئی ہی نہیں تھی۔ ایک شخص چودھری نذیر خان ایک بار ہمارے گھر آیا اور کہنے لگا کہ ”میرا بھائی اور بھابی مختار احمد ایاز اور صالح بیگم جماعت کے مبلغ ہیں اور دونوں نے میرے حصے کی جائیداد ہتھیا کر اپنے نام کرا لی ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ یہ جائیداد موردی نہیں بلکہ ان کی اپنی خریدی ہوئی ہے۔“ ابا جی نے اسے کہا ”تم اس بارے میں کوئی ثبوت پیش کرو کہ جائیداد کے تم بھی وارث ہو۔“ کہنے لگا ان لوگوں نے باپ کی بیماری کے زمانے میں ہر چیز اپنے نام کرا لی تھی۔ اب ثبوت تو میرے پاس ہے نہیں بات قسم کی ہے مگر یہ لوگ جھوٹی قسم کھانے سے دریغ نہیں کرتے۔

ہماری گلی میں ایک حکیم صدیق آف میانی والے قیام پذیر تھے۔ ان کا بیٹا شریف صدیقی ایک بے روزگار نوجوان تھا۔ اس کو گھر میں کوئی وقعت حاصل تھی نہ گھر سے باہر اس کی کوئی عزت کرتا تھا۔ اس کا ”ہینڈ رائٹنگ“ بہت عمدہ تھا۔ وہ اباجی کا بے حد احترام کرتا تھا۔ چنانچہ مجھے جب بھی سکول کے لیے چارٹ بنوانا ہوتا اسے کہا جاتا۔ وہ بنا دیتا تھا۔ ایک بار میں نے اس سے پوچھا ”آپ کو نوکری کیوں نہیں ملتی؟“ کہنے لگا ”بھیا! میں نوکری حاصل کرنے کے قابل نہیں۔“ میں نے پوچھا آپ پڑھے لکھے ہیں پھر کیا وجہ ہے نوکری نہ ملنے کی۔“ کہنے لگا ربوہ میں نوکری حاصل کرنے کے لیے منافقت کی ڈگری ہونا ضروری ہے۔ زہر کو قد کہنے کا فن جسے آتا ہو وہ شجر احمدیت کے اثمار سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ میری مجبوری ہے کہ میں احمدی ہو کر بھی اپنی آل نبوت اور امت کے ساتھیوں کی برائیوں اور خطاؤں سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ اپنے والدین متعصب بھائیوں محلے کے صدر اور جماعت کے اکابرین کے سامنے غلط کو غلط کہتا ہوں اور یہ چیز ان لوگوں کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ لہذا مجھ سے میرے گھر والے خوش ہیں نہ جماعت والے راضی۔ پھر مجھے نوکری خاک ملے گی؟“

ربوہ میں چڑے شکار کرنے کا رواج عام تھا۔ ہر گھر میں لوگ مرغیاں ”تاڑنے“ والے ٹوکرے کو ایک چھڑی کے سہارے اس طرح کھڑا کر دیتے کہ نیچے ایک خلا سا بن جاتا جہاں باجرہ بکھیر دیا جاتا تھا۔ جونہی چڑیا یا چڑا دانہ چکنے ٹوکرے کے نیچے جاتا، ٹوکرے کے ساتھ بندھی ہوئی رسی کھینچ لی جاتی۔ یوں پچارہ چڑا مقید ہو جاتا جس کو پکڑ کر ذبح کر لیا جاتا تھا۔ ربوہ والے کہتے تھے کہ وہ چڑے بھی اپنے ”نبی“ کی سنت کے طور پر کھاتے ہیں۔ ایک صاحب نے بتایا کہ مرزا غلام احمد چڑے پکڑتے اور انہیں سرکنڈے سے نہایت اذیت دہ طریقہ سے ذبح کیا کرتے تھے۔ ان کے امتی اس معاملہ میں قدرے رحم دل واقع ہوئے تھے جو سرکنڈے کے بجائے چاقو سے چڑے ذبح کرتے تھے۔ ہمارے سکول کے ایک ماسٹر مسعود جن کی شکل انتہائی ہیبت ناک تھی، چڑوں کے بڑے رسیا تھے۔ وہ لڑکوں کو چڑے پکڑ کر لانے کو کہتے تھے اور جولا کا انہیں چڑے فراہم کرنے میں فراخ دلی سے کام لیتا، موصوف اسے نمبر دینے میں دریا دلی سے کام لیتے تھے۔ اس کے علاوہ ربوہ میں تلیر، شارک، لالی اور کبوتروں کا شکار بھی بہت کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ شکار کے لیے ایئر گن کے علاوہ غلیل بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی چڑوں کے شکار کا شوق ہوا۔ میں اور میرا کزن شکار کے ابتدائی مراحل طے کر رہے تھے کہ اباجی کو خبر ہو گئی۔ اس کے بعد ہمارے ساتھ جو ہوا، اس کا نتیجہ بہر حال یہ تھا کہ پھر کبھی ”چڑا کشی“ کا خیال ہمارے ذہن میں نہیں آیا۔

ربوہ کے دکانداروں کا ناپ تول اس قدر بددیانتی پر مبنی تھا کہ خود اہل ربوہ اپنے ہم مذہبوں پر اعتبار نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ سودا سلف لینے کے لیے چنیوٹ یا لالیاں جانے کو ترجیح دیتے تھے یا چمن عباس کے نذیر چنگڑ سے اشیاء ضرورت خریدا کرتے تھے۔ شریف بٹ اور حفیظ سبزی فروش کے ساتھ اکثر لوگوں کا مول تول پر جھگڑا ہوا کرتا تھا اور تو اور یہ لوگ اپنی گندم پھوانے کے لیے ربوہ کی چکی پر جانے کی بجائے چمن عباس کے مسلمان چکی والے کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان تمام حقائق سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کا گیا گزرا معاشرتی اور سماجی طور طریق مرزائیوں سے ہزار گنا زیادہ اچھا ہے کہ یہ لوگ خود حقیقی زندگی میں مسلمانوں پر ہی انحصار کیا کرتے تھے۔

اس شہر کے باسیوں میں گالیاں دینے کا عام رواج تھا۔ وہ لوگ کشتی نوح میں مرزا غلام قادیانی کی مسلمانوں کو دی گئی گالیوں پر بڑے نازاں تھے اور ان کی تقلید میں گالی دینا اپنا کمال سمجھتے تھے۔ ربوہ کا ایک ڈپو ہولڈر عبدالرحیم چیمہ مغلظات کا اس قدر ماسٹر اور شوگر تھا کہ اپنے ڈپو پر

آنے والے گاہکوں کو بھی رگڑا لگا دیتا تھا۔ ایک بار کسی گاہک کو رجم چیمہ گالی دے بیٹھا جس پر بات بڑھتی بڑھتی لمبی لڑائی کی شکل اختیار کر گئی۔ معاملہ امور عامہ سے ہوتا ہوا مرزا ناصر احمد کے پاس چلا گیا۔ مرزا ناصر احمد نے رجم چیمہ کو طلب کر کے کہا ”چیمہ صاحب! آپ کی شکایت آئی ہے کہ آپ اپنے ڈپو پر آنے والے گاہکوں کو گالیاں دیتے ہیں۔“

اس پر رجم چیمہ نے کہا ”جناب کہو! بہن۔۔۔۔۔ کہہ دالے۔“

یہ سن کر مرزا ناصر احمد اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ کہتے بھی کیا، ان کی اپنی تعلیم بول رہی

تھی۔

ربوہ میں بیاہ شادیوں کے سلسلے میں بھی عجیب فرق و امتیاز پر مبنی نظام رائج تھا۔ ”اہل خاندان“ ان کے حواریوں اور پوش علاقے کے باسیوں پر شان و شوکت سے شادی کرنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ ریلوے لائن کے ایک طرف لاری اڈہ والی سائیڈ پر محلہ دارالصدر کے باسی جو کریں وہ سب اچھا تھا لیکن ریلوے لائن کے دوسری طرف کے مکین اور دارالرحمت محلوں والے مرکز کی ہدایات کے مطابق مسجد میں نکاح کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے دلیل یہ دی جاتی تھی کہ متوسط طبقے کو شادی بیاہ کے اخراجات سے بچانے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی ہے جبکہ اہل زر و ثروت اپنے وسائل کی بنا پر سب کچھ کر گزرنے میں آزاد تھے۔

لومیرج بھی ربوہ کے کلچر کا حصہ تھی۔ اکثریت پسند کی شادی کرتی ہے۔ ہماری گلی میں ہی ایک لڑکی بشری متین رہا کرتی تھی۔ اس کے گھر والوں نے اس کی شادی طے کر رکھی تھی لیکن موصوفہ نے عین وقت پر شادی کرنے سے انکار کر دیا اور اپنی مرضی سے ایک مسلمان سے شادی رچا لی۔ اسے مرکز کی طرف سے ربوہ بدر کرنے اور سوشل بائیکاٹ کی دھمکی بھی دی گئی مگر اس نے کسی کو خاطر میں لانے سے انکار کر دیا۔ ہمارے ایک کلاس فیلو ظہیر الدین بابر نے والدین کی طرف سے پسند کی شادی میں رکاوٹ پر خودکشی کی کوشش کی۔ میوہپتال کی ایک نرس ناصرہ نے بھی پسند کی شادی کر لی اور گھر والوں کو اس وقت بتایا جب وہ ماں بننے والی تھی۔ ”لومیرج“ یوں تو ہر معاشرے میں ہوتی ہے لیکن ربوہ کلچر میں اس کی نوعیت مختلف تھی۔ خاندان نبوت کے بڑے بوڑھے اور نوجوان تو جماعت کی کسی بھی لڑکی سے شادی کرنے میں آزاد تھے۔ لیکن جماعت کے عام افراد پر پابندی تھی۔ گو وہ بھی اس پابندی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اس کے علاوہ اکثریت اپنے والدین یا گھر والوں کو خبر کیے بغیر بھی شادیاں رچا لیا کرتی تھی۔

مرزا ناصر کے بھائی مرزا رفیق نے چنیوٹ کے ایک سابق ہیڈ ماسٹر جلیل شاہ کی بیٹی کو کسی طرح شیشے میں اتارا اور اس کے والدین کی رضامندی کے بغیر شادی کر لی۔ بعد ازاں جلیل شاہ کو دلفریب مالی آسودگی کی پیشکش کی گئی، جس پر موصوف نے مذہب اور عزت کو عیش و عشرت پر وار دیا اور اپنے پورے خاندان کے ساتھ ربوہ آ گیا، اور ریٹائرڈ ہونے کے بعد ربوہ میں ٹیوشن سنٹر کھول لیا۔ وہ بزم و اماں تعلیمی بورڈ کے ہم مذہب و ہم مشرب ارباب حل و عقد سے انگریزی کے میس حاصل کر کے طلباء کو منتخب سوالات کروا دیتا دیتا۔ امتحان میں وہی سوالات آ جاتے جس سے طلباء امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کر لیتے۔ اس طریق کار سے جلیل شاہ کے گھر ٹیوشن پڑھنے والوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی لیکن سیاہ فام جلیل شاہ کا خاصا تھا کہ وہ لڑکوں کے بجائے لڑکیوں کو ٹیوشن پڑھانے کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ سارے دن میں لڑکیوں کی کئی کلاسیں لیتا جبکہ لڑکوں کی صرف ایک کلاس ہوا کرتی تھی۔

ربوہ کی ایک خاتون ٹیچر ایک سرکاری افسر کے دام محبت میں آ گئی، موصوف پہلے ہی شادی شدہ اور ایک بیٹے کا باپ تھا۔ اس ٹیچر کو اس نے دوسری شادی کی پیشکش کی تو اس نے شرط رکھ دی کہ پہلی بیوی کو طلاق دو پھر شادی کروں گی۔ کافی رد و کد کے بعد یہ شادی تو ہوئی لیکن سرکاری افسر نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی اور بیٹے کو تنہا لے کر دم و کرم پر چھوڑ دیا۔ طلاق دلو کر شادی رچانے کا رواج بھی ربوہ کی عورتوں میں عام تھا۔ جبکہ اکثر مرد بھی دوسروں کی بیویوں کو شیشے میں اتار کر طلاق پر راضی کر لیتے اور بعد میں شادی رچالیا کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر تحریر کیا گیا، ربوہ میں طلاق کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کا اعجاز تھا کہ عائلی زندگی عدم استحکام کا شکار رہتی تھی۔

شہر بھر میں دیواروں پر فضول قسم کی باتیں لکھنے کا بھی بہت رواج تھا۔ خوبصورت لڑکے کو وہاں کے لوگ اپنی کسی مخصوص اصطلاح میں ”کے ٹو“ کہا کرتے تھے۔ ہمارا ایک دوست عبدالسیح سہیل جو سرگودھا سے آیا تھا، اس کے حسن کے بہت چمپے تھے۔ ہر دیوار پر جلی حروف میں لکھا ہوتا تھا ”ربوہ کا مشہور و معروف تھنڈ سہیل کے ٹو“ اہل شہر کو ”کے ٹو“ سے کیا نسبت تھی، اس کا مجھے آج تک علم نہیں ہو سکا۔ تاہم کئی دیواروں پر یہ الفاظ بھی تحریر ہوتے تھے کہ ”بے وفا دوست سے کے ٹو سگریٹ اچھے ہوتے ہیں۔“

لوگوں کو گھر سے بلانے کے لیے عجیب طریق کار مروج تھا۔ جب کوئی شخص کسی کے گھر جاتا تو دروازہ ”ناک“ نہیں کرتا تھا، حالانکہ ہر گھر پر ”کال بیل“ بھی لگی ہوتی تھی۔ جانے والا

دروازے کے باہر کھڑا ہو کر زور سے ”السلام علیکم“ کہتا جس کے جواب میں صاحب خانہ باہر آ جاتا تھا۔ مرزائی اس طریقہ کار کو مذہبی لحاظ سے انتہائی شائستہ عمل قرار دیتے تھے۔ دوسری طرف عالم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص گھر سے باہر نہ آتا یا دروازہ نہ کھولتا تو آنے والا کسی بچے کی خدمات حاصل کرتا۔ بچہ دیوار پھانڈ کر گھر میں داخل ہوتا اور صاحب خانہ کو باہر آنے کے لیے کہتا۔ نتیجتاً اسے باہر لکنا ہی پڑتا۔ ان واقعات و حقائق سے یہ اندازہ لگانا نہایت آسان ہے کہ ربوہ کی معاشرتی زندگی کس قدر تضادات کا مجموعہ تھی جس کی بنا پر مرزائی امت کی منافقت کا بخوبی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

ہم نے سن رکھا تھا کہ ربوہ میں جنت اور حوریں بھی ہوتی ہیں۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ کیسے جانا جائے کہ جنت دوزخ کہاں ہیں اور حوریں کدھر اور کیسی ہوتی ہیں۔۔۔ اباجی سے جو معلومات ملیں، ان سے جنت دوزخ کے بارے میں تو کچھ پتہ چل گیا مگر حوروں والا قصہ ابھی تک تشنہ بلکہ ناکمل تھا۔ کسی مرزائی لڑکے سے اس بارے میں دریافت کرنا بھی مشکل تھا۔ ہماری کلاس میں ایک لڑکا عبدالملک پڑھتا تھا۔ دیہاتی لب و لہجہ کا یہ لڑکا مرزائیوں کے سخت خلاف تھا، مگر اپنے باپ کی جائیداد سے محرومی کے خوف سے مرزائیت کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ ایک دن وہ مرزائیت اور اس کے ماننے والوں کے شجرہ نسب پر طبع آزمائی کر رہا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور اس سے حوروں کے متعلق پوچھ ڈالا۔ غصے میں وہ پہلے ہی تھا۔ میرے استفسار پر اس نے حوروں کی تصویر کی پوری تفسیر بیان کر ڈالی۔ کہنے لگا:

”سو نہیا! حوراں کا وہیاں نہیں، ربوہ دیاں ساریاں کڑیاں نوں ای حوراں

کہندے نیں، تاہم کچھ حوریں اصلی ہوتی ہیں بعض نقلی۔“

پوچھا ”نقلی اور اصلی حوروں سے مراد“ جواب ملا ”یار! اصلی حوراں

مروجہ آنیاں دیاں زنانیاں نیں تے نقلی حوراں حماتراں دیاں رتاں نیں۔“

مالک سے میں نے سوال کیا، ان لوگوں کی خواتین اصلی اور تم والی نقلی حوریں کیوں اس پر وہ مسکرایا اور کہنے لگا ”بھائی! وہ اصلی دیسی لکھی دیاں نیں نا“ وہ اس طرح کہ ہمارا نبی خواہ سچا ہے یا جھوٹا، اس سے قطع نظر نبی تو ہے نا۔ اب اس کی آل اولاد میں جتنی لڑکیاں ہیں، وہ خوبصورت بھی ہیں، امیر بھی۔ ان کے لباس، شکل و صورت اور نشست و برخاست ہماری عورتوں سے مختلف اور پرکشش ہے۔ چنانچہ انہیں اصلی حوریں ہی کہا جائے گا جبکہ ہماری عورتیں مرتبہ مقام اور جیب کے اعتبار سے ان جیسی تو نہیں ہیں لیکن اس نبی کی امت تو ہیں، جسے ہم نے مان لیا ہے۔ چنانچہ اس

حوالے سے حوروں والی صفات ہماری خواتین کے حصے میں بھی آتی ہیں۔“

اتنی معلومات ملنے کے بعد میں نے حوروں کے بارے میں خود بھی مشاہدہ کیا تو مجھے ربوہ کی ہر عورت حور ہی لگنے لگی۔ کیونکہ مرزائی عورتوں کا اپنی طرف متوجہ کرنے کا جو انداز ہے اس سے وہ خواہ مخواہ ہی حوریں لگتی تھیں۔ سیاہ رنگ کے ان کے برقع کی وضع قطع کچھ اس طرح کی ہوتی کہ ہر خاتون ”سیکس اپیلڈ“ نظر آتی تھی۔ برقع کا نچلا حصہ لمبا اور چغہ نما ہوتا جو کہنے کو برقع مگر اس میں ملبوس ہر خاتون ایک فتنہ خواہیدہ نظر آتی تھی۔ سر پر ٹکونی سکارف اور اس کے ساتھ دو نقاب اپنے اندر ایک طوفان چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ ہر عورت ایک نقاب سے چہرے کا نچلا حصہ ناک تک چھپالیتی ہے جبکہ دوسرا نقاب سر پر پلیٹ لیا جاتا ہے۔ صرف آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں جو آنکھوں آنکھوں میں باتیں کر جاتی ہیں۔ بعض مہ جیں آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگا کر اچھی بھلی دشمن عقل و ایمان بن جاتی ہیں۔ اس گٹ اپ میں معمولی سی شکل و صورت والی عورتیں بھی ماہ لقا اور حور شامل نظر آنے لگتی ہیں۔

مرزائی خاندان نبوت کی خواتین واقعی حسن و جمال کا پرتو ہیں ”عزازیلی“ حسن کی بنا پر ہی یہ جھوٹا مذہب چل رہا ہے۔ حسینان ربوہ کو حوریں کہنا اگرچہ شاعری کے زمرے میں آتا ہے لیکن جس کسی نے شاعرانہ ترنگ میں مرزائی خواتین کو حوریں کہا ہے اس میں اس کی خرد قصور وار نہیں۔ یہ دست قدرت کا کمال ہے یا کالے برقع کی فسوں سازی جس نے وہاں کی ہر عورت کو حور بنا کر رکھ دیا ہے۔

مرزائی امت کے ارباب اقتدار اور شہر کے عوام الناس نے اپنے ہر قول و عمل پر منافقت کا لبادہ چڑھا رکھا ہے۔ ربوہ کے معاشرے کو پاکیزہ اور مثالی ظاہر کرنے کے لیے مختلف ڈرامے بازیاں کی جاتیں جن میں شہر کے ایک کونے پر جامعہ نصرت گرلز کالج اور نصرت گرلز ہائی سکول اور دوسرے کونے پر لڑکوں کے تعلیم الاسلام ہائی سکول اور ٹی آئی کالج کی تعمیر قابل ذکر ہے۔ اس تعمیر کی غایت بظاہر یہ تھی کہ باہر کی دنیا پر یہ ثابت کیا جائے کہ صنف نازک اور صنف کرخت کے تعلیمی اداروں میں انتہائی فاصلے ایک مثالی معاشرے کی شاندار مثال ہیں۔ لیکن ان کی منافقت اور ڈرامے بازی اس وقت انتہائی مضحکہ خیز ثابت ہوتی جب دریائے چناب، الف محلہ، دار نصرت، دار البرکات اور پہاڑی کے دامن میں واقع دارالین کی لڑکیاں اپنے سکول کالج کے لیے ریلوے لائن کے کنارے کنارے چلتی ہوئی آرہی ہوتی تھیں جبکہ فیکٹری ایریا، محلہ دارالصدر، محلہ دارالرحمت غربی، شرقی، وسطی، ریلوے سٹیشن کے علاقے کے لڑکے دریا کی طرف اپنے سکول و کالج

جارہے ہوتے تھے تو دونوں اصناف کا آپس میں کراس ہوتا۔ اس دوران بے شمار لڑکے لڑکیوں کے آپس میں مسکراہٹوں اور رقصوں کے تبادلے ہو جاتے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔

ایک مرتبہ میں اور میرا کزن محمد شفیع ریلوے لائن میں چلتے ہوئے سکول جارہے تھے۔ راستے میں ایک شیریں کو اپنے فرہاد کی نگاہوں سے بلائیں لیتے دیکھا تو لامحالہ ہمارا دھیان ادھر چلا گیا۔ اس محویت میں پیچھے سے آتے ہوئے ریلوے انجن کی آواز بھی نہ سنا کی دی۔ قدرت کو ہماری زندگی مقصود تھی کہ انجن ابھی چند گز کے فاصلے پر تھا کہ ہم نے دائیں بائیں جانب چھلائیں لگا کر جان بچائی ورنہ ایک حور کے کمالات کا نظارہ ہمیں دوسری دنیا پہنچا چکا ہوتا۔

ربوہ کی ایک لڑکی کا نام نجمہ تھا جسے سب لوگ محبی کہتے تھے۔ اس کی چنیوٹ کے ایک مسلمان لڑکے ظہیر احمد سے نہ جانے کیسے ملاقات ہو گئی اور اسے اپنا دیوانہ بنا لیا۔ یہ لڑکا یتیم تھا اور تعلیم حاصل کرنے لمتان سے اپنی بہن کے پاس چنیوٹ آیا ہوا تھا۔ ظہیر کے گھر والوں نے سنا ہوا تھا کہ ربوہ میں تعلیم بہت اچھی ہے۔ لہذا اسے فرسٹ ایئر میں تعلیم الاسلام کالج میں داخل کر دیا گیا۔ اس کی محبی سے ملاقات ہوئی تو وہ ظہیر پر لٹو ہو گئی۔ ڈسبرٹسٹ میں جب ظہیر میاں فیل ہو گئے تو اس کے گھر والوں کا ماتھا ٹھکا۔ انہوں نے اپنے طور پر انکوائری کی تو معلوم ہوا کہ میاں صاحبزادے تو حور کی زلفوں کے اسیر ہو چکے ہیں۔ بس پھر کیا تھا پہلے تو ان کی خوب ڈھٹائی ہوئی مگر جب عشق کا بھوت ان کے سر سے اتارے نہ اترا تو موصوف کو گھر والوں نے واپس لمتان بھیج دیا۔

حوروں کے سب سے بڑے ”دو ڈپو“ مرزا محمود احمد کی بیویوں مہر آپا اور مریم صدیقہ المعروف چھوٹی آپا کے گھروں میں تھے ”رحم سے خالی“ مہر آپا کے پاس جماعت کی دیوداسیوں کی ایک فوج تھی جو بظاہر اس کی خدمت پر مامور تھی مگر درحقیقت وہ اپنے نبوت زادوں کی دلہنوں کی سامان کرتیں یا احمدیت کے دام میں آنے والے نئے پنجیوں کے پاؤں میں اپنی زلفوں کی بیڑیاں ڈالا کرتی تھیں۔

ربوہ کے تمام مرد دو مقامات پر سر و نگاہ جھکا لیتے اور ہاتھ باندھ لیا کرتے تھے۔ ایک جب وہ اپنے خلیفہ اس کی اولاد یا جھوٹے خاندان نبوت کے کسی بھی فرد کے سامنے پیش ہوتے دوسرے اس وقت جب حوریں ان کے سامنے آتیں۔ ”ربوہی مرد“ نکلیوں سے انہیں دیکھ تو لیتے مگر ان بے نظر ملانا نہ جانے کیوں ان کے بس میں نہیں ہوتا تھا۔ کئی ایک سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اپنے ”نئی“ کی نام نہاد تعلیمات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ”ہم اپنی مذہبی

ترتیب کی بنا پر عورتوں کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتے جبکہ عورتیں ہمیں سر سے پاؤں تک دیکھ لیتی ہیں۔“

جامعہ نصرت کالج فار ویمن کی پرنسپل فرخندہ شاہ جو مسز شاہ کے نام سے مشہور تھیں ان کی مرزائیت کے لیے ”خدمات“ کو بہت سراہا جاتا تھا۔ ان کی علمیت کے علاوہ زبردست ڈسپلن کے قسیدے بھی قصر خلافت میں چار دانگ پڑھے جاتے تھے۔ ان کے بیٹے نے اپنی والدہ کو کالج میں سوشل ورک کا مضمون تعارف کرانے کا مشورہ دیا جسے قبول کر لیا گیا اور پھر بیٹے ہی کی سفارش پر ایک مسلمان لڑکی مس نجف کو سوشل ورک کی لیکچرار کے طور پر ملازمت دے دی گئی۔ اس مسلمان لیکچرار نے مسز شاہ کے سخت نظم و ضبط اور قصر خلافت میں نیک نامی پر پانی پھیر دیا۔ اور پرنسپل کے بیٹے کو پہلے مسلمان کیا، بعد میں اس کے ساتھ شادی رچا کر اسے کفرستان سے لے کر نکل گئی۔ قصر خلافت مسز شاہ اور حوریں منہ دیکھتی رہ گئیں۔ حوروں کے سلسلے میں ایک دلچسپ بات جسے ہر شخص انجوائے کیا کرتا تھا کہ جامعہ نصرت گرلز کالج کی پرنسپل مسز شاہ نصرت گرلز ہائی سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز بشیر اور فضل عمر فاؤنڈیشن انگلش میڈیم سکول کی پرنسپل تینوں بیوہ تھیں۔ اکثر لوگ ازراہ مذاق کہا کرتے تھے کہ تینوں ”میڈموں“ نے نہ جانے کیوں اپنے شوہروں کو دنیا سے باجماعت رخصت کر دیا ہے اور مرزائی مرکز نے زنانہ تعلیمی اداروں کے لیے تین بیوائیں ہی کیوں منتخب کیں۔

ہمارے چنیوٹ کے ایک دوست کی بہن جو نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبہ تھی اس کے گھر والوں نے چنیوٹ سے لاہور منتقل ہونا تھا چنانچہ اس نے آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد نویں کا سٹوفیکٹ حاصل کرنا چاہا مگر سکول کی ہیڈ مسٹریس مسز بشیر نے سٹوفیکٹ دینے سے انکار کر دیا اور کہا ”بچی لائق ہے، اسے ہم میٹرک پاس کرنے تک سکول سے نہیں فارغ کریں گے۔“ سکول کے مینیجر چوہدری علی اکبر ہمارے دوست مقصود الرحمن کے والد تھے ان کی سفارش کرائی مگر بے سود۔ آخر ہمارے ایک اور کلاس فیلو عبدالحی طاہر دُور کی کوڑی لائے۔ انہوں نے یونائیٹڈ بینک کے منیجر لطیف اکمل سے بات کی جنہوں نے ایک فون کیا اور اگلے ہی لمحے مسز بشیر نے سٹوفیکٹ دینے کی ہائی بھری۔ ہمارا کام تو ہو گیا مگر لطیف اکمل سے اس انہونی کے ہو جانے کے اسباب پوچھے تو انہوں نے آنکھ دبا کر کہا ”بھائی یاری کی کچھ تو پردہ داری ہونی چاہیے۔“

ایک مرتبہ ہمارے ایک جاننے والوں کی نصرت گرلز ہائی سکول کی طالبہ بیٹی نویں جماعت میں فیل ہو گئی۔ لڑکی کے والد نے سکول انتظامیہ سے ملنے کے بعد لڑکی کے پرچے دوبارہ چیک کر کے اسے رجائی نمبر دلوا کر پاس کرانے کی درخواست کی۔ اس سلسلے میں اس کی ملاقات

لڑکی کی کلاس ٹیچر سے ہوئی جس نے لڑکی کے باپ کو بتایا کہ لڑکی کی نالائقی کی وجہ اس کا چال چلن ہے۔ یہ اور اس کی سہیلیوں کا گروپ کلاس سے اکثر غائب رہتا ہے اور یہ سب ایک دوسرے کے بوائے فرینڈز کو محبت تائے پہنچانے اور ملاقاتیں اریج کرانے میں مصروف رہتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ پڑھائی میں کمزور رہ گئی ہے۔ لڑکی کا والد جو پہلے ہی بیٹی کی ناکامی پر سرپیٹ رہا تھا اب بیٹی کے مشکوک چال چلن کی خبر پر سخت پریشان ہو گیا۔ جب لڑکی اور اس کی سہیلیوں سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے ایک اور ہی کہانی سنا ڈالی کہ موصوف ٹیچر کے خود کچھ مشکوک لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں اور وہ اپنی ”خوب رُو“ طالبات کو ان لوگوں سے ملاقات پر مجبور کرتی ہے اور جو لڑکیاں بات نہیں مانتیں انہیں نہ صرف کلاس میں زچ کیا جاتا ہے بلکہ امتحان میں بھی ٹیل کر دیا جاتا ہے۔ یہ مسئلہ جب اعلیٰ سطح پر اٹھایا گیا تو سکول انتظامیہ نے یہ کہہ کر بات دبا دی کہ اس طرح اساتذہ اور طالبات کی بدنامی ہوگی۔ چنانچہ لڑکی کو پاس کر کے اگلی کلاس میں بھیج دیا گیا۔

ہمارے محلہ میں ایک لڑکا رفیق رہتا تھا جس کے اپنی پڑوس اور میٹرک کی طالبہ جمیلہ سے تعلقات تھے۔ دونوں کے والدین نے انہیں باز رکھنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود دونوں نے اپنی ڈگر سے ہٹنے سے انکار کر دیا۔ رفیق کا والد راج گیری کا کام کرتا تھا وہ اسے اپنے ساتھ کوئٹہ لے گیا جبکہ جمیلہ کے گھر والوں نے اس کی شادی کر دی۔ فریقین کا خیال تھا کہ دوری دونوں کے سروں سے عشق کا بھوت اتار دے گی۔ مگر مرض دوا کرنے کے ساتھ بڑھتا گیا اور رفیق باپ کو جُل دے کر کوئٹہ سے چنیوٹ آ گیا اور ایک آنو ورکشاپ میں کام سیکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران رفیق اور جمیلہ کی ملاقاتیں پھر سے ہری ہو گئیں۔ چنانچہ جمیلہ نے طلاق اور رفیق نے اپنے استاد کی مدد لے کر نکاح کر ڈالا۔

ربوہ کے ایک حکیم صاحب کے پڑوس میں ملتان کا ایک لڑکا شاکر اپنی ماں کے ہمراہ قیام پذیر ہوا۔ حکیم صاحب نے اپنی تربیت کے مطابق اس سے ملاقات کی اور پوچھا کہ ”بیٹے آپ احمدی ہیں“ جواب ملا ”نہیں“ حکیم صاحب نے فوراً اسے تبلیغ کرنے کا فیصلہ کیا اور ”مرزا غلام احمد“ کی نبوت ان کے خلفاء کے بارے میں جملہ کہانیاں سنا ڈالیں۔ شاکر اگرچہ مذہبی ذہنیت رکھنے والا مسلمان نہیں تھا تاہم اسے مرزائیت سے بھی کوئی رغبت نہیں تھی۔ حکیم صاحب نے اسے مسجد اور دیگر اجلاسوں میں آنے کی بہت پیشکش کی مگر وہ ہر بار طرح دے جاتا۔ ایک دن حکیم صاحب نے اسے گھر بلایا اور ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ ابھی تبلیغ کا باب دوبارہ شروع ہوا ہی تھا کہ حکیم صاحب کی بیٹی چائے لے کر ڈرائنگ روم میں آئی۔ بس پھر کیا تھا شاکر لڑکی کو دیکھتے ہی دم

بخود ہو گیا۔ ”اتنی حسین لڑکی شاید میں نے پہلے کبھی دیکھی ہی نہیں“ خود کلامی کے انداز میں وہ بڑبڑایا۔ حکیم صاحب نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگے ”بیٹے! یہ میری بیٹی طاہرہ ہے اس سال فرسٹ ایئر میں داخل ہوئی ہے۔“ شاکر طاہرہ کے حسن قیامت خیز میں اس قدر کھویا کہ اس نے حکیم صاحب کی شبینہ روز تبلیغ کو گوارا کرنے کا فیصلہ کر لیا اور کہا ”حکیم صاحب! مجھے آپ کی باتیں بہت اچھی لگی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ تمام باتیں مجھے رفتہ رفتہ بتائیں اور سمجھائیں۔“ حکیم صاحب تیار ہو گئے۔ یوں اس نے ایک مقررہ وقت پر ان کے گھر جانے کا معمول بنالیا۔ حکیم صاحب ایک نیا احمدی جماعت میں لانے میں مگن تھے جبکہ شاکر ترجمہ نگاہوں سے طاہرہ کو تسخیر کرنے میں مصروف تھا۔ حکیم صاحب کی مسلسل کوشش کے باوجود شاکر مرضرائی تو نہ ہو سکا مگر طاہرہ اس کے دام محبت میں آ گئی۔ شاکر طاہرہ سے تعلق برقرار رکھنے اور حکیم صاحب کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے ”نیم مرزائی“ ہو گیا۔ ان دونوں کی دوستی اور محبت کا حکیم صاحب کو بھی علم تھا مگر وہ شاکر کے مکمل مرضرائی ہونے تک سب کچھ گوارا کرنے پر تیار تھے جبکہ شاکر انہیں ٹالنے کے لیے نت نئے بہانے بنا لیتا۔ کبھی کہتا میں اپنی تعلیم مکمل کر لوں پھر مرزا ناصر کی بیعت کر لوں گا۔ فوری طور پر بیعت کرنے پر مجھے گھر والے عاق کر دیں گے۔ حکیم صاحب اس کی دلیلوں کو مانتے رہے اور اپنے گھر آنے جانے سے نہ روکا۔ اس دوران وہ اپنا مقصود بھی حاصل کرتا رہا۔ یوں اس نے پہلے ایف۔ اے پھر بی۔ اے کر لیا اور مرضرائیت پر لعنت بھیجتا ہوا واپس ملتان چلا گیا جبکہ حکیم صاحب اور طاہرہ ہاتھ ملتے رہ گئے۔

ایک لڑکی نور النساء ڈار کی داستان بھی مدتوں ربوہ کے کوچہ و بازار کا شاہکار بنی رہی۔ فحش دنوں نیا نیائی وی آیا تو ربوہ کے متول گھروں کی چھتوں پر بلند و بالا اٹھنے لگے نظر آتے تھے۔ جماعت کی طرف سے بالا بلند یوں کوئی وی رکھنے کی سختی سے ہدایت تھی۔ ٹی وی پر جب ہفتہ وار فلم لگتی تو جماعت کے امراء غریباہ ہم مذہبوں کو اجتماعی طور پر فلم دیکھنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ یہ بات میرے ذاتی مشاہدے میں ہے کہ ہم نے بھی حوروں کے جلو میں بیٹھ کر پرانی فلم ”جموہر“ دیکھی تھی۔

غلہ منڈی بازار میں ایک جنرل سنور کا مالک عبدالباسط انتہائی وجیہہ اور خوب رو نو جوان تھا۔ کبڑی کے اس کھلاڑی کی ایک لڑکی بشری کے ساتھ گہری چھٹی تھی۔ ویسا پر دونوں کھلے عام گھومتے۔ بشری اپنی سہیلیوں کے جلو میں دکان پر شاہنگ کرنے آتی تو جو دل چاہتا سمیٹ کر لے جاتی۔ اس دریا دلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد دکان خالی ہو گئی۔ تو بشری نے بھی اپنا رخ زیبا

موڑ لیا۔ موصوف دن بھر کوئے جاناں کی خاک چھانتا لیکن وہ پری نرود تو جیسے گم ہو گئی۔ بعد میں اسے پتہ چلا کہ بشری اس کے ساتھ فلرٹ کر رہی تھی، حالانکہ اس کا نکاح تو پہلے ہی کہیں ہو چکا تھا۔

مبارکہ بیگم محکمہ تعلیم کی ملازم تھی جس نے طلاق لینے کے بعد دوسری شادی نہ کی۔ حالانکہ کئی مرزائی رشتے اس کے ساتھ ”جڑنے“ کے لیے پر تول رہے تھے۔ لیکن اس نے کسی کو گھاس نہ ڈالی۔ اس کے بارے میں یہ تاثر عام تھا کہ وہ محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے جو کام چاہے کروا لیتی ہے۔ مخالفین سے تبادلوں کے ذریعے انتقام لینا اس کا معمول تھا۔ ربوہ کے ”خاندان“ کے سرکردہ افراد ہوں یا مسلمان جاگیردار اس کی ”نگاہ کرم“ سب کے لیے یکساں تھی۔

”سدومیت اور گے کلچر“ ربوہ کی آل نبوت اور امت کے تشخص کا لازمی جزو ہے۔ القابات اور الہامات جی رداؤں میں لپٹی ہوئی اس ”ذریعہ مبشرہ“ کا یہ کردار مرزا غلام احمد کے الہامات کی ساری حقیقت کھول کر رکھ دیتا ہے۔ میں نے غایت تحریر میں مرزا طاہر کی احمدیہ نیٹ ورک ٹیلی ویژن پر کی گئی ایک تقریر کا حوالہ دیا ہے جس میں انہوں نے پاکستانی علماء کرام خطیبوں اور مساجد کے اماموں پر اغوا، زیادتی، اغلام اور ناجائز اسلحہ رکھنے کے الزام لگائے ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں خود کو پاکیزہ اور پوتر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ بات اس ”دروغ گو“ مرزا طاہر کے لیے جس کا حافظہ ختم ہو چکا ہے ایک آئینہ ہے جسے دیکھ کر وہ اپنا سامنہ لے کر رہ جائے گا۔

یوں تو قصر خلافت ربوہ کے در و دیوار پر بنات امت کے ساتھ کیے جانے والے ”پاکیزہ“ اعمال کی کہانیاں ہی ربوہ کی آل نبوت کے کردار کا تجزیہ کرنے کے لیے کافی ہیں لیکن اس امت کے ”مسلک ہم جنس پرستی“ پر روشنی ڈالنی بھی ناگزیر ہے تاکہ ان لوگوں کو پتہ چل جائے کہ سٹیلٹ پر ”کف“ اور شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر سنگ و خشت برسانا آسان نہیں کہ وہ بھی اندرون خانہ کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں۔

ہماری کلاس میں پڑھنے والے خانوادگان مرزائی نبوت کے تین سپوتوں، مرزا طیب، مرزا احسن اور سید قمر سلیمان کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے۔ ہم لوگ نویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ کسی بات پر ان تینوں کی آپس میں لڑائی ہو گئی۔ تیز گفتگو، دشنام طرازی سے ہوتی ہوئی کردار تک جا پہنچی۔ تینوں نے ایک دوسرے کے بچھے اڈیڑ کر رکھ دیئے۔ خانساموں، ماشکیوں اور گھر کے ملازموں کے علاوہ کزنوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ایک دوسرے کی ”سدومیت داری“ کی داستانیں سنا دی گئیں۔ پوری کلاس نہایت دلچسپی سے جھوٹے نبی زادوں کے کردار کی حکایتیں سن رہی تھی۔ اسی دوران ماسٹر احمد علی کلاس میں تشریف لائے۔ انہیں دیکھ کر بھی شاہی خاندان کے ”اصیلوں“ نے

زبان کو لگام نہ دی اور باہمی کردار و اخلاق کی دجیاں بکھیرتے رہے۔ ماسٹر احمد علی بھی سدوی صفات سے مالا مال تھے اور ”اپنی امت“ کی اس روایت پر پوری طرح عمل پیرا رہتے تھے۔ تاہم ”مرزوں“ کو بھری کلاس کے سامنے ایک دوسرے کی پگڑی اچھالتے دیکھا تو کہنے لگے:

”دیکھو صاحب زادو! اگر نیوں کی اولادیں ہی آپس میں اس طرح تھوکا ہنسی کرتا شروع کر دیں گی تو امت کے ان طلباء کا کیا بنے گا؟ جنہوں نے اپنے کردار کو آپ لوگوں کے طرز عمل کی مثال سے سنوارنا ہے۔“

نئی زادے لڑتے رہے۔ ماسٹر احمد علی انہیں خاموش کرانے میں جب ناکام ہو گئے تو معاملہ ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے نہ جانے کس طرح تینوں کو ”کول ڈاؤن“ کیا۔ لیکن اس دوران ان کی لڑائی سے قصر خلافت کے شہزادوں کی اصلیت اور ان کی ”کردار کہانی“ کھل کر سامنے آ گئی۔ کلاس کے ایک طالب علم ظفر باجوہ نے اس صورت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: ”نئی زادوں نے ماشکیوں اور خانساموں کا تو زور و شور سے ذکر کیا لیکن میرے سمیت سکول کے بہت سے ساتھیوں کا تذکرہ کرنا ہی بھول گئے جن کا ان شہزادوں کی خدمت میں برابر کا حصہ ہے۔“

فیکٹری ایریا محلہ میں ہمارا ایک کلاس فیلو اعجاز اکبر رہا کرتا تھا۔ اس نے ایک بار مجھے اپنے محلے کی دو انتہائی سرکردہ اور مذہبی اکابر شخصیات کا تذکرہ سناتے ہوئے کہا کہ مولانا غلام باری سیف اور قانون دان سعید عالمگیر کی آپس میں گہری چھٹی ہے۔ شاید اسی وجہ سے دونوں اپنے ذوق طبع کی تسکین کے لیے ایک دوسرے کے بیٹوں کو تختہ مشق بناتے ہیں۔ شہر کے در و دیوار ”نوناہلان جماعت“ کے باہمی اختلاط کے قصوں سے سیاہ رہتے تھے۔ ”مگھو تے ایراروالی“ نظم تو مدتوں نوشتہ دیوار بنی رہی تھی جو دو نہالوں کی سیاہ کاری کی ترجمان تھی۔

جسم فروشی کا رجحان اس قدر زیادہ تھا کہ ہر خوش شکل لڑکا ایک چلتا پھرتا ”بروتھل“ تھا۔ ایسے طلباء جن کے والدین اپنی قلیل آمدنی سے جماعت کا ”دوزخ“ بھرتے اور اپنی اولاد کی ادنیٰ سی خواہش بھی پوری نہیں کر پاتے۔ کے محل کے لیے پیسہ کمانے کے لیے یہ آسان ترین راستہ تھا۔ بے شمار لڑکے کھلے عام ”معاملہ“ طے کرتے اور چل بڑتے تھے۔ والدین اور اساتذہ کی اکثریت اپنے بچوں اور طلبہ کی ان ”مصروفیات“ سے آگاہ تھی۔ تعلیمی اداروں میں تمام اساتذہ نے اپنے ارد گرد ”خبر و طلبہ کی منڈلی بنا رکھی ہوتی تھی۔ ایک دوسرے کے گرد پ سے ”لڑکا“ توڑنا ایک معرکہ سمجھا جاتا تھا۔ اس قبیح عمل کی بجا آوری کو یہ لوگ اپنے آباء کی سنت اور اتباع خیال

کرتے تھے۔

گول بازار کے ایک بہت بڑے دکاندار کا بیٹا شبیر شاہ بھی ہمارا کلاس فیلو تھا۔ وہ بھی اپنے نبی کی تعلیمات پر پوری طرح عمل پیرا رہتا تھا۔ لیکن اس بے چارے کے ساتھ عجیب قسم کا ”دھرو“ ہو گیا جس کی صفائیاں دیتے ہوئے اس کی زبان تھک گئی مگر رسوائی کی داستان پھر بھی ہر کوچے میں جا بچی۔ قصہ یہ تھا کہ شبیر شاہ ایک شخص کے ساتھ طے شدہ پروگرام کی خلاف ورزی کر کے کسی اور کے ہاں جا پہنچا۔ اول الذکر نے انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ایک منصوبے کے تحت ”خصوصی لمحات“ کی تصاویر بنا کر سکول میں تقسیم کر دیں۔

تصاویر کے ذریعے بلیک میلنگ کی دھمکی عام تھی۔ اکثر شہری اس سے کام نکال لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تیزاب سے چہرہ داغ دینے کی دھمکی بھی کام کر جاتی تھی۔ ”مساجد“ ”جائے نماز“ کے علاوہ جائے عمل بھی تھیں۔ مرزا ناصر کا زمانہ گزر چکا تھا مگر مرزا طاہر کے بے شمار ہم جونی ”مرزا تاری“ کے ساتھ گزارے ہوئے ”شب و روز“ پر نازاں ہوا کرتے تھے۔ مرزا لقمان کی ”محبت“ سے فیض یاب ہونے والے بھی خود کو امت کے برہمن خیال کیا کرتے تھے۔ علی ہذا القیاس ربوہ ”شہر سدوم“ جہاں بسنے والوں کا مذہب سدومیت ہے جسے ہر کس و ناکس نے اپنے دائرہ کار میں اختیار کر رکھا تھا۔

نونئی محمد ابراہیم بھانیزی ہمارے سکول کے استاد اور بورڈنگ ہاؤس کے وارڈن تھے۔ ان کی ”نگاہ لطف و کرم“ ہر لڑکے پر یکساں ہوتی۔ تاہم لڑکوں سے وصول کیے ہوئے جسمانی خراج کا حساب ان کے بیٹے انور بھانیزی کو چکانا پڑتا تھا۔ مولوی صاحب اپنی افتاد طبع سے اس قدر مجبور تھے کہ بعض اوقات ان سے کئی حرکات کلمے عام ہی میں سرزد ہو جایا کرتی تھیں جن سے انہیں شرمندگی اٹھانے کے علاوہ سکول انتظامیہ کی طرف سے محتاط رویہ اختیار کرنے کا نوٹس آ جایا کرتا تھا۔

تعلیم الاسلام کالج میں دو لڑکوں امین الدین اور طیب عارف کے حسن کے اس قدر چرچے تھے کہ ہر شخص ان سے بات کر کے اور ہاتھ ملا کے اپنے نصیب پر ناز کیا کرتا تھا۔ امین الدین کے فرسٹ ایئر میں داخلے کے بعد تمام اساتذہ کے دل مچل رہے تھے کہ کاش انہیں اس کی کلاس مل جائے۔ یہ لڑکا جب سامنے سے گزرتا تھا تو لڑکے باجماعت یہ گیت گایا کرتے تھے۔ ”نیک چن پیا جاندا ای“ طیب عارف کے رخسار کے قل پر تو یار لوگ شاعرانہ ماحول بنا لیتے۔ ہر شخص بساط بھر اشعار اس ”قل“ کی نذر کر دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی کئی ”امرد“ ایسے تھے جن کے حسن کے قصیدے ربوہ کی ”گے“ سوسائٹیوں میں پڑھے جاتے تھے۔ یہ تو چیدہ چیدہ لوگوں کے

قصے ہیں ورنہ یہاں کا ہر فرد سدومیت کو اختیار کر کے فخر محسوس کرتا ہے۔ اگر فرداً فرداً داستانیں لکھی جائیں تو کئی دفتر تصنیف ہو جائیں۔

تعلیم الاسلام کالج کے ایک پرنسپل چودھری محمد علی اس کھیل کے مرد میدان تھے۔ فضل عمر ہوٹل کی وارڈن شپ کے دوران ان کی ”داستان سدومیت“ ہوٹل اور وارڈن خانے کے در و دیوار پر رقم رہی۔ پرنسپل بننے کے بعد وہ مرزا ناصر احمد والی بڑی کوشی کے مکین بنے تو وہاں انہوں نے مرزا ناصر احمد اور ان کے کارناموں کو زندہ رکھا۔ بعض اوقات انتہائی دلچسپ صورت حال پیدا ہو جاتی جب پرنسپل کے ساتھ ساتھ جانے والے کسی بھی ”خوش رو“ لڑکے کو اس کے ساتھی دیکھ لیتے، بعد میں ”یاروں“ میں بیٹھ کر اسے وضاحتیں کرنا پڑ جاتی تھیں۔ اس کے علاوہ جو لڑکا چودھری صاحب کے گھر سے آتا ہوا نظر آ جاتا، اس پر تو مدتوں ”الگلیاں“ اٹھتی رہتی تھیں۔ ان سب باتوں کے باوجود پرنسپل کا بلانا اور پری جمالوں کا ان کے گھر بلا تامل چلے جانا کسی دور میں بند نہ ہوا۔

ربوہ کے ملاں و میر اور میر و وزیر ہر قسم کی اخلاقی مذہبی اور سماجی قید سے آزاد ہیں۔ وہ خوش وقت ہونے کے لیے صنف موافق و مخالف کی تفریق نہیں کرتے۔ دونوں اجناس ان کے ہاں ارزاں اور وافر ہیں۔

مرزا ناصر احمد بھی اپنے والد مرزا محمود احمد کی طرح تعداد ازدواج کے زبردست شوقین تھے مگر ان کی بیوی منصورہ نے ان کی لگام ایسے کھینچ کر رکھی ہوئی تھی وہ ادھر ادھر منہ تو مار لیتے مگر اس کی زندگی میں دوسری شادی کوشش کے باوجود نہ کر سکے۔ لیکن جو نبی منصورہ آنجمانی ہوئی تو مرزا ناصر نے اس لڑکی سے شادی رچالی جو مرزا لقمان کی محبوبہ تھی۔ باپ بیٹے میں بہت جنگ ہوئی۔ لقمان نے یہاں تک کہا ”ابا حضور! بیچ میں نے بیٹی مگر بیٹیک آپ نے کر ڈالی“ مرزا ناصر احمد نے نوجوان ولہن کی برابری کرنے کے لیے طب یونان اور ہومیو پیتھک کے کئی نسخے آزمائے۔ انہی نسخوں نے آخر کار انہیں جہنم واصل کر دیا۔ اکثر مرزائی منچلے کہا کرتے تھے کہ ”ہمارے حضرت صاحب کو گھونگٹ کی ہوا لگ گئی ہے۔“

”پتا پوت اور نسل پر گھوڑا بہت نہیں تو ضرور تھوڑا“ والی مثال کے مطابق مرزا ناصر کا بیٹا لقمان اپنے باپ بلکہ دادا مرزا محمود احمد کے خصائل کا کھل پر تو تھا۔ چھٹی جماعت میں یہ ہمارے ساتھ پڑھتا تھا۔ مسلمان کیا اپنے جیسے مرزائیوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اور اگر بھولے سے کسی امتی کے ساتھ ہاتھ ملا لیتا تو وہ مرزائی اپنی خوش نصیبی پر نازاں ہوتے ہوئے گھٹنوں کبھی خود کو کبھی اپنے ہاتھ کو دیکھتا رہتا تھا۔ ایک بد معاش بچپن میں جو ”کچھ“ ہوتا ہے مرزا لقمان ان حقائق کا

عین عکاس تھا۔ فرعونی خصوصیات، یزیدی اوصاف مرزا لقمان کی شخصیت کا جزو لاینفک تھے۔ کتے پالنا، گھوڑے رکھنا، چادر اور چادر پواری کے تقدس کو پامال کر کے اپنی جنسیت کی تسکین کرنا اس شخص کی زندگی کے لوازم تھے۔ شرفاء کی لاج کو مرزا لقمان نے لچوں کا قہقہہ بنا کر رکھ دیا تھا۔

جن لوگوں نے مرزا محمود احمد کی جوانی دیکھی، ان کا کہنا تھا کہ مرزا لقمان کے سارے چلن اپنے دادا جیسے تھے۔ جس طرح موصوف اپنی تحریریں چالوں سے فتوحات حاصل کرنے کے نوگر تھے اسی طرح لقمان بھی تحریریں کارروائی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ طالب علم رہنما رفیق باجوہ نے مرزائیت کے خلاف بغاوت کا پرچم بلند کیا تو مرزا لقمان نے اس کو ختم کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ اس کی تلاش میں رفیق باجوہ کے باپردہ گھرانے میں داخل ہو کر چادر اور چادر پواری کے تقدس کی دھجیاں اڑا دیں۔

مرزا محمود احمد کی طرح مرزا لقمان بھی امت کی جس حور شائل کو چاہتا، قصر خلافت بلا لیتا اور اپنے دادا کی ”سنت“ ادا کر لیتا تھا۔ شہر کے غنڈوں کی ایک فوج مرزا لقمان کے اشارے پر ہر جرم کرنے پر آمادہ رہتی تھی اور اس بے مہار فوج کا یہ سپہ سالار کرائے کے بازوؤں سے اپنے مقاصد حاصل کر لیتا تھا۔

مرزا ناصر بھی اپنے اس سپوت سے ڈرتے تھے۔ مرزا لقمان کے بڑے بھائی مرزا فرید نے ایک مرزائی خاندان کی لڑکی اغوا کر لی تو مرزا ناصر نے امت اور لڑکی کے والدین کی اشک شوقی کے لیے مرزا فرید کو ربوہ بدر کر دیا جبکہ مرزا لقمان ایسے کئی کارنامے انجام دینے کے باوجود ہر گرفت سے بالا تھا۔

ربوہ میں بدمعاشوں اور قبضہ گروپ کے کئی دھڑے تھے، جن کی پشت پناہی مرزا انور چیمبرمین ٹاؤن کمیٹی اور مرزا طاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب سے مرزا لقمان نے جوانی میں قدم رکھا، ہر بدمعاش اس کے ساتھ وابستہ ہو گیا تھا۔ جماعت اور جھوٹی نبوت کے خاندان کے قواعد و احکام سے سرتابی کرنے والوں کے لیے عقوبت خانے اور ٹارچر سیز قائم تھے جن کی سربراہی بھی مرزا لقمان ہی کیا کرتا تھا۔

شہر میں نوجوانوں کی مختلف ٹولیاں رات کو پہرہ دیا کرتی تھیں۔ ان کی تشکیل بھی مرزا لقمان کے دائرہ اختیار میں تھی۔ انہی گروہوں سے کئی افراد چوری کی وارداتوں میں ملوث ہوا کرتے تھے۔ ایسے تمام چور بھی خلیفہ زادے کے پروردہ تھے۔ ربوہ والے اپنے ساتھ ہونے والے کسی ظلم و زیادتی کی اطلاع پولیس کو نہیں کر سکتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ مرزائی مرکز کی خود ساختہ

امور عامہ سے دادرسی حاصل کر لی جاتی تھی۔ اگر کوئی شخص پولیس کے پاس جانے کی کوشش کرتا تو اسے نہ صرف مرکز کے انصاف بلکہ جماعت سے بھی محروم ہونا پڑتا تھا۔ مرزا لقمان ربوہ کے نام نہاد نظام انصاف کی سرپرستی بھی کرتا تھا۔

چودہ سو سال قبل عرب کا معاشرہ جس اخلاقی انحطاط کا شکار تھا، اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے خالق کائنات نے حضرت نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرما کر معاشرے میں انقلاب برپا کر کے رکھ دیا لیکن قادیان کے جموٹے پیغمبر کے دعویٰ نبوت کے بعد اخلاقی لحاظ سے ایک ایسے پست معاشرے نے جنم لیا جس کی اصلاح عبث ہو چکی ہے۔ مرزائی خلیفہ وقت کی درخی پالیسی کا یہ عالم تھا کہ اغوا کے کیس میں ملوث مرزا فرید کو شہر بدر تو کر دیا گیا مگر اسے یہ سہولت بھی دے دی گئی کہ وہ جب چاہے ربوہ آسکتا تھا۔ جس خاندان کی لڑکی اغوا ہوئی تھی وہ مرزا فرید کو ربوہ میں دیکھتا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا مگر مرزا لقمان کے خوف سے ان میں دم مارنے کی بھی مجال نہیں تھی۔

ربوہ میں ”قدے چھدے جگے“ بشیر بٹے مقصودے پٹھان اور لطیف ننھے“ جیسے ناموں سے موسوم بدمعاشوں کے کئی دھڑے تھے۔ ان گروپوں کی آپس میں لڑائی اور پھر ان میں فیصلہ کر کے اپنی چودھراہٹ قائم رکھنے کے لیے مرزائی خاندان نبوت نے ”لڑاؤ اور حکومت کرو“ کا اصول بنا رکھا تھا۔ ابتدائی صفحات میں ایک پٹھان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ بدمعاشوں کے گروہوں میں مقصودا پٹھان گروپ کا مقصود خان اور اسی کا بیٹا تھا جب کہ اس کے دیگر دو بھائی رفیق پٹھان اور فاروق پٹھان بھی اپنے بڑے بھائی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہر وقت اپنے خلیفہ زادے کے حکم کے غلام رہتے تھے۔

مرزا طاہر کو جب میں نے دیکھا وہ ایک مکمل ”پلے بوائے“ تھے۔ منہ میں پان؛ جیب میں کپشمان ڈالے سرخ رنگ کی لیڈیز سائیکل پر پھرنے والا یہ شخص شہر بھر کی خواتین کے دل کی دھڑکن تھا۔ عمر کی قید سے قطع نظر ہر خاتون ان سے تعلق و واسطہ پر فخر کیا کرتی تھی۔ نوجوان خواتین تو بڑے ناز سے انہیں ”میاں تاری“ کہا کرتی تھیں۔

مرزا طاہر بھی اپنے بڑے بھائی مرزا ناصر کی طرح ہو میو پیٹھک ڈاکٹر تھے۔ ان کا کلینک صبح اور شام کھلا کرتا جہاں ماہ رخان شہر کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ کسی خاتون کو کوئی مرض ہو یا نہ ہو وہاں جا کر دل پشوری کر لیا کرتی تھی۔ کسی نوجوان لڑکی کے پیٹ میں ہلکا سا درد بھی اٹھتا، والدین اسے تریاق لینے میاری تاری کے پاس بھیج دیا کرتے۔



قادیانیوں کی جنسی حیا سوزیاں

بشیر احمد مصری

الحافظ بشیر احمد مصری 1914ء میں ہندوستان کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوئے جہاں انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے عربی میں بی۔ اے آنرز میں ڈگری لی۔ آپ جامعہ الازھر (مصر) کے شعبہ عربی کے بھی فارغ التحصیل ہیں اور لندن سے صحافت (Journalism) میں بھی سند یافتہ ہیں۔ آپ کی زندگی کے بیس برس مشرقی افریقہ میں بسر ہوئے جہاں وہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر کے علاوہ بہت سی انجمنوں اور سماجی اداروں کے ذمہ دارانہ عہدوں پر کام کرتے رہے۔ 1961ء میں آپ نے انگلینڈ ہجرت کر لی۔ 1964ء سے 1968ء تک پانچ برس آپ ماہنامہ ”اسلامک ریویو“ کے ایڈیٹر رہے۔

جناب بشیر احمد مصری معروف قادیانی لیڈر عبدالرحمن مصری کے صاحبزادے تھے۔ عربی انگلش اردو اور فارسی کے فاضل تھے۔ ان کے والد قادیانی خلیفہ مرزا محمود کے دست راست تھے۔ مرزا محمود ایسا ہوس پرست خواہشات نفسانیہ کا بیماری اور زنا کار بیوپاری تھا کہ اپنے دوستوں کی اولاد پر ہاتھ صاف کرنا یا ان کی عزتوں سے کھینا اس کی لغت میں کوئی معیوب نہ تھا۔ اس نے اپنی ہوس کا نشانہ عبدالرحمن مصری کے خاندان کو بنایا۔ مصری نے مرزا محمود کو ایسے دردمندانہ خطوط لکھے جس نے مرزا محمود کی تقدس مآبی کو خاک میں ملا دیا۔ خطوط میں مصری نے اپنی مظلومیت کو ایسے انداز میں ثابت کیا ہے جسے پڑھ کر دل کانپ کانپ جاتا ہے۔ عبدالرحمن مصری نے مرزا محمود کے کثوت دیکھ کر لاہوری گروپ میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ آسمان سے گرا کجور میں انکا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے تھے کہ عبدالرحمن نے غلط کار پایا محمود کو اور سزا دی اس کے ابا مرزا قادیانی کو کہ وہ پہلے اسے نبی مانتے تھے پھر ولی ماننے لگے۔ حافظ بشیر احمد مصری لاہوری گروپ کے مرکز دوکنگ مسجد لندن کے امام بن گئے۔ 11 فروری 1968ء کو مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ نے دوکنگ مسجد لندن میں تقریر کی۔ تقریر کے اختتام پر

حافظ بشیر احمد مصری نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا اور مسجد مسلمانوں کے سپرد کر دی۔ آج بھی وہ مسجد اہل اسلام کے پاس ہے۔ مرزا طاہر نے جب مہبلہ کا چیلنج دیا تو اس کی کاپی حافظ بشیر احمد مصری کو بھی بھجوائی۔ خدا کا کرم دیکھیے مصری صاحب نے اس کا جواب لکھا۔ مرزا محمود سے مرزا طاہر تک اس کے تمام خاندان کو زانی، شرابی، بدکار، افلام باز نہ معلوم کیا کچھ تحریر کیا۔ مرزا طاہر کو سانپ سونگھ گیا۔ مصری نے اس کا اردو اور انگلش ایڈیشن شائع کرایا۔ مصری صاحب ہر سال ختم نبوت کانفرنس برطانیہ میں شرکت کرتے تھے۔ عالمی مجلس کے رہنماؤں سے ان کے والہانہ تعلقات تھے۔ چند سال ہوئے فوت ہو گئے ہیں۔ قدرت ان سے اپنے رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

الحافظ مصری صاحب برطانیہ میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ ریڈیو پر آپ کے خطاب، ٹیلی ویژن پر تقاریر و مکالمات اور مختلف جرائد میں مضامین نے اس ملک میں انہیں ایک قابلِ رشک ادیبانہ اور فاضلانہ مقام دیا۔ ان کی ایک کتاب انگریزی اور عربی میں ”الرفق بالحيوانات في الاسلام“ (اسلام میں جانوروں کے حقوق) (The Islamic Concern for Animals) کے عنوان سے چھپی، جس میں سو کے قریب آیات قرآنی اور پچاس کے قریب احادیث رسول ﷺ کے حوالہ جات سے اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب ساری دنیا میں خصوصاً مغربی ممالک میں بہت مقبول ہو رہی ہے۔ اسی موضوع پر آپ کی دوسری کتاب جو بہت جامع ہے ”اسلام اور حیوانات“ کے عنوان سے انگریزی میں زیرِ طبع ہے۔ موصوف کئی دوسری کتابوں کے بھی مصنف تھے جو انگلش میں ہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں الحافظ مصری صاحب نے اپنے ذاتی مشاہدات پر مبنی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جو سب مسلمانوں کی آنکھیں کھول دے گا۔ خصوصاً ان سیدھے سادے نوجوانوں کے لیے جو قادیانیت جیسے مذہبی دھوکہ بازوں کے دامِ فریب میں پھنس سکتے ہیں یا ان کی مظلومیت سے متاثر ہیں۔

”میرے بہت سے دوستوں نے متعدد مرتبہ مطالبہ کیا ہے کہ میں قادیانیت پر مبنی اپنے مشاہدات اور خیالات قلم بند کروں، تاکہ میری زندگی میں ہی وہ ضبطِ تحریر میں آجائیں۔ اس مختصر مضمون میں یہ ممکن نہیں کہ تفصیلات میں جایا جائے۔ اس لیے میں اختصار کے ساتھ صرف ان حالات کا خلاصہ درج کر رہا ہوں جن کی بناء پر میں نے قادیانیت کی بے راہ رو اور منافقانہ جماعت سے توبہ کی۔

1914ء میں سوئے اتفاق سے قادیان میں پیدا ہوا۔ میری پیدائش کی جائے وقوع کا حادثہ میری 74 سالہ زندگی میں کلکتہ کا ٹیکہ بنا رہا۔ بچپن میں مجھے یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ ”احمدیوں“ کے علاوہ دنیا بھر کے سب مسلمان کافر ہیں۔ یہ درس و تدریس اس انتہا تک تھی کہ خدا کی ذات پر ایمان بھی نہیں ہو سکتا، جب تک کہ ”احمدیت“ کے بانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر ایمان

نہ ہو۔۔۔ نیز یہ کہ اس کے جانشین ہی اب بندے اور خدا کے درمیان وسیلہ ہیں۔

لیکن اس کے برعکس جب میں نے سن بلوغت میں قدم رکھا تو اپنے ارد گرد قادیانوں کی اکثریت کو بدکردار، عیار اور مکار پایا۔ اس میں شک نہیں کہ ان لوگوں میں چند ایسے بھی تھے جو اس سلسلہ کے ابتدائی ایام میں اخلاص کے ساتھ اس جماعت میں شامل ہوئے تھے اور دھوکے کا شکار ہو گئے تھے کہ یہ تحریک اسلام میں ایک تجدیدی تحریک ہے، لیکن اس قسم کے مخلصین کی تعداد بہت کم دیکھنے میں آئی اور پھر جن کو نیک و مخلص پایا، ان میں بھی اکثر یا تو اتنے سادہ لوح تھے کہ ان میں اپنے گرد و نواح کے مذموم ماحول پر ناقدانہ نظر ڈالنے کی صلاحیت ہی نہ تھی اور یا پھر اپنے حالات کی مجبوریوں میں اتنے لاچار تھے کہ کچھ کرنے پاتے تھے۔

میں نو عمری کے زمانہ میں اس قابل تو نہ تھا کہ ذہنی اعتبار سے اس بات کی اہمیت کو سمجھ سکتا کہ تحریک قادیانیت نے کس طرح اسلام کے مذہبی عقائد میں فوری ڈالنا شروع کر دیا ہے البتہ ان لوگوں کے خلاف میرا ابتدائی رد عمل بد اخلاقی اور جنسی بد کاریوں کی وجہ سے تھا۔ میری ذہنی اور روحانی تاباںی کی اس غیر پختگی کی حالت میں ہی قادری تقدیر نے مجھے طاغوتی آگ کی بھٹی میں پھینک کر میری آزمائش کی۔

میں ایک 18 برس کا صحیح الجسم اور کسرتی نوجوان تھا جبکہ مجھے خلیفہ قادیان بشیر الدین محمود کا پیغام ملا کہ وہ کسی نجی کام کے سلسلہ میں بلاتے ہیں۔ یہ وہ دور تھا کہ جب کہ میں اس شخص کو نیم دیوتا سمجھا کرتا تھا اور اس جذبہ کے تحت میں نے اس پیغام کو باعث عزت و فخر کے طور پر لیا۔ مجھے گمان ہوا کہ ”حضور“ میرے ذمہ کوئی ایسا مذہبی کام لگانا چاہتے ہیں جو راز دارانہ قسم کا ہوگا۔

ہماری پہلی ملاقات باضابطہ اور مقررہ اسلوب کے مطابق رہی۔ خلیفہ مجھ سے ادھر ادھر کے ذاتی سوالات پوچھتا رہا اور میں باادب و احترام جواب دیتا رہا۔ رخصت ہوتے وقت مجھے یہ ”حکم“ دیا گیا کہ میں اس ملاقات کا کسی سے ذکر نہ کروں اور دوسری ملاقات کا تعین کر دیا۔ اس کے بعد مزید ملاقاتیں بتدریج غیر رسمی ہوتی گئیں اور مجھے رغبت دلائی گئی کہ میں ایک مخصوص ”حلقہ داخلی“ میں شامل ہو جاؤں۔

پتہ چلا کہ اس نیم دیوتا نے زنا کاری کا ایک خفیہ اڈہ بنا رکھا ہے جس میں منکوحہ غیر منکوحہ حتی کہ محرمات کے ساتھ کھلے بندوں زنا کاریاں ہوتی ہیں۔ اس عیاشی کے لیے اس نے دلالوں اور کنیوں کی ایک منڈلی منظم کر رکھی ہے جو پاکباز عورتوں اور معصوم دوشیزاؤں کو بہلا پھسلا کر مہیا کرتی ہے۔ جو عورتیں اس طرح ورغلائی جاتیں وہ اکثر ان خاندانوں کی ہوتی تھیں جو

اقتصادی لحاظ سے جماعتی نظام کے دست نگر ہوتے تھے یا جن کے دماغ اندھی تقلید سے معطل ہو چکے تھے۔ اس کے علاوہ اور بہت سی وجوہات اور مجبوریات بھی تھیں جن کے باعث بہت سے لوگ اس ظالمانہ فریب کے خلاف مزاحمت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ گاہے بگاہے جب بھی کوئی ایسا شخص نکلا جس نے سرکشی کی تو اس کا منہ بند کرنے کے لیے اسے جماعت سے خارج کر دیا جاتا، اس کا مقاطعہ کر دیا جاتا یا شہر بدری کا حکم صادر ہو جاتا اور اس کے خلاف منظم طریق طنز و استہزاء کی مہم شروع کر دی جاتی تاکہ اس کی بات پر کوئی بھروسہ نہ کرے۔

مرزا خاندان مذہبی اثر و رسوخ کے علاوہ قادیان اور گرد و نواح کی اکثر زمینوں پر حقوق جاگیرداری بھی رکھتا تھا اور روحانی عقیدت کے ساتھ ساتھ ساکنان قادیان، قوانین جاگیرداری میں بھی جکڑے ہوئے تھے۔ اپنے مکانات کی زمینیں خریدنے کے باوجود بھی انہیں مالکانہ حقوق نہیں ملتے تھے اور ان کی زمین و مکانات جاگیردار کی اجازت کے بغیر غیر منقولہ ہی رہتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنا سب کچھ بیچ کر قادیان کی نام نہاد مقدس ہستی میں اپنے بیوی بچوں کو بسانے کے لیے لائے تھے۔ اس قسم کے حالات میں اور خصوصاً اس زمانہ میں کون جرات کر سکتا تھا کہ اس خاندان کا مقابلہ کرے۔ جن لوگوں نے ذرہ بھی صدائے احتجاج بلند کی وہ یا تو اس طرح مار دیئے گئے کہ ظاہر کسی حادثہ سے مرے ہوں اور یا پھر ایسے لاپتہ ہو گئے کہ ان کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ جب یہ سب ستم ہائے پارسائی ہو رہے تھے مسلمان علماء سادگی میں یہ گمان کیے بیٹھے تھے کہ مرزائیت کو عقائد کی رو سے مناظروں اور مباحثوں کے مچانوں میں شکست دے دیں گے۔

جب میں اس انتہائی ذلیل اور وحشیانہ ماحول سے دوچار ہوا تو اپنی لاچارگی کے احساس سے دماغ مختل ہو گیا۔ مجھے ابھی تک وہ بیدار راتیں یاد آتی ہیں جن میں میں بے یار و مددگار خاموش آنسوؤں سے اپنے ٹکٹے تر کیا کرتا تھا۔ اس خیال سے کہ میری باتوں پر یقین نہیں کیا جائے گا، میں اپنے والدین کو بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ کیا اودھم مچا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنے دوستوں سے بھی ان حالات پر تبادلہ خیالات نہ کر سکتا تھا کہ کہیں وہ خلیفہ کے مجبوروں سے ذکر نہ کر دیں۔ میرے لیے ایک راستہ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کہیں روپوش ہو جاؤں، لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ ہوتا کہ یونیورسٹی میں میری تعلیم چھٹ جاتی۔ اس کے علاوہ یہ اخلاقی ذمہ داری بھی مانع تھی کہ اپنے والدین کو ان بد چلنیوں اور بدکاریوں سے لاعلمی کی حالت میں چھوڑ کر فرار ہو جانا، ان سے دغا کرنے کے مترادف ہوگا۔

اس جہنی کشمکش کی حالت میں یہ خیال بھی آتا کہ اس مذہبی دھوکہ باز کو قتل کر دوں، لیکن

باوجود کم عمری کے منطقی استدلال غالب آ جاتا کہ قتل کی صورت میں عوام الناس یہ غلط نتیجہ نکال لیں گے کہ قاتل کوئی مذہبی متعصب تھا اور مقتول کو تاریخی اسناد ایک شہید کا درجہ دے دیں گی۔ پھر یہ بھی سوچتا تھا کہ فوری اور ناگہانی موت اس شخص کے لیے عقوبت کی بجائے ایک نعمت بن جائے گی۔ اس قسم کا شخص تو ایسی موت مرنے کا مستحق ہوتا ہے جو معذبانہ ہو، شخص اس لیے نہیں کہ وہ اس قسم کے پاجیانہ اور ظالمانہ افعال کرتا ہے بلکہ خصوصاً اس لیے کہ وہ یہ افعال مذمومہ خدا اور مذہب کے نام پر کرتا ہے۔

چنانچہ بعد کے حالات نے میری توجیہات کی تصدیق کی۔ انجام کار یہ شخص (مرزا بشیر الدین محمود) فوج میں جتلا ہو کر کئی سال تک گھسٹا رہا اور ایڑیاں رگڑتے جہنم رسید ہوا۔ ایک ڈاکٹر نے جو آخری ایام میں اس کا معالج تھا بتایا کہ وہ انتہائی ضعیف العقل ہو چکا تھا اور کلمہ یا اور کسی دعا کے بجائے، شخص اتنا پ شاپ بکتے اس نے دم توڑا۔

ان سب توجیہات کے علاوہ ایک وجہ اور بھی تھی جس کے ماتحت میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اس ایک فرد کا قتل بے نتیجہ اور بے اثر ہوگا۔ مجھ پر یہ حقیقت واضح ہو چکی تھی کہ قادیان کے معاشرہ میں اس قسم کی بد چلندیاں اور بد معاشیاں اس ایک شخص کے مرجانے سے ختم نہ ہوں گی۔ صرف یہ بذات شخص اکیلا جنسی خطہ میں جتلا نہ تھا بلکہ اس کے دونوں بھائی اور نام نہاد ”خاندان نبوت“ کے اکثر افراد بھی اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ حتیٰ کہ اس جماعت کے سرکردگان جو ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز تھے ان میں سے بھی اکثر نمائشی داڑھیوں کو لہراتے اپنے اپنے سیاہ کاریوں کے اڈے جمائے بیٹھے تھے اور یہ سب کچھ ان لوگوں کی آپس میں اس خاموش تفہیم کے ماتحت ہو رہا تھا کہ ”تم میری داڑھی نہ لوچو تو میں تمہاری داڑھی نہ لوچوں گا۔“

درحقیقت قادیان کے نظام میں اعلیٰ عہدوں پر تقرر اکثر اسی قماش کے لوگوں کا ہوتا تھا جو مرزا خاندان کے اسلوب زندگی اور ان کی جنسی قدروں کو اپنالیتے تھے یعنی اس خاندان کی مطلق العنان جنسی قدروں کے مطابق جس خاندان کو یہ لوگ ”خاندان نبوت“ کے نام سے موسوم کرنے کی جرات اور گستاخی کرتے ہیں۔

یہ کوئی غیر متوقع بات نہ تھی کہ اس قسم کی اخلاقی قیود سے آزاد عیاشیوں کی افواہیں باہر بھی پھیلنا شروع ہو گئیں اور باہر سے اوباش نوجوان اس جماعت میں شامل ہونے لگے تاکہ ان جنسی پابندیوں سے آزاد ہو جائیں جو ایشیائی تمدن و ثقافت ان پر عائد کرتا ہے اور اس طرح یہ شیطنیت مآب دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا۔

خلیفہ کے اس خفیہ اڈے سے قطع تعلق کر لینے کے بعد میری زندگی دائمی طور پر خطرہ میں رہنے لگی۔ اس کے غنڈوں نے سایہ کی طرح میرا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔ ایسی مایوس کن اور پرخطر حالت میں میرے لیے کوئی چارہ نہ تھا، سوائے اس کے کہ کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آؤں اور انجام خدا پر چھوڑ دوں۔ چنانچہ میں خلیفہ سے ملنے گیا اور اسے ایک تحریر کی نقل دکھائی جس میں نے اس کی کڑوتوں کی تفصیل لکھی تھیں اور اس کے شرکائے جرم کے نام، تاریخیں وغیرہ درج کی تھیں۔ میں نے اسے بتایا کہ اس تحریر کی نقول میں نے بعض ذمہ دار احباب کے پاس محفوظ کرائی ہیں اور انہیں ہدایت کی ہے کہ ان لغافوں کو میری موت یا میرے لاپتہ ہو جانے پر کھول لیا جائے۔ اس حکمت عملی نے مطلوبہ مقصد پورا کر دیا اور میں بلا خوف و خطر آزادی سے قادیان کے گلی کوچوں میں پھرنے لگا۔

جیسے جیسے مجھ پر قادیان کے اس گندے ماحول کا انکشاف ہوتا گیا، اسی نسبت سے میں مذہب سے بیزار ہوتا گیا۔ صرف قادیانی مذہب سے ہی نہیں بلکہ مجموعی طور پر مذہب کے ادارے سے اور بدترق یہ حالت دہریت تک پہنچ گئی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس سقیم حالت نے ایک روحانی خلاء بھی پیدا کر دیا، جس کو پُر کرنے کے لیے میری تنہا ذات میں طاقت نہ تھی۔ مجھے اپنے والد صاحب کو یہ سب حالات بتانا پڑے جو طبعاً ان کے لیے انتہائی صدمہ کا باعث ہوئے۔ قدرتا وہ ایک بچے کی باتوں کو بلا تصدیق مان نہیں سکتے تھے، لیکن انہوں نے محاط طور پر تحقیقات کرنا شروع کر دی اور کچھ عرصہ میں ہی ان پر ثابت ہو گیا کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔

میرے والد صاحب نے اس نام نہاد خلیفہ کو ایک خط لکھا جس میں مطالبہ کیا کہ وہ ان الزامات کی تکذیب کرے یا اپنی بدکاریوں کا کوئی شرعی جواز پیش کرے یا پھر خلافت سے معزول ہو جائے۔ اس خط کا خلیفہ نے کوئی جواب نہ دیا، لیکن دو مزید خطوط کے بعد اس نے اعلان کر دیا کہ شیخ عبدالرحمان مصری (یعنی میرے والد صاحب) اور ان کے خاندان کے سب افراد کو جماعت سے خارج کر کے ان کا مقاطعہ کیا جاتا ہے۔ میرے والد صاحب کے یہ تینوں خطوط اس زمانہ میں چھپ گئے تھے۔

اس قسم کے مقاطعہ کے اصل ہتھکنڈے یہ ہوتے تھے کہ کسی شخص یا خاندان کا کلیتہاً بایکٹ کر کے اس کا ”حقہ پانی“ بند کر دیا جاتا تھا۔ ان حالات میں ہمارے خاندان کی جانیں اتنے خطرہ میں تھیں کہ حکومت کو ہماری حفاظت کے لیے فوجی پولیس کے دستے متعین کرنا پڑے جو 24 گھنٹے ہمارے مکان کے گرد پہرہ دیتے تھے۔ ہم میں سے کسی کو بھی بغیر پولیس کی نگرانی کے گھر

سے جانے کی اجازت نہ تھی، لیکن باوجود اس قسم کی حفاظتی پیش بندیوں کے مجھ پر اور میرے دو ساتھیوں پر قادیان کے بڑے بازار میں دن دہاڑے حملہ ہو گیا۔ میرے ایک سن رسیدہ ساتھی کو چاقو کا گھاؤ لگا، جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ دوسرے ساتھی کو گردن اور کندھے پر چاقو سے زخم آئے اور انہیں کافی عرصہ ہسپتال میں رہنا پڑا۔ مجھے پروردگار نے اس طرح بچالیا کہ میرے ہاتھ میں ایک پہاڑی ڈنڈا تھا جو میں حملہ آور کی کھوپڑی میں اتنے زور سے مارنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ اس زخمی حملہ آور کو اس کے شرکائے جرم سہارا دے کر آنا فانا غائب ہو گئے اور اسے ایک ایسی پوشیدہ جگہ میں چھپا دیا جو پہلے سے معین کر رکھی تھی، لیکن پولیس اس کے سر سے ہٹکے ہوئے خون کے قطرات دیکھ کر وہاں پہنچ گئی اور اسے گرفتار کر لیا۔ عدالت عالیہ میں اس کا جرم ثابت ہوا اور اسے پھانسی دی گئی۔ اس زمانہ کی قادیانی ”ریاست“ میں امن و قانون کی اتنی برساتھیر کی گئی۔ قاتل کی میت کا جلوس دھوم دھام سے نکالا گیا اور خلیفہ نے خود نماز جنازہ پڑھائی جو قادیانی مریدوں کی نظر میں بہت بڑی عزت افزائی سمجھی جاتی تھی۔

اس حادثہ کے بعد مسلمانوں کی ایک جماعت ”مجلس احرار الاسلام“ نے ہماری حفاظت کے لیے رضا کاروں کے جتھے بھیجنا شروع کر دیئے جو فوجی پولیس کے علاوہ تھے۔ ان رضا کاروں نے ہمارے بنگلے کے گرد میدان میں خیمے نصب کر دیئے اور ہمارا گھر ایک محصور قلعہ کی طرح بن گیا۔ اس اثناء میں مرزائی ٹولے نے میرے والد صاحب کو جعلی مقدمات میں الجھانا شروع کر دیا تاکہ جماعت میں ان کی ساکھ اٹھ جائے، نیز یہ کہ ان پر مالی بوجھ پڑے۔ الغرض وہ تمام کمینی چالیں چلی گئیں جن سے ان کی زندگی اجہرن ہو جائے۔ اپنے گیارہ بچوں پر مشتمل کنبے کی پرورش کے لیے نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انہیں خاندانی زیورات اور گھر کے ساز و سامان بیچ بیچ کر گزارا کرنا پڑا۔ ان آفات انگیز حالات کا سب سے بڑا سانحہ یہ تھا کہ اس دوران خاندان کے بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں غفلت پڑ گیا۔ ہم اس حملہ آور و دیگر زیادتیوں کے حالات ہندوستان کے اخبارات میں باقاعدہ بھیجتے رہتے تھے۔

ہمارے خاندان کو سرکاری افسران اور بہت سے مخلص دوست احباب کی طرف سے بھی یہ ترغیب دی جا رہی تھی کہ ہم قادیان سے نقل مکانی کر لیں اور ہم طوعاً و کرہاً لاہور منتقل ہو گئے۔ جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے میرا ایمان بحیثیت مجموعی ہر مذہب سے اٹھ چکا تھا اس لیے میں نے اپنے آپ کو ان بندھنوں سے آزاد رکھا۔ زندگی کے اس دور میں میرا تعلق مجلس احرار الاسلام کے سرکردہ احباب سے بڑھنا شروع ہو گیا جو میرے لیے بہت روح افزا ثابت ہوا۔ ان بزرگوں

میں سے بعض کے نام درج کرنا ضروری محسوس کرتا ہوں۔ مثلاً سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانوی، چوہدری افضل حق صاحب مولانا مظہر علی صاحب اظہر وغیرہ۔ ان سب کو قریب سے دیکھنے پر احساس ہوا کہ یہ لوگ نیک سیرت مسلمان اور پر خلوص دوست ہیں۔

گو میرے والد صاحب نے میری دہریت کو ظاہراً تسلیم و رضا کے ساتھ قبول کر لیا تھا، لیکن میں جانتا تھا کہ دل میں یہ صدمہ ان کے لیے سوہان روح بنا ہوا ہے، وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میرے لیے بہت دعائیں کرتے ہیں اور مجھے بھی نصیحت کرتے رہتے تھے کہ میں دعاؤں کے ذریعہ اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں۔ اس کا جواب میں یہ دیا کرتا تھا کہ آپ مجھ سے ایک ایسی ہستی سے دعا کرنے کو کہہ رہے ہیں جس کا وجود ہی نہیں۔ ایک عرصہ کے بحث و مباحثہ کے بعد انہوں نے یہ مشورہ دینا شروع کیا کہ میں اپنی دعاؤں کو مشروطی رنگ میں کیا کروں۔ اور میں نے اس قسم کے ان اپ شاپ الفاظ میں دعائیں کرنا شروع کر دیں، ”یا اللہ! مجھے یقین ہے کہ تیری کوئی ہستی نہیں، لیکن اگر تیری ہستی ہے تو اس کی کوئی علامت مجھ پر ظاہر کر، ورنہ مجھے قابل الزام و ملامت نہ ٹھہرانا کہ میں تجھ پر ایمان نہ لایا“ وغیرہ وغیرہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ راسخ العقیدہ مومنوں کی نظر میں اس قسم کی دعا کلمہ کفر کے مترادف ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شان پاک میں بے ادبی ہے، لیکن اس کے باوجود میری اس طرح کی دعائیں میرے لیے ایسی کارگر ثابت ہوئیں کہ ایک سال کے عرصہ میں ہی ان کے روحانی نتائج نکل آئے۔ مجھے تواتر کے ساتھ دو خواب دکھائے گئے۔ چونکہ وہ خواب شخصی اور نفسیاتی کیفیت کے ہیں اس لیے ان کے بیان کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ یہ خواب خصوصاً دوسرا خواب بہت لمبا، آسانی سے سمجھ میں آنے والا اور مربوط تھا۔ ایسا کہ مجھ ایسے گنہگار کے لیے بھی اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر کسی شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہی۔ یہاں پر اتنا بتا دینا مناسب ہوگا کہ دوسرے خواب کے آخری لمحات میں مجھے مرزائی خلیفہ کا چہرہ دکھایا گیا جو بھیاںک طور پر سیاہ فام اور فسق و فجور سے مسخ شدہ تھا۔

ان خوابوں کے بعد میرے دل و دماغ سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اپنی کتاب زندگی کا نیا ورق الٹا کر باضابطہ اسلام قبول کر لوں، چنانچہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری مجھے اپنے ساتھ مولانا محمد الیاس صاحب کے ہاں مہرولی لے گئے۔ مہرولی دہلی سے چند میل پر وہ قصبہ ہے جہاں مولانا محمد الیاس صاحب نے تبلیغی جماعت کی بنا ڈالی تھی۔

اس طرح 1940ء میں میں مولانا محمد الیاس صاحب جیسے بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مسلمان ہوا۔ اس مبارک موقع پر یہ حسن اتفاق تھا کہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی موجود تھے۔ مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحب اور چالیس 40 کے قریب معتقدین نے میرے حق میں دعا کی۔

1941ء میں میں مشرقی افریقہ ہجرت کر گیا۔ ہندوستان کو خیر باد کہتے ہوئے میرے احساسات مسرت و الم کا مرکب تھے۔ بمبئی کی بندرگاہ میں جہاز کے عرشہ پر کھڑے زیر لب میں قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہا تھا ”اور تمہارے پاس کیا عذر برات ہے کہ تم ان ضعیف و بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی مدد کے لیے اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے“ جو آہ و زاری سے دعائیں مانگ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نجات دلو، جس کے باشندے ظالم ہیں۔“ (سورۃ النساء آیت: 75)

افریقہ میں بیس سال کی سکونت کے بعد میں نے 1961ء میں انگلینڈ ہجرت کر لی جہاں پہلے 4 برس کے قریب بطور طالب علم اپنی تعلیمی کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے بعد ”اسلامک ریویو“ رسالہ کا بلاشتراک ایڈیٹر بن گیا اور 1964ء میں شاہ جہاں مسجد دوکنگ کا سب سے پہلا سنی امام مقرر کیا گیا۔ یہ مسجد برطانیہ میں سب سے پہلی مسجد تھی اور اس زمانہ میں سارے یورپ کے اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔ پانچ سال کی امامت کے بعد 1968ء میں مسیحی ہو کر بذریعہ کار قریباً 43 ممالک کا تین برس تک دورہ کرتا رہا، جن میں زیادہ تر اسلامی ممالک تھے۔ اس دورہ کا اصل مقصد اپنی ایک دیرینہ خواہش کو پورا کرنا تھا کہ بلا توسط پچشم خود مطالعہ کروں کہ اسلامی دنیا میں عوام الناس کس طرح اسلامی قدروں کو عملی طور پر بھارے ہیں۔ میری ہنگامی اور نژادی زندگی میں خدا نے جو سب سے زیادہ مسرت بخش اسلام کی خدمت کرنے کی مجھے توفیق دی وہ یہ تھی کہ دوکنگ مسجد کی امامت سے مسیحی ہونے سے قبل ایسے حالات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس مسجد اور مرکز میں اب کبھی بھی کسی مرزائی امام کا تقرر نہیں ہو سکتا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

چونکہ میرے الزامات اخلاقی خباثت اور جنسی گناہائے کبیرہ کو فاش کرنے سے متعلق ہیں جن میں اس قسم کی کریمہ باتیں بھی کہنا پڑیں گی جن کا ذکر عام طور پر شریف معاشرے میں نہیں کیا جاتا۔ اس لیے اس کی توضیح کر دینا ضروری ہے کہ کن وجوہات کی بناء پر میں اس قسم کی شرمناک باتوں کو قلمبند کرنا محض بجای نہیں بلکہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتا ہوں۔

عام طور پر کسی ایک فرد کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے فرد پر ناقد بن کر بیٹھ جائے لیکن جب کوئی شخص کسی اہم اور اخلاقی ذمہ داری کے عہدہ پر فائز ہوتا ہے تو اس کی انفرادیت ادارہ کا جزو بن جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اس کے انفرادی اختیارات و حقوق ادارہ کے حقوق و اختیارات میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب معاشرہ میں ڈاکٹر، مدارس کے معلمین، محتاجین کے اداروں اور یتیم خانوں کے کارکنان، غرضیکہ ہر اس قسم کے کارندوں پر سرکاری قوانین کے علاوہ اخلاقیات اور نیک چلنی کے قواعد کی پابندی بھی عائد ہو جاتی ہے۔ باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے معاشرے میں مذہبی ڈھونڈنے اور جلسہ اخلاقی قواعد کی پابندی سے آزاد رہتے ہوئے سادہ لوح اور کم عقل لوگوں کو دھوکہ دیتے رہتے ہیں۔ اس قسم کے مذہبی ڈھونڈیوں پر اخلاقی پابندیاں اس لیے عائد کرنا مشکل ہوتی ہیں کہ دنیوی حکومتیں مذہبی معاملات میں دخل دینا پسند نہیں کرتیں۔ وہ اسی میں عافیت سمجھتی ہیں کہ اخلاقی نظم و نسق کی پابندی مذہبی اداروں پر ہی چھوڑ دو۔ اس طرح مذہبی اداروں پر تنقیدی نظر رکھنا معاشرے کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

ان کریہہ باتوں کے بیان کرنے کی دوسری وجہ معقول یہ ہے کہ قادیانی جماعت کے سرکردہ گروہ نے جو جنسی اور اخلاقی قواعد کی خلاف ورزی شروع کی ہوئی ہے وہ انفرادی یا شخصی حیثیت سے نہیں کی جارہی بلکہ ان بد اعمالیوں کو ایک جتھہ بندی اور تنظیم کا روپ دے دیا گیا ہے اور طرہ یہ کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جا رہا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا چھوڑ کر ایک نئے مذہب کا اعلان کر دیں اور اپنی جماعت کا نام ”احمدی“ کی بجائے کوئی بھی اور غیر مسلم نام رکھ لیں تو مسلمان ان سے مذہبی معاملات میں الجھنا بند کر دیں گے۔

میرے الزامات جماعت قادیان کے عوام کے خلاف نہیں۔ اس جماعت میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو دیانت واری اور اخلاص سے قادیانی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ عقائد غلط اور غیر اسلامی ہیں۔ ہم مذہبی عقائد میں اختلافات کی بناء پر کسی سے مار پیٹ نہیں شروع کر دیتے۔ لیکن جب کوئی منظم گروہ مذہب و عقائد کے روپ میں معاشرہ کے طریقہ ماند و بود میں تخریب پیدا کرنا شروع کر دے تب ہی عوام الناس اس تخریب کی روک تھام کے لیے ایستادہ ہوتے ہیں۔ اگر بنی نوع انسان میں اس قسم کے ناخلف اور بے غیرت لوگ موجود ہیں جو اپنی محرم بہو بیٹیوں اور نو عمر بیٹوں کی آبرو اور عصمت کو اپنے بد چلن بیروں کی پُر جوش عقیدت پر قربان کر دینے کے لیے تیار ہیں تو ایسے بھیڑیوں کو کون بچا سکتا ہے۔ بحث طلب مسئلہ تو آبرو دار معاشرے کے لیے ہے جس میں سادہ لوح انسان نادانستہ اس قسم کے دھوکوں کا شکار

ہونے لگیں۔ ایسی حالت میں معاشرہ کو اختیار ہو جاتا ہے کہ وہ شرفاء کو مار آستین سے خبردار کریں۔
”میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں جھوٹا بیان دوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی

لعنت ہو اور میں ایک سال کے عرصہ میں مر جاؤں کہ

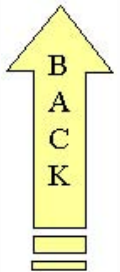
(الف) مرزا طاہر احمد (موجودہ قادیانی سربراہ) کا والد مرزا بشیر الدین محمود احمد (جوبانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد کے تین بیٹوں میں سب سے بڑا بیٹا اور قادیانی جماعت کا خلیفہ ثانی تھا) بدکار تھا اور منکوحہ وغیرہ منکوحہ عورتوں کے ساتھ زنا کرنے کا عادی تھا حتیٰ کہ خاندان کی ان عورتوں کے ساتھ بھی زنا کیا کرتا تھا جن کو نہ صرف اسلامی شریعت نے بلکہ سب الہامی مذاہب نے محرمات قرار دیا ہے۔

(ب) مرزا طاہر احمد کا پدری چچا مرزا بشیر احمد (جو مرزا غلام احمد کے تین بیٹوں میں دوسرے نمبر کا بیٹا تھا اور جسے قادیانی ”قرالانبیاء“ کہتے ہیں) لواطت کا عادی تھا اور بالخصوص اسے نوعمر لڑکوں سے بد فعلی کی بہت عادت تھی۔

(ج) مرزا طاہر احمد کا پدری چچا مرزا شریف احمد (جو مرزا غلام احمد کے تین بیٹوں میں تیسرے نمبر کا بیٹا تھا) لواطت کا عادی تھا اور مرزا بشیر احمد کی طرح اسے بھی نوعمر لڑکوں سے بد فعلی کی بہت عادت تھی۔

(د) مرزا طاہر احمد کا بڑا بھائی مرزا ناصر احمد (پسر مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانی، مرزا غلام احمد کا پوتا اور قادیانی جماعت کا خلیفہ ثالث) زانی ہونے کے علاوہ لواطت بھی کیا کرتا تھا۔

(ر) مرزا طاہر احمد کی دادی کا بھائی (یعنی مرزا غلام احمد کی بیوی کا بھائی) میر محمد اسحاق قادیانی جماعت کے نظام میں ایک بلند اور باعزت حیثیت رکھتا تھا اور محدث کے خطاب سے سرفراز ہوا تھا وہ بھی لواطت کا عادی تھا۔ قادیان کے یتیم خانہ کے محاسب ہونے کی حیثیت میں بیچارے کم سن یتیم بچے اس کی برگشتہ خواہشات شہوانی کے شکار ہوا کرتے تھے۔



اگر میں چاہوں تو بہت سے ایسے ناموں کی فہرست لکھ سکتا ہوں جو قادیانی نظام میں بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے اور جو اپنے اثر و رسوخ کے بل بوتے پر اپنی شہوانی برگشتیوں میں اخلاقی پابندیوں سے آزاد تھے، لیکن ان شخص باتوں کی زیادہ تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں۔

قادیانیوں کی عریاں تصویریں

علامہ سلطان

کالی شلوار اور سیاہ چادر کسی اور کا موضوع ہے اپنا ذوق نہیں۔ چونکہ داغِ ندامت اور اظہارِ حقیقت میں بہت فاصلہ ہے۔ اس لیے اہل قلم پر یہ قدغن نہیں لگائی جاسکتی کہ وہ واقعہٴ زنا کو پاکیزہ الفاظ میں بیان کریں۔ کوئی ایسا کرنا چاہے بھی تو یہ ممکن کب ہے؟ اگر بات ازار بند کھولنے چھاتیاں ٹٹولنے اور شرمِ جوانی مسئلے کی ہو تو لکھنے والا کیا کرے؟..... پائل کی چھن چھن تنفس کی آنکھن اور طبلے کی دھن دھن شائستہ تحریر میں کیسے سما سکتی ہے؟ مچلتے بدن چنچل چہرے، بھکی نظریں اور شرابی تھروں کے رسیا کو ہم کچھیں تو نہیں کہیں گے۔ جہاں بھوکی نگاہیں حسینوں، پیباک ہاتھ سینوں اور لپکتے ہوئے پاؤں زینوں کی جانب..... دکھائی دیں، وہاں چراغ گل کر دیئے جانے کا سبب میں بھی جانتا ہوں اور آپ بھی۔

عصمتیں ہیں جس طرح سڑکوں پر ٹوٹے آئینے
جانے اس بہتی کی بربادی کہاں تک جائے گی

ربوہ کا قصر خلافت روحانی تشنگ اور جسمانی تنگیز کا ماحصل ہے۔ یہ عزتوں کا بوچھا خانہ ہے اور عصمتوں کا کیلا..... تنگی فوٹو مکروہ خدو خال..... مکرو فریب کے خفیہ گوشے..... اندھے موڑ..... پیر کنشت کی رنگ رلیاں..... سنہری زلفوں کا دکھتا آلاؤ..... پیشانی پر دامن عصمت کے لہو کے قشفے کی جھلکار..... ہونٹوں پر دو شیرازوں کی شرم گاہیں سہلانے کا داغ..... نگاہوں سے نپ نپ کے کرایہ طے ہونا..... اعضاء نمائی..... مرتشی کا ضمیر..... وقار و کردار کا مرگٹ..... ایک نہ ایک غنچہٴ نارسیدہ کی پامالی..... مرقد اتفاق..... سارنگی کی میٹر..... سرخ دوپٹوں کا جنازہ..... اٹھتی جوانیاں.....

اور بوسیدہ مسہری..... ریا کاریوں کی دیوار..... خباثتوں کے حصار..... یہ ہے قادیانی پردہتوں کی جمع شدہ تمام پونجی!

قصر خرافات کا سنگین راز یہ ہے کہ وہاں ہر شب، شب یلد اٹھرتی ہے۔ تقدیس کے فحشہ خانے میں جانے کیا کیا ہوتا رہا ہے؟ جو کچھ ہم جانتے ہیں، ان میں..... ظالم شراب..... اطالوی حسینہ..... مس ردو ایک قیامت..... حقیقت پسند پارٹی کے انکشافات..... ایک احمدی خاتون کا بیان..... چار دیواری کے راز گھر کے بھیدی کی زبان سے..... نوجوان لڑکیاں خلافت مآب کے چنگل میں..... امر درستی..... مستورات کی بھڑکتی چھاتیاں..... تین سہیلیاں تین کہانیاں..... مرزا محمود کی ایک بیوی کا خط..... سادہ رنخوں کی پوجا..... غیور پٹھان کا کمرہ حور و غلمان کے نرغہ میں..... حلیفہ شہادتیں..... جنسی نبوت کا جنس بازار..... میدان معصیت اور دستاویزات..... دریا کے کنارے..... جسم فروشی کا دھندہ..... شہر سدوم کے باسی..... بیٹی کے بستر پر..... تاریخ محمودیت کے چند اہم مگر پوشیدہ اوراق..... یہ ہے قادیانی مذہب کا طویل، مختصر تعارف۔

راقم الحروف اپنے قلم کو اس عنوان سے آلودہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے مغلط حوالوں میں الجھا دینا باعث شرم ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ یوس و کنار، چھیڑ چھاڑ اور لپٹا لپٹی کا نقشہ کھینچ دینا بھی ایک طرح سے فحش نگاری یا برائیوں کو مزید ہوا دینے کے زمرہ میں ہی آتا ہے۔ آپ پوچھ سکتے ہیں کہ پھر مجھے یہ داستان رقم کرنے کی کیا سوجھی؟ میں فقط یہ چاہتا ہوں کہ قادیانی احباب پر ان پیشوایان مذہب کی عفریت و عنفونت، جنسی دلدلوں، مہذب بہرامنڈی، شغل بغلگیری، سحر شب گزیدہ، اجالا داغ اور مرزائی سرکس کے درون خانہ مناظر کا بھید کھل جائے۔ انہیں معلوم ہو کہ ایوان خلافت میں صرف عقیدتوں کا خراج ہی بھینٹ نہیں چڑھتا۔ مختلف حیلے بہانوں سے عصمتیں بھی لٹی رہی ہیں۔ عوام کو پتہ چلے کہ ایک احمدی خلیفہ کے محکمہ جنسیات نے ”شوکار“ گرفت میں لانے کی خاطر کتنے دلکش پھندے لگا رکھے تھے۔ مقدس بازگیر کو معصوم لڑکیوں کے کپڑے اتار پھینکنے کا کتنا سلیقہ تھا۔ قادیانی خلیفہ کے عشرت کدے میں زیارت کو جانے والی ہر عورت اپنا شباب لٹوا اور عزت گنوا کر آتی۔ اس کو صرف حسیناؤں کے نیگے بدن تسکین دیتے نئے نویلے الہز روپ اور خوبصورت عورتوں کے پستان سے کھیلتے رہنا ہی اس کی بیجانی طبیعت کو راس تھا۔ قادیان اور ربوہ میں ایوان خلافت کے بھیدی بتاتے ہیں کہ قادیانی ملت کے خلیفہ ثانی مرزا محمود کے پلنگ پر کئی دفعہ ٹوٹی ہوئی چوڑیاں دیکھی گئیں، لہو کے دھبوں کی وجہ سے ہر صبح چادر بدلنا پڑتی۔ شب کے سکوت میں نسوانی سسکیاں اور سحر کے اجالے میں بستر کی معنی خیز ٹکلیں اپنی زبان میں رات کا پورا افسانہ

کہہ سنا تی تھیں۔ خلیفہ صاحب میاں محمود کی جمالیاتی حسن رنگین مزاجی اور تہائیوں کا خلاصہ کسی شاعر نے یوں بیان کیا ہے۔

تمام شب تمہیں تھا بربہ رکھیں گے
ہم آج پھر تیری ہمت کو آزمائیں گے

حسن آوارہ

یہ جرم ہوس رانی اور چوما چائی ”رائل فیملی“ کے کسی مخصوص فرد پر موقوف نہیں۔ بلکہ ان کے بانی سلسلہ مرزا قادیانی بھی لڑکپن میں ایک دل جلے عاشق کے ہاتھ چڑھ گئے تھے۔ یہ داغ محبت بہت ہی رسوا کن تھا۔ وہ غنڈہ جانے کب تک اپنے ہر جانی معشوق کا جو بن لوٹا رہا تاہم ان کی سادہ آئو گراف پر اس کم بخت کے وحشیانہ دستخط ہمیشہ کے لیے ثبت ہو کر رہ گئے..... مرزا صاحب کے حقیقی بیٹے صاحبزادہ بشیر احمد ایم اے اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

”بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلے گئے جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیاں لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا پھر جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے..... اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔“

(سیرت المہدی جلد اول ص 43، 44 از مرزا بشیر احمد ایم اے)

چھٹی نہیں یہ منہ سے کافر لگی ہوئی

مرزا صاحب کو شراب کی شروع سے لت تھی۔ وہ بوتلوں میں ناپتے ہوئے پانی سے کسی طور کھ نہ موڑ سکتے۔ زندگی زندہ دلی کا نام ہے اور بختی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر۔ مذکور کے ایک مرید خاص بیان فرماتے ہیں۔

”حضور (مرزا صاحب) علیہ السلام نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لیے ایک فہرست لکھ کر دی۔ جب میں چلنے لگا تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دے کر کہا کہ دو بوتل براڈی کی میری اہلیہ کے لیے پلومر کی دکان سے لیتے آؤں۔ میں نے کہا کہ اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤں گا۔ پیر صاحب فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں گئے اور کہا کہ حضور مہدی حسین

میرے لیے براہی کی بوتلیں نہیں لائیں گے۔ حضور ان کو تاکید فرمادیں۔ حقیقتاً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا۔ اس پر حضور اقدس (مرزا صاحب) نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میاں مہدی حسین! جب تک تم براہی کی بوتلیں نہ لے لو لاہور سے روانہ نہ ہونا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب میرے لیے لانا لازمی ہے میں نے پلومر کی دکان سے دو بوتلیں براہی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لادیں ان کی اہلیہ کے لیے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوں گی۔ (شاید)“

(اخبار الحکم قادیان جلد 39 نمبر 25 مورخہ 7 نومبر 1936ء)

ایک خط میں مرزا صاحب بقلم خود تحریر کرتے ہیں۔

”اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خوردنی خود خریدیں۔ اور ایک بوتل ٹانک وائٹ کی پلومر کی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائٹ چاہیے اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے۔“ (خطوط امام بنام غلام ص 5 مجموعہ مکتوبات مرزا قادیانی بنام حکیم محمد حسین قریشی قادیانی) ٹانک وائٹ کیا بلا ہے۔ اس کی حقیقت بھی مرزا صاحب کے چاہنے والوں میں سے ایک کی زبانی سنتے جائیں۔

”ٹانک وائٹ کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں حسب ارشاد پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا جواب حسب ذیل ملا۔

ٹانک وائٹ ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے جو ولایت سے سربند بوتل میں آتی ہے۔“ (سوائے مرزا ص 39 حاشیہ مصنفہ حکیم محمد علی پرنسپل طیبہ کالج امرتسر)

میں ہوں گناہ تو گناہگار کون ہے؟

مرزا صاحب کو اپنی نامردی کا پختہ یقین تھا۔ ایسے میں شادی ہوئی، جانے کس نے زوجگی کا خراج وصول پایا کہ سلسلہ اولاد شروع ہو جاتا ہے نسب پر شک کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں۔ مگر کوئی شخص اگر خود ہی یہ راز اگل دے تو ”گناہگار“ کا سراغ ملے نہ ملے ”گناہ“ کا بہر حال پتہ چل جاتا ہے یوں دکھائی دیتا ہے کہ ان کے ہم نفس حکیم نور الدین صاحب کی قوت باہ نے یہ کمی اپنے طور پر پوری کر دی۔ بیگمات کی ویران راتیں حکیم صاحب کے دم سے آباد ہو گئیں۔ الغرض اقبال جرم خود جرم کی عبارت میں دیکھئے!

”جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا رہا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا

ہی ہو۔ جب میں نے شادی کی تھی۔ تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرہوں، آخر میں صبر کیا..... اور ضعف قلب تو اب بھی اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔“
(مرزا قادیانی کا خط محررہ 22 فروری 1887ء مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر 14)

یہ حمل کس کا تھا؟

”قصبہ قادیان میں کئی برس تک مستطاً تبلیغی خدمات سرانجام دینے والے معروف عالم دین حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی (سابق امیر جماعت و منتظم مرکز شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام (قادیان انڈیا) اپنی آنکھوں دیکھا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔

”پورے قصبہ (قادیان) کے گرد کسی زمانے میں مٹی کی بنی ہوئی بڑی موٹی فصیل تھی اور پھر اس کے گرد خندق بھی تھی۔ فصیل کا زیادہ حصہ اب گر چکا تھا اور خندق صرف نشیبی انداز اختیار کر چکی تھی، عموماً تین ماہ بارش ہوتی اور وہ تمام نشیبی حصہ جو کبھی خندق تھی، پانی سے بھر کر بڑا جوہڑ بن جاتا تھا اور قصبہ میں داخل ہونے والے تمام راستے مسدود ہو کر رہ جاتے تھے۔ قصبہ میں داخلہ کے لیے کچی پلیاں بنانی پڑتی تھیں۔ اپنے راستوں میں تو مرزائی یہ پلیاں ”سال ناؤن کمیٹی“ سے بنوا لیتے تھے اور دوسرے لوگ برسات کے موسم میں بڑی مشکلات سے دوچار رہتے تھے۔ ایک دفعہ اس جوہڑ سے ایک انسانی ”کچہ بچہ“ برآمد ہوا۔ پولیس کی تفتیش میں بچہ مرزائی خلیفہ کی کنواری لڑکی کا ثابت ہوا۔ میری جوانی کا زمانہ تھا اور ان کی حرکت کی وجہ سے طبیعت میں غصہ بھی تھا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں اس کا تذکرہ کر دیا۔ پھر کیا تھا؟ مرزائیت کی دنیا میں ایک غضب کا شور برپا ہو گیا لیکن میرا کیا کر سکتے تھے؟ ان کے ”جن“ بڑے سمجھ والے تھے، سوچ سمجھ کر ایکشن لیا کرتے تھے میری جماعت ”احرار“ نے اعلان کر رکھا تھا کہ ”اگر ہمارے آدمی کو نقصان پہنچا تو دوسرا آدمی ان کی جگہ لینے کے لیے تیار بیٹھا ہے اور مزید برآں کہ پھر ملک بھر میں مرزائی خلیفہ سمیت کوئی عام مرزائی بھی احرار رضا کاروں اور مجاہدین کے ہاتھوں محفوظ اور مطمئن نہ رہ سکے گا۔“ اس لیے وہ مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے نتائج پر غور کر لیتے تھے۔“

(مشاہدات قادیان از مولانا عنایت اللہ چشتی ص 130)

سوال یہ ہے کہ خلیفہ کی کنواری لڑکی کے پیٹ میں یہ بوجھ کس نامراد کا تھا؟ بادی النظر تو خلیفہ صاحب کا ہی فیض دکھائی دیتا ہے۔ بالفرض ایسا نہیں تو پھر یقیناً کسی ”مرید صادق“ کا نذرانہ عقیدت ہوگا

آکھ ناقص ہے وگرنہ اس جہاں کا اصل روپ
دیکھ لے اک بار جو وہ خوف سے مر جائے گا

قادیانی خلیفہ مرزا محمود احمد نے اپنی ایک صاحبزادی کو رشد و بلوغت تک پہنچنے سے پیشتر ہی اپنی ہوس رانی کا نشانہ بنا ڈالا وہ بیچاری بیہوش ہو گئی جس پر اس کی ماں نے کہا اتنی جلدی کیا تھی ایک دو سال ٹھہر جاتے یہ کہیں بھاگی جا رہی تھی یا تمہارے پاس کوئی اور عورت نہ تھی..... دواخانہ نورالدین کے انچارج جناب اکرم بٹ کا کہنا ہے کہ میں نے حکیم صاحب سے پوچھا یہ صاحبزادی کون تھی تو انہوں نے بتایا 'لمۃ الرشید..... ملک عزیز الرحمان صاحب بحوالہ ڈاکٹر نذیر ریاض اور یوسف ناز (قادیانی) بیان کرتے ہیں کہ جنسی بے راہ روی کے ان مظاہر پر جب مرزا محمود سے پوچھا جاتا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو وہ کہتا "لوگ بڑے احمق ہیں۔ ایک باغ لگاتے ہیں اس کی آبیاری کرتے ہیں جب وہ پروان چڑھتا ہے اور اسے پھل لگتے ہیں تو کہتے ہیں اسے دوسرا ہی توڑے اور دوسرا ہی کھائے۔" (شہر سدوم از شفیق مرزا ص 108 راوی صالح نور)

اندھے موڑ

غالباً 45-1944ء کی بات ہے کہ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے ایک سرکردہ مرزائی کی دو بیٹیوں کی بیک وقت شادی کے سلسلہ میں موسیو مرزا بشیر الدین محمود ڈسکہ آئے اور قادیانی جماعت کے سربراہ ہونے کے ناطے رسم معاہدہ شادی بھی انہوں نے ادا کرنی تھی اس رسم سے قبل لڑکیوں کے قادیانی والد نے سلام تعظیم پیش کرنے کے لیے دونوں لڑکیوں کو مرزا کے سامنے پیش کیا۔ قبولیت سلام کے دوران مرزا کی نگاہ غلط انداز نے ایک لڑکی لمۃ الحفیظ کو پسند کر لیا۔ اگلے روز شادی ہونے والی تھی مگر ایک خود ساختہ الہام کے ذریعے شادی کو اگلے روز پھر تک ملتوی کر دیا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مرزا نے اپنے عقل سے عاری مریدوں کو کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ لمۃ الحفیظ کا نکاح اس خاکسار (بشیر الدین مرزا) کے ساتھ کر دیا جائے اور اس کے کطن سے جو بیٹا پیدا ہوگا وہ بڑے مرتبہ پر فائز ہوگا۔ مرزا کے اس حکم پر قادیانی عقل کے اندھوں نے "ہاں" کر دی اور اس طرح لمۃ الحفیظ کی شادی مرزا سے کر دی گئی اس زمانہ میں لاہور سے دوسرے اخبارات کے علاوہ ایک اخبار "دیر بھارت" نکلا کرتا تھا۔ اس کے ایڈیٹر پریم چٹائی اور پنڈت میلارام دفا تھے۔ حضرت رائیس امرہوی کی طرح دیر بھارت میں پنڈت میلارام دفا جو ایک نفز گو اردو شاعر تھے روزانہ کے اہم واقعات پر دد شعروں میں شعری تبرہ کیا کرتے تھے مرزا کی

شادی پر پنڈت میلارام وفانے لکھا۔

”خدا نے دیا حکم بندے نے مانا

بڑھاپے میں سولہ برس کی بیوی

بھی تو خدائی ہے اے نیک بندے

نہ منزل رہے گی نہ رہبر نہ راہی“

(قادیانیت کی بھیا تک تاریخ از ابن فیض)

قادیانی حوریں مسلمانوں کے تعاقب میں

مرزائیہ فرقے کے افراد ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جس سے ان کا مکتبہ فکر ترقی پاسکے۔

اس سلسلہ میں اسلامی غیرت و حمیت کے خلاف ایک گہری سازش خاص طور پر قابل غور ہے۔ وہ

سمجھتے ہیں جب مسلمانوں کا اخلاقی دیوالیہ نکل جائے گا تو پھر ان سے کوئی بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

اس کی ایک مثال 1979ء میں راولپنڈی کے (پیراڈائز) ہوٹل پر پولیس کی چھاپہ مار ٹیم کے

اقدامات سے منظر عام پر آئی۔ یہاں 28 افراد تیرہ لڑکیوں کے ساتھ داد عیش دے رہے تھے۔ ان

میں سے بیشتر شراب کے نشہ میں دھت تھے اور دولڑکیاں لباس سے بے نیاز برہنہ رقص میں

مصروف تھیں۔ تفتیش سے معلوم ہوا کہ یہ گھناؤنا کاروبار ہوٹل کے مالک ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر صلاح

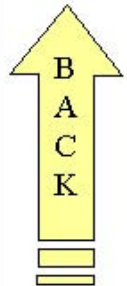
الدین اور اس کے بیٹے محی الدین احمد مطاہر کے دم سے کسی خوف و خطر کے بغیر کھلے بندوں جاری

تھا۔ مصدقہ اطلاعات کے مطابق یہ بدکار شخص قادیانی خلیفہ آنجمانی مرزا ناصر احمد کا خالو ہے طرم

نے دوران تفتیش تسلیم کیا کہ اس نے کاروبار کو زیادہ وسعت تحریک ختم نبوت 1974ء کے بعد دی۔

نیز لڑکیوں میں اکثریت احمدیوں کی ہے ہم اپنے رنگ میں مسلمانوں کو بدکاری پر آمادہ کر کے ان

سے انتقام لے رہے تھے اور یہ کاروبار میں میرے بعض بااثر ہم فرقہ افراد بھی شامل ہیں۔



قادیانیت اس بارے میں

یہ کتاب محض ایک روایتی کتاب نہیں.... یہ کوزے میں سمندر اور قطرے میں دجلہ کی مظہر ہے۔ یہ کتاب قادیانی جماعت کے بانی مرزا قادیانی، اس کی اولاد نام نہاد خلیفوں اور دیگر قادیانیوں کی مستند تصانیف اور انہی کے اخبارات و رسائل میں مطبوعہ غلیظ و شرمناک عبارتوں اور رکیک و کریہہ حماقتوں کے ناقابل تردید عکس و دستاویزی شواہد لیے ہوئے ہے۔ قادیانی جرائم کے یہ ثبوت اتنے واضح ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں ان عکس دستاویزات کی صداقت کو چیلنج کرنا کسی بھی قادیانی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ میں اس کتاب میں درج تمام حوالہ جات اور عکس شواہد کی ثقاہت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد سمیت دنیا کے تمام قادیانیوں (بشمول لاہوری گروپ) کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اس کتاب میں موجود کوئی بھی عکس غیر حقیقی یا ایک بھی حوالہ من گھڑت پایا جائے تو مؤلف ہر قسم کی سزا پانے کے لیے تیار ہے! بصورت دیگر انھیں ضد اور ہٹ دھرمی کی تاریک راہ چھوڑ کر اسلام کی کشادہ آغوش میں آ جانا چاہیے۔

اس وسیع و عریض کرۂ ارض پر..... ہے کوئی

جگہ دار قادیانی جو اس چیلنج کو قبول کرے!

محمد تقی عثمانی